روافض کا ردّ

مؤلف

الامام المجدد محمد بن عبدالوہاب النجدی (رحمہ اللہ)

تحقیق وتعلیق

ابوبکر عبدالرزاق بن صالح بن علی النہمی

مقدمہ

محمد بن عبدالوہاب الوصابی عبدالعزیز بن یحییٰ البرعی

محمد بن عبداللہ الامام یحییٰ بن علی الحجوری

مکتبہ احیاء الخیر، پشاور

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب	:	روافض کا ردّ
مؤلف	:	الامام المجدد محمد بن عبدالوہاب النجدی (رحمہ اللہ)
تحقیق وتعلیق	:	ابوبکر عبدالرزاق بن صالح بن علی النہمی
اشاعت	:	۱۴۴۴ھ
ناشر	:	مکتبہ احیاء الخیر، پشاور

فہرست

☆ مقدمہ -- 7
☆ مقدمہ -- 9
☆ مقدمہ -- 10
☆ مقدمہ -- 12
☆ مقدمہ -- 14
☆ مقدمہ از محقق -- 21
☆ اس رسالہ کی تحقیق و تعلیق میں میری کاوشیں ------------------------------- 23
☆ کلمۂ شکر --- 25
☆ تعارف مؤلف رسالہ --- 28
(1) نام ونسب اور پرورش -- 28
☆ جائے ولادت -- 28
(2) پرورش -- 28
(3) علمی اسفار -- 29
(4) توحید کی دعوت کا قیام اور اہتمام ------------------------------------ 29
(5) حضرات علماء کرام کا شیخ رحمہ اللہ کو خراج تحسین ---------------------------- 32

(6) شیخ رحمہ اللہ کے مشائخ -- 37
(7) شیخ رحمہ اللہ کے تلامذہ -- 37
(8) شیخ رحمہ اللہ کی تالیفات -- 38
9 وفات حسرت آیات -- 39
☆ ''روافض'' کا اور ''رافضیت کے بانی'' کا تعارف ---------------------------- 44
☆ الرد علی الرافضہ -- 62
(1) مطلب: خلافت کی وصیت کا بیان ------------------------------------ 63
(2) مطلب: خلفاء راشدین کی خلافت کے انکار کا بیان ---------------------- 67
(3) روافض کے اس دعوی کا بیان کہ حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہ مرتد ہو گئے تھے ------ 78
(4) مطلب: روافض کے اس دعوی کا بیان کہ یہ قرآن ناقص اور ادھورا ہے ------- 81
(5) مطلب: حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم پر سب وشتم کا بیان ------------------- 84
(6) مطلب: تقیہ کا بیان -- 99
(7) مطلب: روافض کے سیدہ عائشہ صدیقہ طاہرہ مبرأہ رضی اللہ عنہا کو سب وشتم کرنے کا بیان 102
(8) مطلب: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جنگ کرنے والوں کی تکفیر کا بیان ---------- 112
(9) مطلب: حضرات صحابہ کرام کے ناموں کی توہین کرنے کا بیان ----------- 114
(10) مطلب: بارہ اماموں میں خلافت کو منحصر کرنے کا بیان ---------------- 115

(11) مطلب:عصمت کا بیان ------------------------------------ 116

(12) مطلب:امام علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت کا بیان --------------------------- 118

(13) مطلب: روافض کا حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے لیے اولاد ہونے کی نفی کرنا ----- 119

(14) غیر روافض کے جہنم سے نکلنے کے بارے میں روافض کے اختلاف کا بیان 121

(15) مطلب: اہلِ سنت کی مخالفت کرنے کا بیان ----------------------- 123

(16) مطلب: رجعت کا بیان -- 125

(17) مطلب: روافض کا اذان کا کلمات میں اضافہ کرنا -------------------- 127

(18) مطلب: دونمازوں کو اکٹھا کر کے پڑھنے کا بیان--------------------- 127

(19) مطلب:عصمت کا بیان-- 130

(20) مطلب: متعہ کا بیان-- 131

(21) مطلب: بغیر ولی اور گواہوں کے نکاح کا بیان ---------------------- 134

(22) مطلب: باندی سے وطی کرنے کو مباح کر دینے کا بیان---------------- 139

(23) مطلب: عورت اور اس کی پھوپی کو نکاح میں جمع کرنے کا بیان---------- 140

(24) مطلب: عورت کی دبر میں جماع کو مباح کہنا۔ اللہ کی ان پر پھٹکار ہو----- 142

(25) مطلب: پیروں پر مسح کرنے کا بیان------------------------------ 144

(26) مطلب: ایک لفظ سے تین طلاقیں دینے کا بیان --------------------- 147

(27) مطلب: تقدیر کی نفی کا بیان ---------------------------------- 150

(28) مطلب: روافض کی یہود سے مشابہت کا بیان----------------------- 151

(29) مطلب: روافض کی نصاریٰ سے مشابہت کا بیان -------------------- 156

(30) مطلب: روافض کی مجوس کے ساتھ مشابہت کا بیان ------------------ 156

(31) مطلب: روافض کا عاشوراء کے دن کو ماتم کرنا----------------------- 157

(32) مطلب: خاتمہ کا بیان: اللہ ہمیں حسنِ خاتمہ کی توفیق نصیب فرمائے------- 161

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ

از

الشیخ الفاضل ابوابراہیم بن عبدالوہاب الوصابی العبدلی حفظہ اللہ تعالیٰ

سب تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں۔ اور رب تعالیٰ کی صلوٰۃ وسلام ہو اس کے رسول پر اور اس کی آل پر، اور اس کے اصحاب پر اور ان سب پر جو ان سب سے محبت رکھتا ہے۔

امابعد:

میں نے مجدد اسلام الامام الشیخ محمد بن عبدالوہاب التمیمی رحمہ اللہ کا رسالہ ”الرد علی الرافضة“ کو دیکھا۔ رب تعالیٰ نے اہل جزیرہ اور اس کے اطراف واکناف کے لوگوں کو شیخ رحمہ اللہ کے علم سے خوب نفع پہنچایا، بلکہ روئے زمین اور بالخصوص عالم اسلام کے مشرق ومغرب کو شیخ کے علم سے نفع پہنچایا۔ شیخ رحمہ اللہ نے لوگوں کو رب تعالیٰ کی خالص توحید کی دعوت دی اور نہایت علم وبصیرت کے ساتھ انہیں بدعات اور اہل بدعات سے خبردار کیا اور ان سے بچنے کی تاکید کی۔ سو رب رحمن کے اولیاء اور توحید پرستوں نے شیخ سے والہانہ محبت کی۔ جبکہ بدعتیوں اور اولیائے شیطان کو آپ سے خاص بغض ونفرت تھی۔

شیخ رحمہ اللہ کے اس رسالہ کو برادر مکرم فاضل محقق عبدالرزاق بن صالح النہمی نے بڑی تحقیق کے ساتھ شائع کیا ہے۔ یہ رسالہ اہل بدعت کے چہروں کو واضح کرتا ہے اور بلاشبہ یہ بھی جہاد کی ایک قسم ہے۔

رب تعالیٰ اس رسالہ کے مؤلف ومحقق دونوں کو اپنی جناب سے جزائے خیر عطا فرمائے۔ اورہمیں اوران کو دین کے مددگاروں اورمحافظوں میں سے اور دین کومضبوطی سے تھامنے والا بنائے۔ اوراللہ ہمیں اپنے رسول کی سیرت کی طرف بلانے والا بنائے۔

اوراللہ کی رحمت ہو ہمارے نبی حضرت محمد مصطفی ﷺ پر، اورآپ ﷺ کی آل پراور آپ ﷺ کے سب اصحاب پر۔

ابوابراہیم محمد بن عبدالوھاب الوصابی العبدلی

23ربیع الثانی1426ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ

از

الشیخ الفاضل ابوذر عبدالعزیر بن یحییٰ البرعی حفظہ اللہ

الحمدللّٰه رب العالمين، وصلى اللّٰه على محمد وعلى آله وسلم.

وَبَعدُ: میں نے شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ کے مایۂ ناز رسالہ "الرد علی الرافضة" پر برادرم، فاضل، عالم جناب عبدالرزاق بن صالح النہی کے نہایت مفید حواشی دیکھے۔ بلا شبہ یہ حواشی بے حد مفید اور عمدہ ہیں۔ اور اس قابل ہیں کہ اس قیمتی رسالہ کے ساتھ ان کو بھی شائع کیا جائے۔ موصوف نے ان حواشی کو نہایت قابل قدر محنت کے ساتھ لکھا ہے۔

چونکہ یہ رسالہ اس کے جلیل القدر مؤلف کی بنا پر نہایت قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے، تو ان مفید حواشی کی قدر و قیمت کا بھی اَور بڑھ جانا ایک بدیہی امر تھا۔

رب تعالیٰ اس قیمتی رسالہ کے مؤلف رحمہ اللہ کو بے حد جزائے خیر عطا فرمائے، ان کی قبر کو نور سے بھر لے، اور اسے کشادہ فرمائے۔ اور روزِ محشر انہیں ان کا اعمال نامہ داہنے ہاتھ میں عطا فرمائے۔ اور اللہ ہمارے فاضل دوست برادرم عبدالرزاق بن صالح النہی کو ان کی عمدہ کوششوں پر جزائے خیر عطا فرمائے جو انہوں نے اس قیمتی رسالہ کو اور زیادہ مفید بنانے میں خرچ کیں۔

اور سب تعریفیں اسی اللہ کے لیے ہیں جو سب جہانوں کو پالنے والا ہے۔

راقم الحروف

عبدالعزیز بن یحییٰ البرعی

5 سفر 1426ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ

از

''الشیخ الفاضل ابونصر محمد بن عبداللہ الامام حفظہ اللہ تعالیٰ''

الحمدللّٰه، والصلوة والسلام علی رسول اللّٰه، وعلی آله وصحبه

امابعد: ہمارے فاضل دوست عبدالرزاق بن صالح النہمی نے العلامہ، المجدد محمد بن عبدالوھاب النجدی رحمہ اللہ کے شہرۂ آفاق رسالہ ''الرد علی الرافضة'' پر نہایت محنت کے ساتھ تحقیق کی ہے اور اس پر بے حد مفید اور قیمتی حواشی بھی لکھے ہیں۔تو جب یہ رسالہ اس قدر نفیس تھا، اور اس پر اس قدر قیمتی حواشی بھی لکھ دیے گئے تو اس رسالہ کا ''نور علی نور'' ہو جانا لازمی تھا۔

ہم رب تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ اس رسالہ سے لوگوں کو نفع پہنچائے۔اس کے تحقیقی نسخہ کی طباعت کو آسان فرمائے اور اس کے اصلاح شدہ اور درست نسخہ کی نشر و اشاعت کے اسباب مہیا فرمائے۔

میں اس بات پر رب تعالیٰ کی بے حد تعریف بیان کرتا ہوں کہ اس نے متقدمین ومتاخرین علمائے حدیث کو اس بات کی توفیق عطا فرمائی کہ وہ روافض وغیرہ گمراہ فرقوں کے باطل عقائد کو لوگوں کے سامنے لے آئیں۔ چنانچہ ان لوگوں نے روافض کے باطل عقائد کی خاک اڑا دی اور ان کو ملیا میٹ کر کے رکھ دیا۔

ہر زمانہ میں رب تعالیٰ اہل حق کی ایک ایسی جماعت کو مقرر فرما دیتے ہیں جو اہل باطل

کی گھات میں رہتے ہیں۔ ہمارے قریب زمانہ میں یہ سعادت جس کے نصیب میں آئی وہ ہمارے علامہ ہمارے شیخ اور بلند مرتبہ عالم ومجتہد شیخ عبدالرزاق بن صالح النہمی ہیں ۔آپ کو اہل بدعت کی طرف سے بالعموم اور یمن وغیرہ کے رافضیوں کی طرف سے بالخصوص بے حد مخالفت کا سامنا کرنا پڑا۔شیخ نے انہیں روشن دلائل اور واضح براہین کے ساتھ شکست دی حتیٰ کہ ان اہل بدعت کے بارے میں شیخ کی کتابیں اُمت کے لیے مرجع کی حیثیت اختیار کر گئیں۔ جیسے "الالحاد الخمینی فی ارض الحرمین" اور "ارشاد ذوی الفطن لا خراج غلاۃ الروافض من الیمن" اور "صعقۃ الزلزال لنسف اباطیل اهل الرفض والاعتزل"۔ ہمارے اس فاضل دوست کی کتابوں کا امتیازی وصف اہل باطل کی گمراہیوں کو کھول کھول کر بیان کرنا ہے جن میں موصوف نے خاص طور پر یمن کے روافض کے کردار کو نمایاں کر کے بیان کیا ہے۔ رب تعالیٰ نے انہیں اسلام کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے۔

ہم اپنے اس فاضل دوست عبدالرزاق سے اس بات کا پرزور التماس کرتے ہیں کہ وہ بحث وتحقیق اور تصنیف وتالیف کے اس مبارک سلسلہ کو جاری رکھیں۔ اور رب تعالیٰ سے اس بات کی دعا مانگتے ہیں کہ ہمارے علم میں برکت دے اور اس کو ہمارے لیے نفع بخش بنائے اور ہمیں وہ علم عطا فرمائے جو ہمارے لیے دنیا وآخرت میں کام آئے۔

راقم الحروف

ابونصر محمد بن عبداللہ الامام

14 سفر 1426ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ

از

''الشیخ الفاضل ابوعبدالرحمن یحییٰ بن علی الحجوری حفظہ اللہ

سب تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے اپنی کتاب میں یہ ارشاد فرمایا ہے:

(وَ مَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَ يَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَ نُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ؕ وَ سَآءَتْ مَصِيْرًا)﴿النساء: 115﴾

''اور جو شخص سیدھا رستہ معلوم ہونے کے بعد پیغمبر کی مخالفت کرے، اور مومنوں کے رستے کے سوا اور رستے پر چلے، تو جدھر وہ چلتا ہے، ہم اسے ادھر ہی چلنے دیں گے۔ اور (قیامت کے دن) جہنم میں داخل کریں گے۔ اور وہ بری جگہ ہے۔''

اور میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں۔ اس نے ہر چیز کو پیدا کیا، اور اس کا ایک اندازہ مقرر کیا۔ اور میں اس بات کی بھی گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں، جنہوں نے اللہ کے پیغام کو پورا پورا پہنچا دیا، اللہ کی امانت کو ادا کر دیا اور اللہ کی راہ میں بے حد جہاد کیا۔

امابعد! بے شک اہل باطل کا رد کرنا، اور ٹیڑھا چلنے والوں کے حال کو کھول کر بیان کرنا ہر اس شخص کا شیوہ ہے جو اللہ کے دین پر بے حد غیرت رکھتا ہو۔ جیسے اللہ تعالیٰ کے انبیائے کرام علیہم السلام اور ان کی پیروی کرنے والے لوگ جو اصحاب رسول، تابعین کرام اور قیامت تک ان حضرات کی پیروی کرنے والے لوگ ہیں۔

یہ کیا ہی عمدہ رسالہ ہے جس میں ان خبیث روافض کی ضلالتوں کو کھول کر بیان کیا گیا ہے۔ اور یہ بے حد مفید رسالہ امام، مجدد، مجاہد اور مصلح شیخ عبدالوہاب رحمہ اللہ کا علمی شاہکار ہے۔ بلاشبہ یہ رسالہ ہمارے ائمہ رحمہم اللہ کی ان کاوشوں میں سے ایک ہے، جو انہوں نے اس دین حنیف کے دشمنوں اور باغیوں کی یلغاروں کے آگے بند باندھنے، اور اس کی حفاظت کرنے، اور اس کے صاف پانیوں کو گدلا کرنے والوں کو مار بھگانے اور اس پر حملہ آور ہونے والوں کو پرے دھکیلنے کے لیے اختیار کیں۔

البتہ اس مفید رسالہ میں امام محمد بن عبدالوھاب رحمہ اللہ نے یہ مسلک اختیار کیا ہے کہ انہوں نے دلائل کو جمع کرنے پر زور دیا۔ اور ان کی تنقیح اور جانچ پرکھ کی طرف کوئی خاص توجہ نہ دی۔ چنانچہ اس رسالہ میں صحیح دلائل کے ساتھ ساتھ متعدد ضعیف دلائل بھی مذکور ہو گئے۔

حضرات ائمہ سنت کی علمی کاوشوں کو خراج تحسین پیش کرنے کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ ان مقدس ہستیوں کی کتابوں کی شرح، تحقیق اور تہذیب کرنے کی طرف خاص توجہ دی جائے اور ان کی علمی یادگاروں کی خدمت کی جائے۔

اور یہی وہ خدمت ہے جو ہمارے فاضل دوست الشیخ ابوبکر عبدالرزاق بن صالح النہمی حفظ اللہ نے امام مجدد کے اس نافع رسالہ میں سرانجام دی ہے۔ میں نے اس مفید رسالہ پر برادرم موصوف کی تحقیقات کا مطالعہ کیا ہے۔ سو میں نے دیکھا کہ ہمارے فاضل دوست نے اس رسالہ کی تحقیق کرنے کا اور اس پر مفید حواشی کو رقم کرنے کا حق ادا کر دیا ہے اور اس بلند پایہ علمی رسالہ کے شایانِ شان ہے۔ اللہ انہیں اس محنت کا بہتر بدلہ عنایت فرمائے۔

راقم الحروف

ابوعبدالرحمن یحییٰ بن علی الحجوری

22 ربیع الاول 1426ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ

از

عبداللہ بن محمد عثمان الزماری حفظہ اللہ

سب تعریفیں اس اللہ کے لیے جو اکیلا، سب پر غالب، قوت والا، بے حد بخشنے والا اور دن پر رات کو اوڑھانے والا ہے۔ اور میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں۔ اس نے ایمان والوں کے ساتھ چین کے گھر کا وعدہ کیا ہے جو ہمیشہ رہنے کا گھر ہے۔ جس کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔ اور اس نے ٹیڑھی راہ چلنے والوں، ضلالت اختیار کرنے والوں، گنہ گاروں اور منافقین و کفار کو اس بات کی وعید سنائی ہے کہ وہ ان کو ہلاکت کے گھر میں جا بسائے گا، اور وہ جہنم ہے، اور وہ بہت برا ٹھکانا ہے۔ اس نے ہدایت و ضلالت دونوں کے رستوں کو خوب کھول کر بیان کر دیا ہے، تاکہ جو بھی ہلاک ہو وہ دلیل سے ہلاک ہو، اور جو بھی زندگی پائے وہ دلیل سے زندگی پائے۔ اسی بات کو رب تعالیٰ نے ان الفاظ میں ارشاد فرمایا ہے:

(وَ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ وَ لِتَسْتَبِيْنَ سَبِيْلُ الْمُجْرِمِيْنَ) (الانعام: 55)

اور اسی طرح ہم (اپنی) آیتیں کھول کھول کر بیان کرتے ہیں (تاکہ تم لوگ ان پر عمل کرو) اور اس لیے کہ گنہ گاروں کا رستہ ظاہر ہو جائے۔''

اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد اللہ کے رسول ہیں، جن کا یہ ارشاد ہے: ''جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں جائے گا، اور جس نے میری نافرمانی کی، سو اس نے میرا انکار کیا۔'' اور ارشاد فرمایا: ''میں تم لوگوں کو مثل سفید (روشنی) کے چھوڑ کر جا رہا ہوں جس کی رات بھی

اس کے دن جیسی (روشن) ہے۔اور اس سے کج راہ وہی ہوگا جو ہلاک ہونے والا ہو۔‘‘

سو رب تعالیٰ کی صلوٰۃ وسلام ہو آپ ﷺ پر جب تک کہ یہ دن اور رات ایک دوسرے کے پیچھے آتے جاتے رہیں گے، اور آپ ﷺ کی آل اطہار پر جن کے بارے میں رب تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا ہے:۔

(اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَ يُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا)

(الاحزاب: 33)

’’اے (پیغمبر کے) اہل بیت! اللہ چاہتا ہے کہ تم سے ناپاکی (کا میل کچیل) دور کرے اور تمہیں بالکل پاک صاف کردے۔‘‘

اور آپ ﷺ کے ان نیکوکار صحابہ رضی اللہ عنہم پر، جن کے بارے میں رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

(مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا) (الفتح: 29)

’’محمد اللہ کے پیغمبر ہیں۔اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں، وہ کافروں کے حق میں تو سخت ہیں اور آپس میں رحم دل ہیں۔(اے دیکھنے والے!) تو ان کو دیکھتا ہے کہ (اللہ کے آگے) جھکے ہوئے، سربسجود ہیں۔‘‘

اور یہ بھی فرمایا:

(لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَ اَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا) (الفتح: 18)

(اے پیغمبر!) جب مومن تم سے درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے، تو اللہ ان سے خوش ہوا۔اور جو (صدق وخلوص) ان کے دلوں میں تھا، وہ اس نے معلوم

کرلیا، تو ان پر تسلی نازل فرمائی اور انہیں جلد فتح عنایت کی۔''

اور انہیں صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں یہ بھی ارشاد فرمایا:

﴿رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ ؕ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ ؕ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾ (المجادلہ: 22)

''اللہ ان سے خوش اور وہ اللہ سے خوش۔ یہی گروہ اللہ کا لشکر ہے۔ اور سن رکھو! اور اللہ ہی کا لشکر مراد حاصل کرنے والا ہے۔''

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں ارشاد فرمایا:

میرے اصحاب میری اُمت کے لیے امن کا باعث ہیں۔ سو جب میرے (سب) اصحاب (اس دنیا سے) چلے جائیں گے تو میری اُمت پر وہ (آزمائشیں) آئیں گی جن کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے۔''

اور ارشاد فرمایا:

''اور بے شک تم میں سے جو (میرے بعد) زندہ رہا تو وہ عنقریب بے حد اختلاف دیکھے گا۔ سو تم پر میری سنت، اور میرے بعد کے (آنے والے) خلفائے راشدین کی سنّت (کو پکڑنا) لازم ہے۔ ان کو اپنی داڑھ کے دانتوں سے مضبوطی سے تھام لو۔ اور نئی نئی باتوں (یعنی بدعات) سے بچو، کیونکہ ہر بدعت ضلالت (اور گمراہی) ہے۔''

اما بعد! میں اپنے فاضل دوست الشیخ عبدالرزاق بن صالح النہمی حفظہ اللہ کی امام مجدد الشیخ محمد بن عبدالوھاب التمیمی رحمہ اللہ کے مایۂ ناز رسالہ ''الرد علی الرافضة'' پر تحقیق اور حواشی کا مطالعہ کیا۔ امام رحمہ اللہ نے اپنے اس رسالہ میں روافض کے مذہب کو بیان کیا ہے اور انہیں کی کتابوں سے ان عقائد و اعمال کو بیان کیا ہے جن پر یہ روافض قائم ہیں، پھر کتاب وسنت کے محکم دلائل سے روافض کا مدلل اور کافی وشافی رد کیا ہے۔ جیسا کہ امام موصوف کا اپنا دیگر نافع کتب میں ایک دستور چلا آتا ہے، اور جیسا کہ ہمارے سب اسلاف کی بھی یہی شان

ہے۔ یہ رسالہ اپنے مندرجات میں ایک صادق انسان کی خیر خواہی اور شفقت و رحمت کا آئینہ دار ہے جس میں ان غالی روافض کے لیے ڈراوا بھی ہے۔ بلکہ اس رسالہ میں اس شیعہ مذہب سے وابستہ ہر شخص کے لیے خیر خواہی اور نصیحت ہے جس مذھب پر ایسا کوئی بھی انسان راضی نہیں ہوسکتا جس میں عقل ہو یا اسے اسلام کی معمولی سی بھی واقفیت حاصل ہو۔

اور بھلا ایسا ہو بھی کیسے سکتا ہے جبکہ شیعہ مذہب اسلام کے صریح منافی ہے اور ان عقائد و افعال کے سخت خلاف ہے جس پر اہل اسلام روز اوّل سے قائم چلے آرہے ہیں۔ بلکہ یہ مذھب تو اسلام اور مسلمانوں کے خلاف اعلان جنگ ہے۔ سو یہ روافض اللہ جل جلالہ پر جھوٹ بولتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ اللہ نے خاص جناب علی رضی اللہ عنہ کو ایک الگ سے قرآن عنایت فرمایا تھا جو ہمارے اس موجودہ قرآن کے علاوہ ہے۔ اور اس بات کے بھی قائل ہیں کہ اللہ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا پر ہمارے اس قرآن کے جیسا ایک قرآن تین مرتبہ اتارا جس میں ہمارے اس قرآن کا ایک حرف بھی نہیں تھا (یعنی وہ بالکل مختلف اور ایک اَور ہی قرآن تھا)۔ جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ اُس قرآن میں نماز، روزہ، حج زکوٰۃ وغیرہ کا کوئی ذکر نہ تھا، اور نہ ان احکام میں سے کچھ تھا جو ہمارے ہاتھوں میں موجود قرآن میں مذکور ہیں۔ یہ روافض اس بات کے بھی قائل ہیں کہ اللہ نے "سورۃ الولایۃ" نامی ایک سورت نازل فرمائی تھی۔ اس سے ان کی مراد ''ولایت علی'' ہوتی ہے۔ اس سب کے علاوہ بھی یہ روافض رب تعالیٰ پر بے شمار جھوٹ بولتے ہیں اور قرآن کریم پر زبانِ طعن دراز کرتے ہیں۔ مثلاً روافض یہ کہتے ہیں کہ: ''یہ قرآن تحریف شدہ ہے''، کبھی کہتے ہیں کہ ''یہ قرآن ناقص ہے''، کبھی یہ طعن کرتے ہیں کہ ''اس قرآن کا حافظ صرف جناب علی رضی اللہ عنہ ہی تھے یا پھر ائمہ اہل بیت تھے۔'' اس سے ان کی مراد یہ ہے کہ جناب علی رضی اللہ عنہ اور دوسرے ائمہ نے اس قرآن کو اپنے لیے خاص کر لیا تھا اور باقی مسلمانوں کے لیے اس میں کوئی حصہ نہ رکھا۔ بلاشبہ اگر ایسا ہوتا تو یہ اللہ، اس کے رسول اور باقی کے سب مسلمانوں کے ساتھ خیانت ہوتی۔ مزید اہل بیت کی مقدس ہستیوں پر

بھی طعن ہے حالانکہ وہ لوگ اس بات سے بالکل بَری تھے۔

یہ روافض اس بات کے بھی قائل ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے جناب علی رضی اللہ عنہ کو علم کے ایک ہزار باب سکھلائے پھر ان میں سے ہر باب کے ہزار باب تھے۔ یہ اس بات کے بھی قائل ہیں کہ ان کے پاس "الجامعة" تھی۔ یہ ایک صحیفہ تھا۔ جس کی لمبائی ستر ہاتھ تھی جو نبی کریم ﷺ کے ہاتھ کی پیمائش سے ہے۔ اس صحیفہ میں نبی کریم ﷺ نے اپنے منہ مبارک سے جناب علی رضی اللہ عنہ کو چند باتیں اِملا کروائیں جن کو جناب علی رضی اللہ عنہ نے لکھ لیا۔ اس میں حلال وحرام سے متعلقہ اور ہر وہ بات شامل تھی جس کی لوگوں کو حاجت تھی۔ حتیٰ کہ اس میں سر کے زخم کے تاوان اور بدن پر لگائی جانے والی معمولی سی خراش کے احکام بھی درج تھے۔ ان لوگوں کا یہ بھی کہنا ہے کہ ''ان کے پاس جناب آدم علیہ السلام سے ایک برتن چلا آتا ہے جس میں نبیوں اور وصیوں کا علم اور بنی اسرائیل کے گزشتہ علما کا علم موجود ہے۔'' ان کا کہنا ہے کہ ''ان کے پاس ''مَا كَانَ'' اور ''مَا يَكُوْنُ''، سب کا علم ہے جو قیامت تک ہونے والا ہے۔''

تب پھر جن علوم کا یہ روافض ذکر کرتے ہیں، وہ کدھر ہیں؟ اب یا تو اہل بیت نے ان علوم کو امت سے چھپا لیا ہے حالانکہ رب تعالیٰ تو یہ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَ الْهُدٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا بَيَّنّٰهُ لِلنَّاسِ فِى الْكِتٰبِ ۙ اُولٰٓئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللّٰهُ وَ يَلْعَنُهُمُ اللّٰعِنُوْنَ﴾ (البقرة: 159)

''جو لوگ ہمارے حکموں کو اور ہدایتوں کو جو ہم نے نازل کی ہیں (کسی غرض فاسد سے) چھپاتے ہیں، باوجودیکہ ہم نے ان لوگوں کے (سمجھانے کے) لیے اپنی کتاب میں کھول کھول کر بیان کر دیا ہے، ایسے لوگوں پر اللہ اور سب لعنت کرنے والے لعنت کرتے ہیں۔''

یا پھر ان روافض نے یہ سب نبی کریم ﷺ پر اور آپ ﷺ کے اہل بیت پر جھوٹ بولا ہے۔ حق یہ ہے کہ صحیح بات یہی دوسری بات ہے۔ حضرات اہل بیت کی پاکیزہ ہستیاں اس

جھوٹی تہمت سے بری ہیں۔ یہ روافض ان لوگوں کی تکفیر کرتے ہیں جنہوں نے قرآن وسنت کو اُمت تک پہنچایا، اور وہ عظیم ہستیاں حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہ ہیں، جن میں سرفہرست حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور وہ باقی کے عشرہ مبشرہ حضرات ہیں جن کے لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کی بشارت دی ہے۔ اب کیا ان مقدس ہستیوں کے بارے میں اس رسول کی شہادت کو قبول کریں جو ہر بات اللہ کی وحی کی روشنی میں کرتا ہے اور اس نے کبھی جی کی خواہش سے کوئی بات نہیں کی، اور اس رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان حضرات رضی اللہ عنہ کے ساتھ اپنی زندگی گزار دی، اور ان حضرات رضی اللہ عنہ نے اسلام کے لیے جو عظیم ترین خدمات سرانجام دیں، ان سب سے بخوبی واقف ہے، یا ان روافض کی باتوں کو مانیں جو حضرات صحابہ کریم رضوان اللہ علیہم اجمعین سے کئی صدیاں اور کتنے زمانوں کے بعد آئے اور جو حقیقی معنوں میں اپنی خواہشاتِ نفس کے غلام تھے؟؟!!!

یہ روافض اپنی کتابوں میں لکھتے ہیں: ''جو جناب حسین رضی اللہ عنہ کی قبر پر عید کے دن کے علاوہ آپ کے حق کو پہچانتے ہوئے آیا، اللہ اس کے لیے مقبول ومبرور بیس حج اور بیس عمروں کا ثواب لکھے گا؛ اور جو آپ کی قبر پر عید کے دن آیا، اللہ اس کے لیے سو حج اور سو عمروں کا ثواب لکھے گا، اور جو عرفہ کے دن جناب حسین رضی اللہ عنہ کے حق کو پہچانتے ہوئے ان کی قبر پر آئے گا، اللہ اس کے لیے مقبول ومبرور ہزار حج اور ہزار عمروں کا اور ایک نبی مرسل یا امام عادل کے ساتھ ہزار غزوں کا ثواب لکھے گا۔''

بے شک روافض اپنے اس کلام میں لوگوں کو اس بات کی دعوت دے رہے ہیں کہ وہ بیت اللہ الحرام کا حج چھوڑ دیں۔ دوسرے اس کلام میں قبروں کی تقدیس، مردوں کی تقدیس اور شرک باللہ کی بھی دعوت ہے۔ اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ یہاں روافض میدان کربلا کو بیت اللہ الحرام سے بھی افضل قرار دے رہے ہیں۔ چنانچہ ایک شاعر کہتا ہے:

ومن حديث كربلا والكعبة

لكربلاء بان علو الرتبة

’’جب کربلا اور کعبہ کی بات چلی تو کربلا کا بلند رتبہ کھل کر سامنے آ گیا۔‘‘

غرض روافض کی خرافات کی ایک طویل فہرست ہے، ان کی ضلالات بے حد بڑی ہیں۔ سو رب تعالیٰ اس رسالہ کے لکھنے پر اور اس میں جو خیر خواہی کی ہے، اس پر، شیخ محمد بن عبدالوهاب رحمہ اللہ کو بے حد جزائے خیر دے اور ان کے درجات کو بلند فرمائے۔ اور اللہ ہمارے فاضل دوست برادرم عبدالرزاق کو بھی جزائے خیر دے جنہوں نے اس مفید رسالہ کی تحقیق کا کام بخوبی سرانجام دیا اور پر مفید حواشی لکھے۔ بے شک اس مبارک کام پر وہ بے حد شکریہ کے مستحق ہیں۔

اور ہم اللہ سے دعا مانگتے ہیں کہ وہ اس تحقیق اور حواشی کو موصوف کے میزان عمل میں نیکی بنا کر رکھے اور مزید ایسے کاموں کے کرنے کی توفیق دے۔ بے شک اللہ ہی اس سب کا والی اور اس سب پر قادر ہے۔

راقم الحروف

ابو منیر عبداللہ بن محمد بن علی بن عثمان

2 ربیع الثانی 1426ھ

مقدمہ از محقق

سب تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جو سب جہانوں کا پروردگار ہے؛ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں۔ اور اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔

امابعد! چند برس قبل ہمارے شیخ الامام العلامہ المحدث ابوعبدالرحمن مقبل بن ھادی الوادعی رحمہ اللہ نے شیخ الاسلام، الامام المجدد محمد بن عبدالوھات تمیمی رحمہ اللہ کا ایک رسالہ "الرد علی الرافضۃ" میرے حوالے کیا کہ میں اس کی تحقیق اور اس کی احادیث کی تخریج کروں، پر رب تعالیٰ کی مشیئت سے یہ کام تاخیر کا شکار ہوتا رہا۔ کیونکہ میری کوشش تھی کہ مجھے کہیں سے اس قیمتی رسالہ کا مخطوطہ یعنی قلمی نسخہ ہاتھ لگ جائے۔ مگر افسوس کہ ایسا نہ ہو سکا۔ دوسرے یہ کہ میرے پاس بعض اہم مراجع بھی دستیاب نہ تھے۔

پھر ان دنوں میں اس قیمتی رسالہ کی تخریج و تحقیق کے لیے نئے سرے سے پر جوش اور پر عزم ہو گیا۔ یہ ایک نہایت اہم رسالہ ہے جس میں مؤلف نے کتاب وسنت کی روشنی میں روافض پر نہایت مدلل رد کیا ہے۔ آپ قرآن کریم میں ایک آیت اور احادیث رسول میں سے ایک حدیث پاتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے، اور رب تعالیٰ سچ فرماتے ہیں:

﴿بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ فَيَدْمَغُهُ فَإِذَا هُوَ زَاهِقٌ ۚ وَلَكُمُ الْوَيْلُ مِمَّا تَصِفُونَ﴾ (الانبیاء: 18)

"(نہیں) بلکہ ہم سچ کو جھوٹ پر کھینچ مارتے ہیں تو وہ اس کا سر توڑ دیتا ہے اور جھوٹ اسی وقت نابود ہو جاتا ہے۔ اور جو باتیں تم بناتے ہو، ان سے تمہاری ہی

خرابی ہے۔''

اور فرمایا:

﴿وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ ۭ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا﴾ (الاسراء: 81)

''اور کہہ دو کہ حق آ گیا اور باطل نابود ہو گا۔ بے شک باطل نابود ہی ہونے والا ہے۔''

اور فرمایا:

﴿اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَسَالَتْ اَوْدِيَةٌۢ بِقَدَرِهَا فَاحْتَمَلَ السَّيْلُ زَبَدًا رَّابِيًا ۭ وَ مِمَّا يُوْقِدُوْنَ عَلَيْهِ فِي النَّارِ ابْتِغَآءَ حِلْيَةٍ اَوْ مَتَاعٍ زَبَدٌ مِّثْلُهٗ ۭ كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْحَقَّ وَ الْبَاطِلَ ڛ فَاَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَآءً ۚ وَ اَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْاَرْضِ ۭ كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ﴾ (الرعد: 17)

''اسی نے آسمان سے مینہ برسایا۔ پھر اس سے اپنے اپنے اندازے سے نالے بہ نکلے، پھر نالے پر پھولا ہوا جھاگ آ گیا، اور جس چیز کو زیور یا کوئی اور سامان بنانے کے لیے آگ میں تپاتے ہیں، اس میں بھی ایسا ہی جھاگ ہوتا ہے۔ اسی طرح اللہ حق اور باطل کی مثال بیان فرماتا ہے۔ سو جھاگ تو سوکھ کر زائل ہو جاتا ہے، اور (پانی) جو لوگوں کو فائدہ پہنچاتا ہے، وہ زمین پر ٹھہرا رہتا ہے۔ اسی طرح اللہ (صحیح اور غلط کی) مثالیں بیان فرماتا ہے (تاکہ تم سمجھو)۔''

اسی طرح جب حق آتا ہے تو باطل بھاگ جاتا ہے اور باطل کو نابود کر دیتا ہے۔ شیخ رحمہ اللہ نے ان روافض پر رد کرتے ہوئے، ہر بات میں ان بنیادی مراجع پر اعتماد کیا جن سے خود روافض کے لیے بھی انکار کی گنجائش نہیں۔ ہاں کوئی رافضی تقیہ اور ہٹ دھرمی سے کام لے تو لے۔ اس رسالہ کی تحقیق میں میں نے اس نسخہ پر اعتماد کیا ہے جس کو میرے فاضل دوست برادرم دکتور ناصر بن سعد الرشید نے ضبط کیا اور اس پر حواشی بھی لکھے۔ رسالہ کی

عبارت میں جو اصلاحات انہوں نے کی ہیں میں نے ان کی طرف ''ن'' کے حرف کے ساتھ اشارہ کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ برادرم موصوف کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

اس رسالہ کی تحقیق وتعلیق میں میری کاوشیں:

(1) احادیث و آثار کی تحقیق وتخریج اور ان پر صحت وضعف کا حکم لگانا۔ البتہ حکمِ حدیث ''صحیحین'' کی احادیث کے علاوہ کی حدیث پر لگایا ہے کہ جو حدیث صحیحین میں یا دونوں میں سے کسی ایک میں بھی آتی ہیں، وہاں میں نے صرف اس کی تخریج پر ہی اکتفاء کیا ہے۔

(2) بعض ان احادیث کی بھی تخریج کی ہے جن کی طرف شیخ رحمہ اللہ نے متن میں صرف اشارہ کیا ہے۔

(3) بسا اوقات شیخ کسی موقع پر ایک ضعیف حدیث لے آتے ہیں، تو میں حتیٰ الامکان اس کی جگہ صحیح حدیث لے آتا ہوں۔

(4) میں نے بعض مواقع پر روافض کے رد میں دیگر مستند اکابر علماء کے اقوال بھی ذکر کیے ہیں اور ان سے شیخ کے مؤقف کی تائید کی ہے۔

(5) شیخ رحمہ اللہ نے اپنے رسالہ میں جن بعض شیعہ مصادر کی طرف اشارہ کیا ہے، میں نے ان کی بھی مراجعت کی اور ان کی طرف قول کو منسوب کیا۔ اور جو مصادر دستیاب نہ ہو سکے، ان کی نسبت ان اکابر علماء کی طرف کر دی جنہوں نے ان شیعہ اقوال کو ان کے مآخذ سے نقل کیا تھا۔ جیسے شیخ احسان الٰہی ظہیر رحمہ اللہ وغیرہ۔

(6) میں نے رسالہ کے آغاز میں شیخ کا مختصر ترجمہ اور مرحوم کی دعوت اور حیات کو بھی کسی قدر ذکر کر دیا ہے۔

(7) روافض کی تعریف اور اس فرقہ کے بانی کا تعارف بھی درج کر دیا ہے۔

رب تعالیٰ کے حضور دعا ہے کہ وہ ہمیں قول وعمل میں اخلاص کی دولت نصیب فرمائے۔ اور میری اس کاوش کو روز محشر میری میزان عمل میں نیکی بنا کر رکھ دے۔ اور یہ بھی دعا ہے کہ رب تعالیٰ اس رسالہ سے عامۃ المسلمین کو نفع نصیب فرمائے۔

راقم الحروف
ابوبکر عبدالرزاق بن صالح بن علی النہمی
یمن۔ ذمار۔ بروز جمعہ، بوقت صبح
بتاریخ یکم صفر 1426ھ

کلمہ شکر

سنن ابی داوَد میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ''اس نے اللہ کا شکر بھی ادا نہیں جو لوگوں کا شکر گزار ادا نہیں کرتا۔'' سو اس اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے شکر کے بعد جس نے ہم پر اپنی لاتعداد اور بے شمار نعمتوں کا انعام کیا، میں اپنے شیخ، الامام، العلامہ، المحدث جناب ابوعبدالرحمن مقبل بن ھادی الوادعی رحمہ اللہ کا بے حد شک گزار ہوں جن کا ہماری تعلیم وارشاد، تربیت اور سنت کی محبت اور علم کے شوق میں خصوصی کردار ہے۔

اور میں اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ ہدایت یافتہ لوگوں میں ان کا درجہ بلند کرے، ان کی قبر کو روشن کرے اور اس کو تاحد نگاہ کشادہ کرے۔ اور میں اپنے قابل تعظیم والدین کا بھی بے حد شکر گزار ہوں جنہوں نے ہمیں بچپن میں پالا، اور حصول علم کی بے حد ترغیب دی۔ پھر میں ان فضلاء مشائخ کا بھی شکر گزار ہوں، جنہوں نے اس قابل قدر رسالہ کی مراجعت کی، اور اس کا مقدمہ لکھا۔ جیسے: الشیخ لفاضل، اور بے حد قابل تعظیم ابوابراہیم محمد بن عبدالوھاب الوصابی العبدلی حفظہ اللہ۔ جنہوں نے اس رسالہ کی مراجعت کی اور ایک قیمتی مقدمہ لکھا۔

الشیخ الفاضل عبدالعزیز بن یحییٰ البرعی۔ ان کا صوبہ ''اِب'' مفرق جیش میں ایک دارالحدیث بھی ہے۔ موصوف نے اس رسالہ کی مراجعت میں میرے ساتھ مل کر بہت زیادہ محنت کی اور میں یہ کہنے میں غلط نہ ہوں گا کہ گویا کہ یہ ساری محنت انہیں کی محنت ہے۔ اللہ انہیں بے حد جزائے خیر عطا فرمائے۔

ان معاونین دوستوں میں ایک نمایاں نام الشیخ، الفاضل ابوعبدالرحمن یحییٰ بن علی

الحجوری حفظہ اللہ کا بھی ہے۔ موصوف دماج میں قائم دارالحدیث میں شیخ مقبل رحمہ اللہ کے نائب ہیں۔ موصوف نے اپنی گوناگوں مصروفیات کے باوجود اس قیمتی رسالہ کی مراجعت کا وقت نکالا۔ اور بعض ملاحظات بھی لکھے جو میرے لیے بے حد مفید ثابت ہوئے۔ رب تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس فاضل محقق کی حفاظت فرمائے۔ اور ہر برائی اور ناگواری کو ان سے دور رکھے۔

ان کے علاوہ ایک نام الشیخ، الفاضل ابونصر محمد بن عبداللہ الامام کا بھی ہے۔ جو 'معبر' میں قائم دارالحدیث کے بانی ہیں۔ اللہ انہیں جزائے خیر دے۔

ان حضرات میں ایک قابل قدر نام الشیخ الفاضل خطیب اہل سنت، عبداللہ بن محمد عثمان کا بھی ہے۔ جنہوں نے پوری توجہ کے ساتھ اس رسالہ کی مراجعت کی اور اس پر ایک مفید مقدمہ بھی لکھا۔ اللہ ان کو بھی بے حد جزائے خیر عطا فرمائے۔

پھر میں ان سب دوستوں کا بھی بے حد شکر گزار ہوں جنہوں نے اس رسالہ کو زیورطبع سے آراستہ کرنے میں میری کسی بھی طرح کی مدد کی ہے۔ چاہے نقل کرنے میں، یا ٹائپ کرنے میں یا مجھے بعض مآخذ ومراجع مہیا کرنے میں میری مدد کی۔ بالخصوص میرے فاضل دوست جو بڑے ملنسار اور خوش اخلاق انسان ہیں، ابوزید اسامہ بن عبدالکریم الوادعی جنہوں نے اس قیمتی رسالہ کی کمپوزنگ کی۔ اور میرے فاضل دوست ابوحذیفہ شمس الدین المنتصر اور جناب ابوحذیفہ ابراہیم بن محمد الفرزعی بے حد شکریہ کے مستحق ہیں جنہوں نے بعض مراجع عاریۃً مہیا کیے۔ اسی طرح الشیخ الفاضل عبداللہ بن ناجی الحداد بھی بے حد تعریف اور شکریہ کے مستحق ہیں جنہوں نے اپنے کتب خانے کے آزادانہ استعمال کی اجازت دی۔ ایک نام میرے فاضل دوست عبدالکریم بن سعد بن جبران الاضرعی العنسی کا بھی ہے۔ جنہوں نے اس قیمتی رسالہ "الرد علی الرافضة" کا ایک نسخہ مجھے ارسال کیا۔ اسی طرح میرے فاضل دوست احمد بن عبداللہ بن حسن العنسی، اور حسین الشراعی، اور حمود بن محمد الرونی بھی شکریہ کے مستحق ہیں جنہوں نے مجھے بعض مراجع مہیا کیے۔

میں اپنے ان سب بھائیوں کا بھی بے حد شکر گزار ہوں جو اس دعوت میں باہم مددگار ہیں۔ بالخصوص جناب العربی بن عبداللہ المیری، احمد بن یحییٰ الشجنی اور احمد بن علی الابہر بھی بے حد شکریہ کے مستحق ہیں۔ اس موقع پر فاضل شیخ جناب عبداللہ بن ناصر الصبّاری حفظہ اللہ کا شکریہ ادا نہ کرنا بے حد ناسپاسی ہوگی جنہوں نے دعوت کی مدد ونصرت میں میرا بے حد ساتھ دیا۔

اللہ ان سب کی حفاظت فرمائے اور انہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔

تعارف مؤلف رسالہ

الشیخ محمد بن عبدالوهاب رحمہ اللہ ①

(1) نام ونسب اور پرورش:

الشیخ، الامام، المجدد، شیخ الاسلام کا پورا نام یہ ہے: ''محمد بن عبدالوهاب بن سلیمان بن علی بن محمد بن احمد بن راشد بن برید بن مشرف التمیمی''۔

جائے ولادت:

آپ کا سن ولادت 1115ھ ہے۔ آپ ''عیینۃ'' میں پیدا ہوئے۔ یہ ریاض کے شمالی غربی علاقہ میں بلادِ نجد کا ایک قصبہ ہے۔ جو ریاض سے ستر کلومیٹر کی دوری پر واقع ہے۔

(2) پرورش:

آپ نے ''عیینۃ'' میں ہی پرورش پائی۔ ابتدائی تعلیم اسی بستی میں حاصل کی۔ دس برس کی عمر سے پہلے ہی قرآن کریم یاد کرلیا تھا۔ آپ غضب کے ذہین اور بلا کا حافظہ رکھتے تھے۔ فقہ حنبلی کی تعلیم خود اپنے والد سے حاصل کی۔ حدیث، تفسیر، عقائد اور بعض علوم شرعیہ ولغویہ بھی

---

① ویسے تو متعدد لوگوں نے شیخ رحمہ اللہ کا ترجمہ لکھا ہے۔ چنانچہ ''روضۃ الافکار والافہام: 36/1۔'' میں ابن غنام نے، ''عنوان المجد فی تاریخ نجد'' میں ابن بشر نے، ''الدر السنیۃ'' میں عبدالرحمن بن حسین نے، ''علماء نجد خلال ثمانیۃ قرون'' میں عبداللہ بن عبدالرحمن البسام نے، ''الاعلام'' میں زرکلی نے شیخ کا ترجمہ لکھا۔ شیخ ابن باز رحمہ اللہ نے بھی ''مجموع فتاوی 354/1'' میں شیخ کا اختصار کے ساتھ ترجمہ لکھا ہے اور آپ کی زندگی کے متعدد گوشوں پر روشنی ڈالی ہے۔ اس ترجمہ میں میں نے ''مجلۃ البحوث: 233/13'' کے مضامین سے بھی کافی استفادہ کیا ہے۔ میرے فاضل دوست محمد بن علی الضالعی نے ذکر کیا ہے کہ شیخ رحمہ اللہ کے 53 کے قریب مستقل تراجم لکھے گئے ہیں، اور دیگر 32 کتب تراجم میں شیخ مرحوم کا تذکرہ موجود ہے۔ جبکہ صرف مملکت میں 20 مستقل کتب شیخ رحمہ اللہ اور آپ کی دعوت سے متعلق لکھی گئی ہیں۔ ''محقق''

والد صاحب سے ہی پڑھے۔ ابتداء ہی سے شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ اور ان کے شاگرد رشید علامہ ابن قیم رحمہ اللہ کی کتابوں کو اہتمام سے پڑھتے تھے۔ آپ ان دونوں حضرات کی علمی تحقیقات سے بے حد متاثر تھے۔ چنانچہ صحیح عقیدہ پر چلنے اور لوگوں کو اس کی دعوت دینے، اور صحیح عقیدہ کی حفاظت کرنے، اور لوگوں کو شرک باللہ کے ارتکاب اور بدعات وخرافات میں جا پڑنے سے بچانے اور ڈرانے میں آپ نے انھی دونوں بزرگوں کے طریق کو اختیار کیا۔

(3) علمی اسفار:

آپ نے فریضہ حج کی ادائیگی اور حرمین شریفین کے علوم سے سیراب ہونے کے لیے مکہ مکرمہ کا سفر اختیار کیا۔ پھر مدینہ منورہ تشریف لے گئے وہاں آپ کی ملاقات دو جلیل القدر علما مشائخ سے ہوئی جن کا آپ کی زندگی پر گہرا اثر مرتب ہوا۔ ایک شیخ عبداللہ بن ابراہیم بن سیف النجدی، اور دوسرے شیخ محمد حیات بن ابراہیم السندھی ۔ پھر بصرہ کا سفر اختیار کیا، وہاں حدیث اور فقہ کی سماعت کی اور علم نحو کو پڑھا اور اسی میں خوب پختگی اور رسوخ حاصل کیا۔ وہاں آپ کی بصرہ کے ایک عالم شیخ محمد المجموعی البصری سے ملاقات ہوئی۔ پھر ''احساء'' کی طرف سفر اختیار کیا اور وہاں کے مشائخ سے ملے۔ جن میں مشہور عالم عبداللہ بن عبداللطیف القاضی کا نام بھی آتا ہے۔

(4) توحید کی دعوت کا قیام اور اہتمام:

پھر آپ ''حُرَیملا'' لوٹ آئے۔ کیونکہ آپ کے والد ''عیینہ'' میں قاضی تھی۔ آپ کے والد کا امیر شہر سے اختلاف ہو گیا، سو آپ 1139ھ میں ''حریملا'' منتقل ہو گئے تھے۔ شیخ نے اب وہاں سکونت اختیار کر لی اور لوگوں کو توحید کی دعوت دینے لگے اور انہیں شرک سے بچنے کی تاکید کرتے۔ حتیٰ کہ 1153ھ میں آپ کے والد اس دارِ فانی سے رخصت ہو گئے۔ اس پر بعض شریر اور فاسق وفاجر لوگوں نے آپ کے خلاف ایک سازش تیار کی۔ کیونکہ شیخ فسق وفجور کی بابت ان بے دینوں پر بے حد نکیر کیا کرتے تھے۔ چنانچہ ان نامرادوں نے شیخ

کو قتل کرنا چاہا۔ جب بعض لوگوں کو اس سازش کا علم ہو گیا تو یہ سازشی شہر سے فرار ہو گئے۔ بعد میں جب خود شیخ کو اس سازش کا علم ہوا تو آپ ''حریملا'' سے ''عیینہ'' منتقل ہو گئے۔ اس وقت عیینہ کا امیر عثمان بن معمر تھا۔ آپ نے اس پر اپنی دعوت کو پیش کیا۔ امیر نے آپ کو مرحبا کہا اور آپ کی مدد و نصرت کے لیے کمربستہ ہو گیا۔ اور زید بن خطاب کے مزار کے گنبد کو منہدم کرنے کے لیے آپ کا ساتھ دینے کو تیار ہو گیا۔ اور بعض گنبدوں اور پختہ قبروں کو بھی مسمار کیا۔ حتیٰ کہ ایک عورت کو رجم تک کرنے کے لیے آمادہ ہو گیا جس نے شادی شدہ ہوتے ہوئے زنا کے ارتکاب کا اقرار کیا تھا۔

سو جب قبہ مسمار ہوا اور عورت رجم ہوئی تو آپ کا معاملہ شہرت پکڑ گیا۔ چہار سو آپ کی دعوت کے چرچے ہونے لگے۔ لوگ آپ کا تذکرہ سن کر امنڈ آئے اور آپ کی مدد و نصرت کے لیے تیار ہو گئے۔ جس سے آپ کی دعوت قوت پکڑ گئی۔ جب حاکم احساء اور اس کے درباریوں کو آپ کی یہ ساری کارگزاری پہنچی کہ کیسے آپ نے گنبدوں کو مسمار کیا اور حدود شرعیہ کو نافذ کیا، تو وہ اپنی حکومت کی بابت خوف کھانے لگا۔ چنانچہ اس نے امیر عثمان کو حکم روانہ کیا کہ یا تو شیخ کو قتل کر دو یا پھر عیینہ سے دیس نکالا دے دو۔ اور اگر اس نے ایسا نہ کیا تو اس کا خراج روک لیا جائے گا۔ امیر عثمان نے اس حکومتی دباؤ کے آگے ہتھیار ڈال دیے اور شیخ کو عیینہ سے نکل جانے کا حکم دے دیا۔ چنانچہ آپ عیینہ سے درعیہ منتقل ہو گئے۔ یہ 1158ھ کا واقعہ ہے۔ درعیہ میں آپ محمد بن سویلم العرینی کے مہمان بنے۔ اسی دوران امیر شہر محمد بن سعود کو شیخ کی آمد کی خبر ہو گئی۔ کہتے ہیں کہ امیر کو خود امیر کی اہلیہ نے خبر دی تھی۔ سو بعض صلحاء نے امیر کی اہلیہ کے پاس آ کر کہا کہ محمد بن سعود کو اس شخص کے بارے میں بتلائیے اور انہیں اس شخص کی مدد پر آمادہ کیجیے۔ امیر شہر کی اہلیہ ایک دیندار اور تقویٰ والی خاتون تھی۔ سو جب امیر اہلیہ کے پاس آیا تو کہنے لگیں: ''اے امیر! اس نعمت غیر مترقبہ کی خوش خبری لیجیے۔ جس کو اللہ چلا کر آپ کے دروازے پر لے آیا ہے۔ یہ مسافر نوارد اللہ کا ایک نیک بندہ ہے جو لوگوں

کو اللہ کے دین، اس کی کتاب اور اس کے رسول کی سنت کی دعوت دیتا ہے۔ سو کیا خوب نعمت ہے یہ شخص۔ آپ اس کی مدد ونصرت میں جلدی کیجیے۔ اور اس میں ہرگز بھی توقف نہ کیجیے۔''

امیر نے اہلیہ کا مشورہ قبول کر لیا۔ اور اس نے کیا خوب کیا۔ اللہ اس پر رحم فرمائے۔ چنانچہ امیر شیخ سے ملنے محمد بن سویلم کے گھر گیا اور جا کر عرض کیا کہ: ''آپ کو امن اور نصرت کی مبارک ہو۔ شیخ نے ان سے فرمایا: ''تمھیں بھی نصرت کی اور اپنی حکومت ودولت کی مضبوطی اور عافیت حمیدہ کی مبارک اور بشارت ہو۔ یہ اللہ کا دین ہے۔ جو اس کی مدد کرے گا، اللہ اس کی مدد کرے گا۔ اور جو اس کی تائید کرے گا اللہ اس کی تائید کرے گا۔''

امیر نے یہ سن کر شیخ سے عرض کیا: ''میں اللہ کے دین، اس کے رسول کے دین اور جہاد فی سبیل اللہ پر آپ کے ہاتھ پر بیعت کر لیتا۔ لیکن مجھے اندیشہ ہے کہ جب ہم آپ کی مدد ونصرت کریں گے اور اللہ آپ کو اعدائے اسلام پر غلبہ دے گا، تو آپ کسی دوسری جگہ نہ چلے جائیں۔''

اس پر شیخ نے فرمایا: اپنا ہاتھ آگے کیجیے۔ (اس سے پہلے کہ آپ میری بیعت کریں) میں اس بات پر آپ کے ہاتھ پر بیعت کرتا ہوں کہ خون کے بدلے خون، ڈھانے کے بدلے ڈھانا اور مرتے دم تک تیرے ساتھ رہوں گا، تیرے شہر کو چھوڑ کر کبھی نہ جاؤں گا۔

یوں شیخ رحمہ اللہ اب درعیہ نہایت عزت ووقار اور مدد ونصرت کے ساتھ رہنے لگے اور لوگوں کو توحید کی دعوت دینے لگے اور انہیں شرک سے ڈرانے لگے۔ اب لوگ جوق در جوق بھی اور فرداً فرداً بھی آپ کی زیارت کے لیے آنے لگے۔ آپ نے عقائد، قرآن کریم، تفسیر، فقہ، حدیث اور اس کی اصطلاحات، اور علوم عربیہ وتاریخیہ کے دروس کا سلسلہ شروع کر دیا۔

آپ نے بلاد وامصار کے علما اور امراء سے خط وکتابت کا بھی آغاز کیا اور انہیں اللہ کے دین کی دعوت دینے لگے۔ حتیٰ کہ آپ کی دعوت ہر جگہ پھیل گئی۔ اور ساتھ ہی حاسدین کی بھی

تعداد بڑھنے لگی اور سب حاسدین آپ کے خلاف جمع ہونے لگے۔ حتیٰ کہ امیر نے ان نامرادوں کے خلاف شیخ کی مدد ونصرت کرنے کے لیے جہاد بالسیف کیا۔ یہ 1158 کا واقعہ ہے۔ پھر آفاق عالم میں شیخ کی آواز گونجنے لگی جس کی صدائیں آج بھی عالم اسلام کی فضاؤں میں سنائی دیتی ہیں۔ اور قیامت تک شیخ کی دعوت کی صدا قائم رہے گی۔

(5) حضرات علماء کرام کا شیخ رحمہ اللہ کو خراج تحسین:

علمائے کرام نے شیخ کے مقام ومرتبہ کو پہچانا اور آپ کی بے حد تعریف وتحسین کی۔ بلکہ آپ کے بارے میں کتابیں بھی لکھیں جیسے شیخ حسین بن غنام نے ایک کتاب لکھی جس میں موصوف کے ذکر میں بے حد طول بیانی سے کام لیا، اور ''روضة الافکار والافهام'' میں آپ کی سیرت پر مفصل کلام کیا۔ جبکہ شیخ عثمان بن بشر نے ''عنوان المجدفی تاریخ نجد'' نامی کتاب میں آپ کو خراج تحسین پیش کیا۔ شیخ مسعود الندوی نے ''المصلح المظلوم'' کے نام سے ایک کتاب لکھی۔ آپ کو قصیدہ کی شکل میں خراج تحسین پیش کرنے والے علما میں ایک نام علامۂ یمن محمد بن اسماعیل الامیر الصنعانی کا بھی ہے۔ چنانچہ موصوف نے شیخ کی شان میں ایک طویل قصیدہ لکھا جس کا مطلع یہ اشعار ہیں:

سلام علی نجد و من حل فی نجد
وان کان تسلیمی علی البعد لایجدی

سلام ہو نجد پر اور اس پر جو نجد میں اترا (اور بس گیا)، اگرچہ میرا یہ دور سے سلام چنداں نفع بخش نہیں۔

لقد صدرت من سفح صنعا سقی الحیا
رباها وحیاها بقهقهة الرعد

صنعا کے دامن سے زندگی کی نہر جاری ہوئی۔ اس نے رعد کے قہقہہ سے زندگی کو بھی زندگی بخشی اور اس کی پرورش کی۔

سرت من اسیر یُنشدالریح ان سرت

الایا صبا نجدمتی ھجت من نجد

ایک نغمہ سرا قیدی کے پاس سے جب ہوا گزرتی ہے تو وہ کہتا ہے کہ: اے نجد کی ہوا! جب تو نجد سے چلے۔

یذکرنی مسراك نجدا واھله

لقد زادنی مسراك وجداً علی

تو تیرے چلنے نے مجھے نجد اور نجد والوں کو یاد دلا دیا ہے۔ بے شک یہ تیرے چلنے نے میرے وجد کو اور بڑھا دیا ہے۔

قفی واسألی عن عالم حل سوحَها

به یھتدی من ضل عن منھج الرشد

اے صبا! تو ذرا ٹھہر، اور اس عالم کا پوچھ جو نجد کے کھلے میدان میں آ اترا ہے۔ جس کی تعلیمات سے ہدایت کی راہ سے بھٹکا ہدایت حاصل کرتا ہے۔

محمد الھادی لسنة احمد

فیا حبذا الھادی ویا حبذا المھدی

جس کا نام محمد ہے جو محمد احمد ﷺ کی سنت کی راہ دکھانے والا ہے۔ سو کیا ہی خوب دکھانے والا ہے اور کیا ہی خوب راہ پانے والا ہے۔

موصوف قصیدہ کے اخر میں یہ اشعار لکھتے ہیں:

وقد جاء ت الاخبارعنه بانه

یعیدلنا الشرع الشریف بما یبدی

ہمیں شیخ کے بارے میں متواتر یہ خبریں پہنچی ہیں کہ وہ ہمارے لیے شرع شریف کا انہیں باتوں سے اعادہ کر رہے ہیں جن باتوں سے اس کا آغاز ہوا تھا۔

وينشر جهرا ماطوى كل جاهل
ومبتدع منه فوافق ماعندى

اور شیخ ان تمام تعلیمات کو علی الاعلان کھول کر بیان کر رہے ہیں جن کو ہر جاہل اور بدعتی نے لپیٹ کر رکھ دیا تھا۔ سو وہ میرے پاس موجود تعلیمات کے موافق ہیں۔

ويعمر اركان الشريعة هادمًا
مشاهد ضلّ الناس فيها عندالرشد

اور وہ مزارات کو گرا کر شریعت کے ان ستونوں کی تعمیر کر رہے ہیں جن کی بابت لوگ راہ ہدایت سے بھٹک گئے تھے۔

اعادوا بها معنٰى سواع ومثله
يغوث وودّ بئس ذلك من وُدِّ

ان مزارات کے ذریعے ان لوگوں نے قومِ نوح کے مشہور بتوں ود، سواع، یغوث، یعوق اور نسر وغیرہ کی یاد کو دوبارہ زندہ کر دیا تھا۔ اور یہ کیا ہی برے بت تھے اور ان کی محبت کیا ہی بری تھی۔

وفد هتفواعند الشدائد باسمها
كمايهتف المضطر بالصمد الفرد

مصیبت کے وقت یہ لوگ ان مزاروں اور قبر والوں کا یوں نام لیا کرتے ہیں جیسے ایک مصیبت زدہ اللہ واحد وصمد کو پکارتا ہے۔

وكم عقروا فى سوحها من عقيرة
اهلت لغيرالله جهراعلى عمد

ان لوگوں نے نجد کے میدانوں میں علی الاعلان جان بوجھ کر نہ جانے کتنے جانور

غیراللہ کا نام لے کر ذبح کیے۔

وکم طائف حول القبور مقبّل
ومستلم الارکان منهن بالایدی

اور کتنے ہی لوگ ہیں جو ان مزاروں کے گرد طواف کرتے ہیں، اور اس کے کناروں کو بوسا دیتے ہیں اور اپنے ہاتھوں سے ان کا استلام کرتے ہیں۔①

شیخ رحمہ اللہ کو خراج تحسین پیش کرنے والوں میں ایک علامہ محمد بن علی الشوکانی رحمہ اللہ بھی ہیں جو یمنی علاقوں کے ''قاضی القضاۃ'' تھے۔ چنانچہ علامہ مرحوم اپنی کتاب 'البدر الطالع'' میں امیر مکہ غالب بن مساعد کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

''شیخ رحمہ اللہ کے رسائل پر (یہ بے حد عمدہ رسائل ہیں جو کتاب وسنت کے دلائل پر مشتمل ہیں اور بتلاتے ہیں کہ جواب دینے والا یہ عالم ان محققین علما میں سے ہے جو کتاب وسنت کے عارف ہیں) کلام کرتے ہوئے امیر مکہ کہتے ہیں۔۔۔۔۔۔الی آخرہ۔

علامہ رحمہ اللہ نے شیخ رحمہ اللہ کی وفات کے بعد ان کا ایک نہایت پُر درد مرثیہ بھی لکھا۔

علامہ ابن بدران ② اپنی کتاب ''المدخل : ص 447'' میں شیخ رحمہ اللہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

''العالم، الاثری، امام کبیر، محمد بن عبدالوھاب۔ آپ نے طلب علم کے لیے متعدد اسفار کیے۔ محدثین عصر نے آپ کو کتب حدیث وغیرہ کی روایت کی اجازت دی۔ سو جب آپ کا سینہ آثار اور علم سنت سے معمور ہو گیا، اور آپ حنبلی مذہب میں ماہر ہو گئے، تو آپ نے حق کی نصرت کا آغاز کیا اور اہل بدعت سے مقابلہ شروع کیا۔ اور ان جاہلوں نے اس دین میں جن باتوں کا اضافہ کیا تھا، ان کے خلاف کھڑے ہو گئے۔''

---

① دیوان الصنعانی : ص 128 ۔ 129۔

② منقول از : مقدمه "فتح الحمید" ۔ تحقیق: الولید بن عبدالرحمن الفریان : 17/1۔ "محقق"۔

ہمارے معاصر علماء میں سے جنہوں نے شیخ کی مدح کرنے کا حق ادا کیا ان میں سرفہرست الشیخ ابن باز، الشیخ الالبانی، الشیخ ابن عثیمین اور ہمارے شیخ الوادعی رحمہم اللہ کے نام نامی آتے ہیں۔

اس مقام پر میں شیخ الوادعی نے شیخ محمد بن عبدالوھاب رحمہ اللہ کی تعریف میں جو کچھ فرمایا ہے، میں اس میں سے چند اقتباسات قارئین کے سامنے پیش کرنا چاہتا ہوں۔ چنانچہ ہمارے شیخ الوادعی فرماتے ہیں جیسا کہ ''المصارعۃ : ص 400 ''میں لکھا ہے کہ جب ہمارے شیخ رحمہ اللہ سے شیخ محمد بن عبدالوھاب رحمہ اللہ کی دعوت کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا:

''شیخ رحمہ اللہ کی دعوت ایک بے حد مبارک دعوت تھی۔ جب تم شیخ رحمہ اللہ کے کتاب ''کتاب التوحید'' کو پڑھو گے تو دیکھو گے کہ شیخ رحمہ اللہ ہمیشہ قرآن وسنت سے استدلال کرتے ہیں۔ چاہے مسئلہ کا تعلق تعویز باندھنے اور گنڈوں سے ہو، یا غیراللہ سے دعا مانگنے سے ہو۔ اور چاہے ان کا تعلق قبروں کو پختہ بنانے سے باز رکھنے سے ہو۔تم دیکھو گے کہ ان کا استدلال قرآن وسنت سے ہی ہوتا ہے۔ رب تعالیٰ نے موصوف رحمہ اللہ کی دعوت سے اسلام اور مسلمانوں کو بے حد نفع بخشا......'' آگے چل کر لکھتے ہیں: ''غرض رب تعالیٰ نے شیخ محمد بن عبدالوھاب رحمہ اللہ کی دعوت سے مسلمانوں کو بے حد نفع بخشا۔ اور شیخ رحمہ اللہ کی کتابوں کی برکت سے بے شمار لوگوں کو رب تعالیٰ نے گمراہیوں سے نکالا اور بدعات اور خرافات میں پڑنے سے بچایا۔''

اسی کتاب کے ص 402 پر لکھتے ہیں: ''جو شیخ رحمہ اللہ کی دعوت کی حقیقت کو جاننا چاہتا ہے اسے میری یہی نصیحت ہے کہ وہ ''الدرر السنية'' کا مطالعہ کرے۔ اسے یوں لگے کہ جیسے وہ خود شیخ رحمہ اللہ کی مجالس میں بیٹھا ہے۔ گزشتہ میں ہم نے خود شیخ رحمہ اللہ کی کتاب ''کتاب التوحید'' کا مطالعہ کرنے کی بھی نصیحت کی ہے۔'' پھر یہ کہا کہ ''الدرر السنية'' کا بھی مطالعہ کریں، تاکہ اسے شیخ رحمہ اللہ کے رسائل کا تعارف حاصل ہو۔

اور اسے علم ہو کہ شیخ ایک ایسے مظلوم شخص تھے جن پر بے حد الزام تراشی کی گئی۔''

آگے ص 410 پر لکھتے ہیں: ''سو محمد بن عبدالوھاب امام ہدایت ہیں۔۔۔۔۔۔''

اور ص 412 پر یہ لکھتے ہیں: ''سوال کیا گیا ہے کہ کیا ہم شیخ رحمہ اللہ پر شیخ الاسلام کے لقب کا اطلاق کر سکتے ہیں؟ آیا یہ ان کی ذات میں غلو ہے یا واقعی وہ اس بات کے مستحق تھے؟'' تو اس کا جواب یہ ہے کہ ''ظاہر یہ ہے کہ آپ قرار واقعی اس عظیم لقب کے مستحق تھے۔ رب تعالیٰ نے آپ کی پاکیزہ دعوت سے بے شمار لوگوں کو نفع پہنچایا۔ اللہ نے آپ کی دعوت میں برکت دی اور مسلمانوں کو بہت نفع پہنچا۔ واللہ المستعان۔''

(6) شیخ رحمہ اللہ کے مشائخ:

آپ کے مشائخ مندرجہ ذیل ہیں:

(1) خود آپ کے والد ماجد شیخ عبدالوھاب بن سلیمان رحمہ اللہ

(2) الشیخ عبداللہ بن ابراہیم بن سیف۔ یہ "العذب الفائض فی علم الفرائض" کے مؤلف ابراہیم بن عبداللہ کے والد ماجد ہیں۔

(3) الشیخ محمد حیات بن ابراہیم السندھی۔

(4) الشیخ محمد المجموعی البصری۔

(5) الشیخ المسند عبداللہ بن سالم البصری۔

(6) الشیخ عبداللطیف العفالقی الاحسائی۔

(7) شیخ رحمہ اللہ کے تلامذہ:

آپ سے بے شمار طلباء نے علم حاصل کیا۔ ان میں سے چند ایک کے نام درج ذیل ہیں:

(1) الامام عبدالعزیز بن سعود۔

(2) الامیر سعود بن عبدالعزیز بن محمد۔

(3) خود آپ کی اولاد: الشیخ حسین، الشیخ علی، الشیخ عبداللہ، الشیخ ابراہیم۔

(4) آپ کا پوتا: ''فتح الحمید'' کا مؤلف الشیخ عبدالرحمن بن حسن۔

(5) الشیخ محمد بن ناصر بن معمر۔

(6) الشیخ عبداللہ الحصین

(7) الشیخ حسین بن غنّام

(8) شیخ رحمہ اللہ کی تالیفات:

آپ نے متعدد کتابیں لکھیں جن سے رب تعالیٰ نے مسلمانوں کو بے حد نفع پہنچایا۔ ان میں سے چند ایک کے نام یہ ہیں:

(1) کتاب التوحید

(2) اصول الایمان

(3) کشف الشبہات

(4) ثلاثۃ الاصول

(5) مفید المستفید فی کفر تارک التوحید

(6) مختصر فتح الباری

(7) مختصر زاد المعاد

(8) مسائل الجاھلیۃ

(9) فضائل الصلوٰۃ

(10) کتاب الاستنباط

(11) الرسالۃ فی ''الرد علی الرافضۃ''۔ اسی رسالہ پر ہماری یہ تحقیق و تعلیق ہے۔

(12) مجموعۃ الحدیث۔

1398ھ میں ریاض میں جامعۃ الامام محمد بن سعود کی زیر نگرانی اور زیر اہتمام ان میں سے اکثر کتابیں شیخ محمد بن عبدالوھاب کی تالیفات کے مجموعہ کے ضمن میں شائع ہو چکی ہیں۔

9- وفات حسرت آیات:

شیخ رحمہ اللہ بروز جمعہ ذی القعدہ کے اواخر میں 1206ھ میں 91 برس کی طویل عمر پا کر طویل جہاد، خیر وصلاح کی دعوت اور علم وتعلیم کی نشر واشاعت کے گوناں گوں فرائض سرانجام دینے کے بعد اس دارِ فانی کو الوداع کہہ گئے۔ آپ ''درعیۃ'' میں دفن ہوئے۔ رب تعالیٰ آپ پر رحمت فرمائے۔

متعدد شعراء نے آپ کے مرثیے کہے۔ جیسے علامہ شوکانی نے اپنے مرثیہ میں ان اشعار کو موزوں کیا:

مصاب وهى قلبى واذكى غلائلى
واصمى بسهم الافتجاع مقاتلى

میرا دل غم زدہ ہے اور میرے قاتل نے غم کے تیر سے میرے دکھوں اور مصیبتوں کو اور بھڑکا دیا ہے۔

مصاب به الدنيا قد اغبر وجهها
وقد شمخت اعلام قوم اسافل

اور میرے ممدوح کی موت پر دنیا بھی غم زدہ ہے، اس کا چہرہ گرد آلود ہو گیا ہے۔ آپ کی وفات سے کمینہ لوگوں کے پرچم بلند ہو گئے۔

لقد مات طودالعلم قطب رحى العلى
ومركز ادوار الفحول الافاضل

بے شک علم کا ایک پہاڑ اس دنیا سے چل بسا جو بلندیوں کے پاٹ کا محور تھا۔ اور بلند پایہ اصحاب فضیلت علما کی علمی کاوشوں کا محور ومرکز تھا۔

امام الهدی ماحی الردی قامع العدا
ومُروِی الصدی من فیض علم ونائل

آپ ہدایت کے امام، ہلاکتوں کو اور دین میں کیے جانے والے اضافوں کو مٹانے والے، دشمنوں کا قلع قمع کرنے والے اور سخت پیاس کی حالت میں علم وفیضان کے نالوں سے لوگوں کو سیراب کرنے والے تھے۔

محمد ذوالمجد الذی عز درکه
وجل مقاما عن لحوق المطاول

یہ شیخ محمد بن عبدالوھاب النجدی ہیں جو بزرگی والے ہیں جن کا بلند رتبہ بے حد قوی ہے اور جن کا مقام ومرتبہ اس بات سے بلند وبرتر ہے کہ کسی کی حرف گیری اور عیب جوئی انہیں جا پہنچے۔

لقد اشرقت نجد بنور ضیائه
وقام مقامات الهدی بالدلائل

نجد کی سرزمین آپ کے علم کی روشنی سے چمک اُٹھی اور آپ نے ہدایت کے مواقع کو دلائل کے ساتھ قائم اور مضبوط کیا۔

مصاب به ذابت حشاشة مهجتی
وعن حمله قد کل متنی وکاهلی

میں شیخ کی وفات پر بے حد غم زدہ ہوں حتیٰ کہ میری آخری سانس بھی پگھل گئی۔ اور غم کے اس بوجھ کو اُٹھانے سے میری کمر اور کندھوں کی بوٹی بوٹی شکست وریخت کا شکار ہوگئی۔

افق یا معیب الشیخ ما ذاتعیبه
لقد عبت حقا وارتحلت بباطل

اے شیخ میں عیب جوئی کرنے والے! ذرا ہوش میں آ! کہ تو شیخ میں کیسا عیب نکال رہا ہے تو تو حق پر عیب لگا رہا ہے اور باطل کی مدد کو جا رہا ہے۔

افیقوا افیقوا انه لیس داعیا
الی دین آباءٍ له وقبائل

ہوش میں آؤ، ہوش کے ناخن لو! کہ یہ شیخ اپنے آباء واجداد یا قبائل کے کسی دین کا داعی نہیں۔

دعا لکتاب اللّٰه والسنة التی
اتانابها طه النبی① خیر قائل②

انہوں نے تو اللہ کی کتاب اور سنت کی دعوت دی جس کو اللہ کا پیغمبر ﷺ لے کر آیا۔ جن کا ایک نام طہٰ بھی ہے۔ اور وہ سب سے بہتر بات کرنے والے ہیں۔

شیخ حسین بن غنام نے بھی آپ کے مرثیہ میں ایک طویل قصیدہ لکھا ہے جس کا مطلع یہ ہے:

الی اللّٰه فی کشف الشدائد نفزع
ولیس الی غیر المهیمن مفزع

مصیبتوں کے ٹالنے میں ہم اللہ ہی کی طرف فریاد کرتے ہیں کہ اس محافظ ونگران ذاتِ عالی کے سوا مصیبتوں میں کوئی جائے پناہ نہیں۔

لقد کسفت شمس المعارف والهدی
فسالت دماء فی الخدود وادمع

---

① یاد رہے کہ یہ بات درست نہیں کہ طہٰ نبی کریم ﷺ کے اسماء مبارکہ میں سے ایک ہے۔ علامہ ابن قیّم رحمہ اللہ ''تحفة المولود'' میں ذکر کرتے ہیں: ''یہ جو عوام میں معروف ہے کہ ''یٰسین اور طہٰ'' یہ نبی کریم ﷺ کے اسماء میں سے ہیں، یہ بات درست نہیں۔ کسی صحیح یا حسن یا مرسل حدیث میں اس کا ذکر نہیں ملتا۔ اور تو اور کسی صحابی کے اثر سے بھی منقول نہیں۔ ''محقق''۔

②دیوان الشوکانی : ص 160، طبع دارالفکر

افسوس کہ علوم ومعارف اور رشد وہدایت کا آفتاب گہنا گیا۔ سو رخساروں پر (آنسوؤں کے ختم ہونے کے بعد) خون بہنے لگے اور (اس سے قبل) آنسو بہتے رہے۔

امام اصیب الناس طرا بفقده

وطاف بهم خطب من البین موجع

وہ ایسا امام تھا کہ جس کے چلے جانے کی مصیبت سب لوگوں کو پہنچی۔ اور جدائی کی دردناک مصیبت نے سب کو گھیر لیا۔

واظلمت ارجاء البلاد لموته

وحل بهم کرب من الحزن مفظع

بلاد وامصار کے اطراف اس امام کی وفات کے غم میں تاریک ہو گئے اور ان پر خود غم کا کرب اتر پڑا۔

شهاب هوی من اُفقه وسمائه

نجم ثوی فی التراب واده بلقع

وہ ایک ستارا تھا جو اپنے اُفق اور آسمان سے ٹوٹ کر گر پڑا۔ وہ ایک روشن تارا جو آسمان سے گر کر مٹی میں دفن ہو گیا اور ایک ویران سرزمین نے اس کو اپنے اندر سمو لیا۔

وکوکب سعد مستنیر سناؤه

وبدرله فی منزل الیُمن مطلع

وہ سعادت کا ایک ستارا تھا جس کی روشنی جگمگاتی تھی۔ اور وہ چودھویں کا چاند تھا کہ سعادت کے گھر میں اس کی جائے طلوع تھی۔

وصبح تبدى للانام ضياؤه

فداجى الدياجى بعده مقعشع

وہ ایک صبح تھی کہ جس کی روشنی لوگوں کو ظاہر ہوتی تھی اور اُن کے بعد تاریک راتوں کی تاریکیاں چھٹ گئیں تھیں۔①

① "روضة الانظاروالافهام" المعروف به "تاريخ ابن غنام" اور "عنوان المجد فى تاريخ المجد"۔ 193/1۔

اور جو شیخ رحمہ اللہ کے تفصیلی احوال جاننا چاہے، وہ ان کتابوں کی مراجعت کرے جن کی طرف ہم نے اشارہ کیا ہے۔ ''محقق''۔

''روافض'' کا اور ''رافضیت کے بانی'' کا تعارف

رافضیت کی بنیاد رکھنے والا پہلا شخص عبداللہ بن سبا یہودی تھا جو یمن کے یہود میں سے تھا۔ ظاہر میں اسلام لے آیا تھا۔ پھر خلیفہ راشد سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں مدینہ منورہ آیا۔

ان لوگوں کو ''رافضہ'' کا نام اس لیے دیتے ہیں کہ انہوں نے جناب زید بن علی رضی اللہ عنہ کا اس وقت انکار کیا تھا جب ان بدبختوں نے جناب زید سے حصرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما سے براءت کا اظہار کرنے کا سوال کیا۔ پر انہوں نے حضرات شیخین رضی اللہ عنہم کے لیے رحمت کی دعا کی۔ اس پر وہ کہنے لگے کہ ''تب پھر ہم آپ کا انکار کریں گے۔'' یہ سن کر آپ نے فرمایا: ''دفع ہو جاؤ کہ تم لوگ رافضہ (یعنی انکار کرنے والے) ہو۔''

علامہ ذھبی رحمہ اللہ ''سیر اعلام النبلاء: 390/5'' میں فرماتے ہیں: ''عیسی بن یونس کہتے ہیں: یہ روافض جناب زید رضی اللہ عنہ کے پاس آکر کہنے لگے: ''جناب ابوبکر رضی اللہ عنہ اور جناب عمر رضی اللہ عنہ سے براءت کا اظہار کر دیجیے، تاکہ ہم آپ کی مدد کو آگے بڑھیں۔'' آپ نے فرمایا: ''نہیں بلکہ میں تو ان دونوں بزرگوں سے محبت کا اظہار کرتا ہوں۔'' اس پر وہ بولے: ''تب پھر ہم آپ کا انکار کرتے ہیں۔'' یہیں سے یہ (بے دین روافض) ''رافضہ'' کہلانے لگے۔''

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ ''مجموع الفتاوی: 435/4 میں فرماتے ہیں: امام احمد رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ رافضی کون کہلاتا ہے؟ تو فرمایا: ''وہ شخص جو جناب ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کو (معاذ اللہ) گالیاں دے۔ اسی سے ان کا نام رافضہ رکھا گیا۔ کیونکہ جب جناب زید بن علی رضی اللہ عنہ نے حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما جناب ابوبکر رضی اللہ عنہ وعمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ محبت کا اظہار کیا تو

ان رافضیوں نے جناب زید رضی اللہ عنہ کا انکار کیا۔ اور انہیں اس لیے بھی رافضی کہتے ہیں کہ ان کے سینوں میں حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کا بغض بھرا ہوتا ہے۔ سو ان دونوں بزرگوں سے سینہ میں کینہ اور بغض رکھنے والا رافضی کہلاتا ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ ''انہیں اس لیے بھی ''رافضہ'' کا نام دیا جاتا ہے، کیونکہ یہ ان دونوں جلیل القدر صحابہ جناب ابوبکر اور جناب عمر رضی اللہ عنہما کا انکار کرتے ہیں۔''

اسی کتاب میں امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ یہ بھی فرماتے ہیں کہ: ''رفض کی اصل منافقین اور زندیقوں نے رکھی۔ کیونکہ رفض کی بدعت کا بانی اور مؤسس ابن سبا زندیق تھا۔ اس نے جناب علی رضی اللہ عنہ میں غلو کو ظاہر کیا۔ وہ یوں کہ ان کے لیے امامت کا اور اس امامت کے لیے نص کا دعویٰ کیا۔''

اسی کتاب کی جلد 28، ص 483 میں امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''اہل علم کا قول ہے کہ رفض کا آغاز مشہور زندیق ابن سبا نے کیا۔ وہ یوں کہ یہ بظاہر خود کو مسلمان بتلاتا تھا جب کہ دل سے یہودی تھا۔ یہ اسلام کو بگاڑنا چاہتا تھا۔ جیسے اس ''پولس'' نصرانی نے جو دراصل یہودی تھا، نصرانیت کا روپ دھار کر دین نصاریٰ کو بگاڑ کر رکھ دیا۔''

ابن ابی العز الحنفی ''شرح الطحاویۃ: ص 490 میں فرماتے ہیں: (اس کتاب کی تحقیق علامہ البانی رحمہ اللہ نے کی ہے): ''رفض کی اصل یہ ہے کہ اس کو ایک منافق اور زندیق نے ایجاد کیا، اور اس کی غرض دین اسلام کو باطل ٹھہرانا اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات طیبہ میں (معاذ اللہ) عیب جوئیاں کرنا تھی۔ جیسا کہ علما نے اس کو ذکر کیا ہے۔ چنانچہ عبداللہ بن سبا یہودی نے جب جھوٹا اسلام ظاہر کیا تو اس کی غرض اپنے مکروفریب اور باطنی خباثت سے دین اسلام میں بگاڑ پیدا کرنا تھی، جیسا کہ پولس یہودی نے بظاہر نصرانی بن کر نصرانیت کو بگاڑ کر رکھ دیا۔ چنانچہ ابن سبا پہلے پہل ایک عبادت گزار بن کر سامنے آیا۔ پھر امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا فریضہ سرانجام دینے لگا۔ حتیٰ کہ اس نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف فتنہ کھڑا

کرنے اور آپ کو شہید کرنے کی بے حد کوشش کی۔ پھر جب یہ کوفہ گیا تو جناب علی رضی اللہ عنہ کی ذات میں بے پناہ غلو کو اور آپ کی نصرت وحمایت کو ظاہر کیا تاکہ اس غلو اور دعوت کی آڑ میں اپنے فاسد مقاصد کو حاصل کر سکے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جب اس کی فتنہ انگیزیوں کی خبر پہنچی تو آپ نے اس کو بلوا بھیجا، تاکہ اس کو قتل کر دیں۔ اس پر وہ بھاگ کر قرقیس کے پاس چلا گیا۔ ابن سبا کے احوال تاریخ میں مشہور ہیں۔''

کتب تاریخ بتلاتی ہیں کہ ابن سبا دراصل ایک یہودی تھا، پھر اس نے جھوٹ موٹ کا اسلام ظاہر کیا۔ یہ ایک منافق اور زندیق تھا۔ امام طبری نے اپنی ''التاریخ: 340/4۔ میں ذکر کیا ہے کہ ''ابن سبا صنعاء کا یہودی تھا۔'' ابن اثیر ''الکامل 77/3'' میں بیان کرتے ہیں کہ: ''ابن سبا یہودی کا تعلق صنعاء کے یہود سے تھا۔ اس کی ماں ایک حبشن تھی۔''

امام طبری رحمہ اللہ اپنی تاریخ میں 30ھ کے واقعات میں لکھتے ہیں: ''ابن سبا حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور انہیں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف خوب بھڑکایا۔ پھر حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کے پاس جا پہنچا۔ تو حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ نے اسے فرمایا: ''تم کون ہو؟ اللہ کی قسم! میرا خیال ہے کہ تم تو یہودی ہو۔''

میں کہتا ہوں کہ عبداللہ بن سبا تو نرا یہودی تھا جو اسلام کے پردے میں خود کو چھپاتا تھا۔

علامہ شہرستانی ''الملل والنحل'': 204/1۔ (طبع دارالمعرفہ) میں لکھتے ہیں: ''سبیہ، یہ اس عبداللہ بن سبا کے اصحاب کو کہتے ہیں جس نے جناب علی رضی اللہ عنہ سے یہ کہا تھا کہ: تم، تم۔ یعنی تم الٰہ ہو۔ جس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسے مدائن کی طرف جلا وطن کر دیا تھا۔ لوگوں کا گمان ہے کہ وہ دراصل یہودی تھا، پر بظاہر اسلام لے آیا تھا۔ جب یہ یہودی تھا تو جناب یوشع بن نون علیہ السلام کے بارے میں کہا کرتا تھا کہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وصی ہیں۔ اور ایسا ہی اسلام میں آکر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں کہا کرتا تھا۔ یہ پہلا شخص تھا جس نے یہ قول کیا تھا کہ جناب علی رضی اللہ عنہ کی ولایت کے بارے میں نص آئی ہے۔ پھر اس سے ان غالیوں کے

مختلف فرقے پھیلے۔ اس کا عقیدہ تھا کہ جناب علی رضی اللہ عنہ زندہ ہیں اور مرے نہیں۔ ان میں الٰہیت کا جز پایا جاتا ہے۔ ان پر کسی کا غالب آجانا یا ان پر کسی کی ولایت جائز نہیں۔ یہ جناب علی رضی اللہ عنہ ہی ہیں جو بادلوں میں سوار ہو کر آتے ہیں اور یہ رعد (بجلی کی کڑک) آپ کی آواز ہے۔ جبکہ برق (چمک) آپ کا تبسم ہے۔ اور آپ زمین پر دوبارہ اتریں گے۔ اور زمین کو عدل سے بھر دیں گے جیسا کہ یہ پہلے ظلم سے بھری تھی۔ ابن سبا نے یہ قول جناب علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد ایجاد کیا۔ پھر ایک جماعت اس کے گرد جمع ہو گئی۔ یہ پہلا فرقہ تھا جو توقُّف، غیبت اور رَجعت کا قائل تھا۔ یہ اس بات کا بھی قائل تھا کہ جناب علی رضی اللہ عنہ کے بعد اُلٰھی جزء ایک کے بعد ایک کر کے ائمہ میں تناسخ کے طریق سے منتقل ہوتا رہا۔ شہرستانی کہتا ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم اس معنی کو جانتے تھے اگرچہ وہ ابن سبا کی مراد کے خلاف تھا۔ یہ رہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہ جب حرم میں سزا کے طور پر ایک آدمی کی آنکھ پھوڑ دی گئی اور معاملہ آپ کے سامنے لایا گیا تو آپ نے اس بارے میں فرمایا کہ: ''بھلا میں اللہ کے ہاتھ کے بارے میں کیا کہوں جس نے اللہ کے حرم میں ایک آنکھ کو پھوڑ دیا؟'' سو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے بارے میں اس پر الٰہیت کا اطلاق کیا، کیونکہ آپ اس کے بارے میں یہ بات جانتے تھے۔''

عبداللہ بن سبا یہودی کا مختصر تعارف بھی علامہ ذھبی کی ''میزان الاعتدال'' اور حافظ ابن حجر کی ''لسان المیزان'' سے درج کیا جاتا ہے۔ چنانچہ علامہ ذھبی لکھتے ہیں: ''عبداللہ بن سبا یہودی غالی زندیقوں میں سے تھا۔ خود بھی گمراہ تھا اور اوروں کو بھی گمراہ کرتا تھا۔ میرا خیال ہے کہ جناب علی رضی اللہ عنہ نے اسے آگ میں زندہ جلوا دیا تھا۔'' جوزجانی کہتے ہیں: ''ابن سبا کا عقیدہ تھا کہ یہ موجودہ قرآن خود تیس اجزاء میں سے ایک جز ہے اور اس کا پورا علم جناب علی رضی اللہ عنہ کے پاس ہے۔ سو جناب علی رضی اللہ عنہ نے پہلے اس کے قتل کا ارادہ کیا لیکن پھر بعد میں اس کو جلاوطن کر دیا۔''

ابن عساکر کہتے ہیں:① ''اس کی اصل یمن سے ہے یہ یہودی تھا۔ پھر خود کو مسلمان ظاہر کیا پھر مسلمانوں کے شہروں میں خوب گھوما پھرا، تاکہ انہیں ائمہ کی اطاعت سے برگشتہ کرے اور ان میں فتنہ ڈالے۔ اسی غرض کے لیے ابن سبا جناب عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت میں دمشق داخل ہوا۔''

اس کے بعد ابن عساکر ''فتوح الشام'' میں سیف بن عمر تمیمی کی روایت سے مذکور ابن سبا کا ایک طویل قصہ نقل کرتے ہیں۔ البتہ اس قصہ کی اسناد صحیح نہیں۔

اور ابن ابی خیثمہ کے طریق سے مذکور ہے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں محمد بن عباد نے، وہ کہتے ہیں ہمیں سفیان نے عمار الدہنی سے بیان کیا، وہ کہتے ہیں کہ میں نے ابوطفیل کو یہ کہتے سنا کہ: ''میں نے مسیّب بن نجبہ کو دیکھا کہ وہ ''ملببہ''② کو کھینچے ہوئے لائے۔ جناب علی رضی اللہ عنہ اس وقت منبر پر تشریف فرما تھے۔ آپ نے دریافت فرمایا: ''اس کا کیا معاملہ ہے؟'' تو مسیب بن نجبہ بولے: ''یہ اللہ اور اس کے رسول پر جھوٹ بولتا ہے۔''③

ہمیں عمر مرزوق نے، وہ کہتے ہیں ہمیں شعبہ نے سلمہ بن کہیل سے اور انہوں نے زید بن وہب سے بیان کیا، وہ کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''بھلا میرا اس کالے مشکیزے سے کیا واسطہ؟!'' آپ کی مراد اس سے عبداللہ بن سبا تھا۔ یہ جناب ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما پر سب وشتم کیا کرتا تھا۔''④

محمد بن عثمان بن ابی شیبہ کے طریق سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں ہمیں محمد بن العلاء نے، وہ کہتے ہیں ہمیں ابوبکر بن عیاش نے مجالد سے، اور انہوں نے شعبی سے بیان کیا،

① تاریخ ابن عساکر : 30/29۔ (محقق)

② ملببہ سے مراد ابن سبا ہے۔ اور ملببہ کا معنیٰ ہے کہ جھگڑے کے وقت کسی کپڑے کو اس کے گلے پر اکٹھا کر کے اس کو کھینچنا۔ دیکھیں القاموس (محقق)

③ تاریخ ابن عساکر 7/29۔ اس کی سند حسن ھے (محقق)

④ تاریخ ابن عساکر 7/29۔ اس کی سند صحیح ہے (محقق)

وہ فرماتے ہیں کہ: ''سب سے پہلے جس نے (اللہ اور اس کے رسول پر) جھوٹ بولا، وہ عبداللہ بن سبا تھا۔''

ابویعلی الموصلی اپنی ''المسند'' میں بیان کرتے ہیں کہ ہمیں ابوکریب نے، وہ کہتے ہیں ہمیں محمد بن حسن الاسدی نے، وہ کہتے ہیں ہمیں ہارون بن صالح نے حارث بن عبدالرحمن سے اور انہوں نے ابُو جَلّاس سے بیان کیا، وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے سنا، آپ عبداللہ بن سبا سے فرما رہے تھے کہ: ''اللہ کی قسم! مجھ تک ایسی کوئی بات نہیں پہنچی کہ لوگوں میں سے کسی نے اس کو چھپایا ہو۔'' ابوجلاس کہتے ہیں ''میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے سنا کہ: ''قیامت سے پہلے تیس کذاب ہو گزریں گے۔ اور تم ان میں سے ایک ہو۔''①

ابواسحاق الفزاری، شعبہ سے، وہ سلمہ بن کہیل سے، اور وہ ابوالزعراء یا زید بن وھب سے بیان کرتے ہیں کہ سوید بن غَفلَہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں آپ کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ ''میں چند لوگوں کے پاس سے گزرا جو جناب ابوبکر رضی اللہ عنہ اور جناب عمر رضی اللہ عنہ کا تذکرہ (برائی کے ساتھ) کر رہے تھے اور ان کا گمان تھا کہ ان دونوں بزرگوں کے بارے میں آپ اپنے جی میں ایسے ہی خیالات رکھتے ہیں۔ ان لوگوں میں سے ایک عبداللہ بن سبا بھی تھا۔ اور حضرات شیخین رضی اللہ عنہما پر بدگوئی کرنے والا یہ پہلا شخص تھا۔'' اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: ''بھلا اس کالے مشکیزے سے میرا کیا واسطہ۔'' پھر فرمایا: ''اللہ کی پناہ! کہ میں اپنے دل میں ان دونوں بزرگوں کے بارے میں سوائے نیک بات کے اور کوئی بات رکھوں۔'' پھر آپ نے عبداللہ بن سبا کو حکم بھیج کر اسے مدائن کی طرف جلا وطن

---

① یہ اثر ثابت ہے۔ حضرت عبداللہ بن احمد بن حنبل نے اس کو ''السنۃ'' حدیث رقم 1325 میں، اور ابویعلی الموصلی نے اپنی ''المسند'': (449) میں، اور ابن ابی عاصم نے ''السنۃ'' (982) میں ذکر کیا ہے۔ علامہ ہیثمی ''مجمع الزوائد'': 333/7'' میں لکھتے ہیں: اس روایت کے رجال ثقہ ہیں۔ (محقق)

کر دیا۔ اور ساتھ ہی یہ (بددعا بھی) دی کہ: ''تم کبھی ایک شہر میں نہ رہ پاؤ گے۔'' پھر آپ منبر کی طرف اُٹھے اور اتنے میں لوگ آپ کے گرد جمع ہو گئے۔ آگے طویل قصہ مذکور ہے جس میں آپ نے حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کی بے حد تعریف بیان کی۔ آخر میں لکھا ہے کہ: ''خبردار! آئندہ مجھے کبھی کسی کے بارے میں یہ بات نہ پہنچے کہ وہ مجھے ان دونوں بزرگوں پر فضیلت دیتا ہے، وگرنہ میں اس کو کوڑوں کی وہ سزا دوں گا جو تہمت لگانے والے کو دی جاتی ہے۔''①

کتب تاریخ میں عبداللہ بن سبا یہودی کے بارے میں روایات مشہور ہیں۔ جبکہ خود اس سے کوئی بھی روایت مذکور نہیں۔ الحمدللہ۔ اس کے پیروکاروں کو سبئیہ کہا جاتا ہے۔ ان کا اعتقاد یہ ہے کہ جناب علی رضی اللہ عنہ میں الٰہیت پائی جاتی ہے۔ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں ان لوگوں کو زندہ جلوا دیا تھا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پہلے ان سبائیوں کو نصیحت کی، اپنے کفریہ عقیدوں سے باز آنے کو فرمایا۔ اور اپنی ضلالت وغوایت سے اللہ کے حضور توبہ کرنے کو کہا، لیکن جب اس ساری فہمائش کے باوجود یہ لوگ اپنے کفریہ عقیدوں سے پیچھے نہ ہٹے تو آپ نے اس یہودی عبداللہ بن سبا کے ماننے والوں کو زندہ جلوا دیا۔

صحیح بخاری: فتح الباری: 335/12، حدیث رقم 6922 میں ہے کہ: ہمیں ابونعمان محمد بن فضل نے، وہ کہتے ہیں ہمیں حماد بن زید نے ایوب سے اور انہوں نے عکرمہ سے بیان کیا، وہ فرماتے ہیں کہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حضور چند زندیقوں کو پیش کیا گیا، تو آپ نے انہیں زندہ جلا دینے کا حکم دیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کو جب یہ خبر پہنچی تو فرمانے لگے کہ اگر میں ہوتا تو انہیں زندہ جلا دینے کی سزا نہ دیتا۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات سے منع فرمایا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ''(خلق خدا کو) اللہ والا عذاب نہ دو۔'' البتہ میں انہیں قتل کر دیتا کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ: ''جو اپنا دین بدل دے اس کو قتل کر ڈالو۔''

① یہ اثر ثابت ہے۔ (محقق)

امام ابن حجر رحمہ اللہ اس کی حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں: ''ابوالمظفر اسفرائینی'' الملل والنحل'' میں لکھتا ہے کہ: ''حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ہی ان لوگوں کو آگ میں جلوایا تھا۔ یہ روافض کی ایک جماعت تھی جو آپ میں الٰہیت کی مدعی تھی۔ اور یہ سبائی تھے۔ ان کا سردار عبداللہ بن سبا یہودی تھا۔ بظاہر مسلمان تھا۔ اس قول کا بانی وہی تھا۔ ممکن ہے کہ اس کی اصل وہی ہو جس کو ہم نے تیسرے جز میں ابوطاہر مخلص کی حدیث میں اس طریق سے روایت کیا ہے کہ عبداللہ بن شریک العامری اپنے والد سے بیان کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ:

''جناب علی رضی اللہ عنہ سے عرض کیا گیا کہ یہ چند لوگ مسجد کے دروازے پر آئے کھڑے ہیں جو اس بات کا دعوی کرتے ہیں کہ آپ ان کے رب ہیں۔'' آپ نے انہیں بلوا کر فرمایا کہ ''تمہارا ناس ہو۔ یہ تم لوگ کیا کہتے ہو؟''

بولے: آپ ہمارے رب، ہمارے خالق اور ہمارے رازق ہیں۔

آپ نے فرمایا: ''تمہارا ناس ہو، میں بھی تمہارے جیسا ہی ایک آدمی ہوں۔ تمہاری طرح کھانا کھاتا ہوں اور تمہاری طرح پیتا ہوں۔ اگر میں نے اللہ کی اطاعت کی تو اُس نے چاہا تو مجھے ثواب دے گا۔ اور اگر میں نے نافرمانی کی تو مجھے ڈر ہے کہ وہ مجھے عذاب دے گا۔ اللہ سے ڈرو اور لوٹ جاؤ۔'' پر انہوں نے جانے سے انکار کر دیا۔

اگلی صبح وہ جناب علی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے۔ قنبر نے آکر بتلایا کہ اللہ کی قسم! وہ تو پھر آگئے۔ اور وہی باتیں کر رہے ہیں۔

فرمایا: ''انہیں اندر آنے دو۔'' انہوں نے پھر وہی باتیں کیں۔ جب تیسرا دن آیا تو آپ نے ان سے فرمایا:

''اگر تم نے یہ بات کی تو میں تمہیں نہایت بری طرح قتل کر دوں گا۔'' لیکن وہ نہ مانے اور وہی رٹ لگائے رکھی۔ تب آپ نے فرمایا:

''اے قنبر! میرے ساتھ آؤ اور ان کے لیے گڑھے کھودو۔'' چنانچہ ان کے لیے گڑھے

کھود دیئے گئے مسجد اور قصر کے درمیان۔

آپ نے فرمایا: ''گڑھے ذرا زیادہ گہرے کھودو۔'' پھر ایندھن منگوا کر ان گڑھوں میں پھینکا گیا۔ اور انہیں آگ لگا دی گئی۔

آپ نے ان سے فرمایا: ''میں تمہیں ان گڑھوں میں پھینکنے والا ہوں۔ یا پھر یہ کہ تم اپنی بات سے باز آجاؤ۔'' مگر ان لوگوں نے پھر بھی اپنی بات سے باز آنے سے انکار کر دیا۔

سو آپ نے انہیں بھڑکتی آگ کے گڑھوں میں پھنکوا دیا۔ اور پھینکتے وقت یہ اشعار پڑھے:

لما رأيت امرا منكرا
اوقدت ناری ودعوت قنبرا

''جب میں نے ایک کھلی برائی دیکھی تو آگ بھڑکائی اور قنبر کو بلوایا۔''

اس حدیث کی سند حسن ہے۔''

جبکہ عبداللہ بن سبا کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مدائن کی طرف جلا وطن کر دیا۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ وفات پا گئے اور ابن سبا کو آپ کی وفات کی خبر پہنچی، تو اس نے خبر دینے والے سے کہا کہ ''اگر تم علی کے دماغ کو ستر تھیلیوں میں بھی بھر لاتے اور اس پر ستّر عادل گواہ بھی قائم کر دیتے، تو بھی ہمارا یقین یہی ہوتا کہ نہ تو آپ قتل ہوئے ہیں اور نہ آپ مرے ہیں اور نہ مریں گے یہاں تک زمین کو عدل سے بھر دیں گے۔''①

ابن سبا یہودی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے وفات پا جانے کو موقع غنیمت جانا اور اپنے فاسد عقائد پھیلانے لگا جن کو اس کے رافضی پیروکاروں نے بلا تامل قبول کر لیا۔ سو اب یہ سب ان عقائد کو پھیلانے اور ان کی دعوت دینے لگے۔ اس بدبخت یہودی نے کیا کیا کرتوت کیے اور کن کن فاسد عقائد کو اُمت میں داخل کیا، ذیل میں اختصار کے ساتھ اس کی تفصیل درج

① فرق الشيعة : مؤلف النوبختی : ص 21، طبع كربلاء۔

کی جاتی ہے:

(1) اسلام سے نکل جانے والی ایک جماعت کی بنیاد رکھنا۔ اور یہ روافض ہیں۔

(2) خلیفۂ راشد حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے میں سرتوڑ کوشش کرنا۔

(3) صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم بالخصوص حضرت ابوبکر وعمر وعثمان رضی اللہ عنہم میں طعن اور ان کی تکفیر۔

(4) حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے وصیت کی نص کا عقیدہ۔

(5) رَجعت کا عقیدہ۔

(6) حضرت علی رضی اللہ عنہ اور آل بیت میں غلو۔

(7) بداء① کا عقیدہ۔

(8) حضرت علی رضی اللہ عنہ کے الہ ہونے کا عقیدہ۔

(9) حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نہ مرنے کا قول کرنا۔

روافض نے ان خبیث عقائد کو اسی یہودی ② سے لیا۔ یہ روافض آج تک انہیں عقائد کے مالک ہیں اور ان کا دفاع کر رہے ہیں۔ جیسا کہ ہمارے شیخ الوادعی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''الحاد الخمینی فی ارض الحرمین'': ص 110 (طبع دار الحدیث) میں اس بات کی صراحت کی ہے کہ:

① البداء: ان روافض کا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ پر بسا اوقات ایک ایسی بات بھی ظاہر ہوتی ہے جو پہلے اللہ پر مخفی اور پوشیدہ تھی۔ بے شک اللہ ان لوگوں کی اس بات سے بے حد بلند وبرتر ہے۔ اس کی مزید تفصیل کے لیے دیکھیں: ''بطلان عقائد الشیعۃ: مؤلف مولانا عبدالستار تونسوی: ص 23'' اور ''مسئلۃ التقریب بین اھل السنۃ والشیعہ: مؤلف: غفاری: 344/1۔

② یاد رہے کہ عبداللہ بن سبا یہودی کے تاریخی وجود کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔ جیسا کہ بعض لوگ یہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ ابن سبا محض ایک افسانوی کردار ہے۔ کتب تاریخ ابن سبا کی فتنہ پردازیوں کو ثابت کرتی ہیں۔ بلکہ خود شیعہ کی کتابیں ابن سبا کے کردار کو ثابت کرتی ہیں۔ ہمارے فاضل دوست علی الرازحی نے اپنی کتاب: ''توضیح النبأ عن مؤسس الشیعۃ عبداللہ ابن سباء بین اقلام السنۃ والشیعۃ وغیرھم'' میں ابن سبا یہودی کے کردار کو خوب کھول کر بیان کیا ہے۔ یہ کتاب مطالعہ کے لائق ہے۔ اسے ضرور دیکھا جائے۔

اُمید ہے کہ مسلمان عبداللہ بن سبا کے قصہ سے عبرت پکڑیں گے اور روافض کے خبث اور دسیسہ کاریوں سے بچیں گے، کیونکہ روافض کی دعوت کی بنیاد دھوکا ہی پر ہے۔ آج کے روافض کل کے روافض سے کتنے ملتے جلتے ہیں۔ یہ روافض آج بھی اسی عبداللہ بن سبا کے حقیقی پیروکار ہیں۔''

جب روافض کے عقائد یہودیت سے ماخوذ ہیں تو آپ کو متعدد امور میں یہ روافض یہود سے ملتے جلتے نظر آئیں گے۔ مؤلف رحمہ اللہ نے اس بارے میں پوری ایک فصل کو مختص کیا ہے۔

ان روافض کا ایک نام اور بھی ہے۔ انہیں ''اثنا عشریہ'' بھی کہا جاتا ہے، کیونکہ یہ بارہ اماموں کا عقیدہ رکھتے ہیں۔ یہ ''جعفریہ'' بھی کہلاتے ہیں جو امام جعفر صادق کی طرف نسبت کی بنا پر ہے۔ ان کا ایک نام ''اِمامیہ'' بھی ہے۔ کیونکہ ان کے نزدیک امامت صرف جناب علی رضی اللہ عنہ اور ان کی اولاد کے لیے ہی ہے۔ یہ لوگ ایک ''اِمامِ غائب'' کے انتظار میں رہتے ہیں جو اخیر زمانہ میں ظاہر ہوگا۔ اور رہا ان کا ''روافض'' کہلایا جانا تو اس کی وجہ گزشتہ میں بیان کر دی گئی ہے کہ انہوں نے زید بن علی رضی اللہ عنہ کی بات ماننے سے انکار کر دیا تھا۔ اس لیے ''رافضہ'' اور ''روافض'' کہلائے۔ ①

یہ بات ہر مسلمان کو جان لینی چاہیے کہ یہ روافض اسلام کے پکے دشمن ہیں۔ البتہ خود اسلام کو مٹانے کے لیے اسی اسلام کی آڑ میں چھپتے ہیں۔ لیکن اسلام کی مخالفت میں یہ اسلام کے ہر دشمن ومخالف کے ساتھی ہیں۔ اسلام دشمنی میں یہ ہر فاسق وفاجر کے دست وبازو ہیں۔ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ۔

ہمارے شیخ الامام الوادعی رحمہ اللہ اپنی کتاب ''ارشاد ذوی الفطن لِابعاد غلاۃ الروافض من

① الشیعة والتشیع" ۔ مؤلف احسان الٰھی ظھیر : ص 296۔

الیمن''ص 343 میں لکھتے ہیں:

''افسوس کہ ایک بہت بڑے شر نے اسلام اور مسلمانوں پر اہل بیت کے پردے میں حملہ کر دیا، بلکہ خود حضرات اھل بیت ایک عظیم شر کا شکار ہو گئے۔ اور اس کا سبب وہ لوگ تھے جو تشیع کی آڑ لیتے تھے۔ سو آخر وہ کون لوگ ہیں کہ جنہوں نے جناب علی رضی اللہ عنہ کے دل کو شدید ٹھیس پہنچائی۔ حتیٰ کہ آپ ان کے بارے میں یہ فرمایا کرتے تھے: ''اے وہ لوگو! جو مردوں کے مشابہ تو ہو، لیکن مرد نہیں ہو۔''

اور وہ کون تھا جس نے جناب حسن رضی اللہ عنہ کی سرین میں خنجر کا وار کیا؟

اور وہ کون تھا جس نے پہلے تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو دعوت دی پھر انہیں دشمنوں کے حوالے کر دیا؟

اور وہ کون تھا جس نے جناب زید بن علی رضی اللہ عنہ کو پہلے بلایا پھر انہیں دشمنوں کے حوالے کر دیا؟

اور وہ کون تھا جس نے اھل بیت کی مدد و نصرت کی آڑ میں نبوت کا دعویٰ کر دیا تھا؟ یہ اللہ کا دشمن مختار بن ابی عبید ثقفی تھا۔

اور وہ کون تھا جس نے اس باطنی مذھب کی دعوت دی جس کا ظاہر تو اھل بیت سے دوستی کا دم بھرتا تھا، جبکہ اس کا باطن کفر اور زندقہ سے بھرا ہوا تھا؟ سو ان لوگوں نے حرم کی حدود میں حاجیوں کے خون سے ہاتھ رنگے اور حجر اسود اکھاڑ کر ساتھ لے گئے؟

اور وہ کون تھا جس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اھل بیت پر جھوٹ گھڑے اور ان کی فضیلت کے بارے میں ایسی جھوٹی احادیث گھڑیں جو ان پاکیزہ ہستیوں کے مقام و مرتبہ کو گھٹاتی تھیں؟

اور وہ کون لوگ تھے جو خلافت اسلامیہ کی شکست و پسپائی کا اور بغداد پر تاتاریوں کے قبضہ کا سبب بنے؟ یہ دو غدار اور خائن تھے، ابن علقمی اور نصیر الدین طوسی۔ ان دونوں نے خود کو تشیع کے پردوں میں چھپایا ہوا تھا۔ پھر ان دونوں نے اللہ، اس کے رسول اور ایمان والوں

کے ساتھ خیانت اور غداری کا ارتکاب کیا۔ یہ نصیر الدین طوسی اپنے باطن میں اللہ کے ساتھ کفر کا عقیدہ رکھتا تھا۔

اور وہ کون تھا جس کے مسلمانوں کے خلاف یہود ونصاری کے ساتھ بڑے مستحکم تعلقات تھے؟

جی ہاں یہ روافض تھے، جیسا کہ ''البدایۃ والنھایۃ'' میں اس بات کی تصریح ہے۔

اور وہ کون ہے جو عصر حاضر میں یہود کے شانہ بشانہ مسلمانوں کے خلاف کھڑا ہے؟

جی ہاں! یہ روافض ہیں۔ یہ روافض ہی تو ہیں جنھوں نے فلسطینیوں کو کیمپوں میں بے دریغ قتل کیا۔

اور وہ کون ہے جو اسلام پر غیرت کی آڑ لیتا ہے، لیکن اس کے افعال اس بات کی شہادت دیتے ہیں کہ وہ اسلام کو سخت دھمکیاں دیتا ہے اور اس کے مٹا دینے کے درپے ہے؟

جی ہاں! یہ مشہور رسوائے زمانہ رافضی ملعون ''خمینی'' ہے جو ضلالت وغوایت کا امام تھا۔ خمینی کی سیاہ کارستانیوں کو جاننے کے لیے پڑھیے "وجاء دور المجوس"۔ جو ہمارے فاضل دوست عبداللہ محمد الغریب ① کی مایہ ناز تصنیف ہے۔

جب کوئی آدمی ان میں سے کسی کے بارے میں بات کرتا ہے تو یہ روافض فوراً اس پر یہ تہمت لگا دیتے ہیں کہ تمہیں اھل بیت سے بغض ہے۔

اور وہ کون لوگ ہیں جو اللہ رسول کی دعوت یعنی قرآن وسنت کی دعوت کی راہ میں آڑ ہیں؟

---

① یہ تالیف اس بات سے پہلے کی ہے کہ جب محمد بن سرور کے پاس ایک جماعت تھی اور وہ ''دماج'' شیخ مقبل رحمہ اللہ کی زیارت کے لیے آیا کرتا تھا۔ پھر بعد میں اس نے شیخ کے سامنے اس بات کا اعتراف کیا کہ اس کے پاس ایک جماعت ہے۔ شیخ مقبل رحمہ اللہ نے اسے حزب اللہ کی جماعت چھوڑ دینے کی نصیحت کی۔ پھر جب محمد بن سرور نے ''مجلۃ السنۃ'' نامی رسالہ جاری کیا تو شیخ اس سے بے حد خوش ہوئے۔ لیکن جب شیخ نے اس میں اہل علم پر طعن، حزبیت، اورسروریت دیکھی تو اس مجلہ کو ''مجلۃ البدعۃ'' کا نام دیا۔

جی ہاں وہ یہی روافض ہی تو ہیں۔'' شیخ وداعی رحمہ اللہ کا کلام ختم ہوا۔

جب ان رافضہ کا مؤسس ایک یہودی تھا تو تمہیں ان روافض میں اور یہودیوں میں بے حد زیادہ مشابہت نظر آئے گی۔ اسی لیے مؤلف رسالہ شیخ محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ نے اس رسالہ کے آخر میں ''روافض کی یہود کے ساتھ مشابہت'' کے نام سے ایک مستقل عنوان قائم کیا ہے۔

ان روافض کی یہود کے ساتھ مشابہت کے بارے میں امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے ''منہاج السنۃ : 22/1'' میں کیا خوب بات کہی ہے، چنانچہ وہ فرماتے ہیں: ''اسی لیے خباثت، ہوائے نفس کی پیروی اور دیگر یہودیانہ خصلتوں میں روافض اور یہود میں مشابہت پائی جاتی ہے۔'' جبکہ دوسری طرف غلو، جہالت اور نصاریٰ کے دیگر اخلاق میں ان میں اور نصاریٰ میں بے حد مشابہت پائی جاتی ہے۔ غرض یہ روافض بعض عادات میں یہود کے ساتھ اور بعض خصلتوں میں نصاریٰ کے ساتھ مشابہت رکھتے ہیں۔ لوگ آج تک ان روافض کے انہی یہودیانہ اور نصرانی اخلاق کو بیان کرتے آئے ہیں۔''

علمائے کوفہ میں سے امام شعبی وغیرہ ان روافض کو سب سے زیادہ جانتے ہیں۔ امام شعبی بیان کرتے ہیں:

''میں نے ان ''خشبیہ''① سے زیادہ احمق لوگ نہیں دیکھے۔ اگر یہ لوگ پرندوں میں سے ہوتے تو ''رَخَم''② ہوتے۔ اور اگر چوپایوں میں سے ہوتے تو ''گدھے'' ہوتے۔ اللہ کی قسم!

---

① یہ ایک فرقہ ہے جو خشب یعنی لکڑی کی طرف منسوب ہے۔ کیونکہ یہ لوگ اس بات کے قائل تھے کہ کفار کے ساتھ قتال تلواروں کے ساتھ نہیں بلکہ لکڑیوں کے ساتھ کیا جائے گا۔

② رَخَم : ایک قسم کا پرندہ۔ اس کی واحد رَخَمَۃٌ آتی ہے۔ دھوکا دینے اور بے وقوف ہونے میں مشہور ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ گندگی بڑی پھیلاتا ہے۔ اسی سے عربوں کا یہ قول ہے کہ جب کوئی پانی بدبو مار جائے تو کہتے ہیں کہ یہ پانی تو رخم بن گیا ہے۔
دیکھیں: لسان العرب: 235/12 مطبوعہ بیروت۔

اگر میں ان لوگوں سے یہ مطالبہ کروں کہ میرے گھر کو سونے سے بھر دو کہ پھر میں جناب علی رضی اللہ عنہ پر سب وشتم کروں اور ان پر جھوٹ بولوں گا، تو یہ اس قدر سونا مجھے دینے کے لیے تیار ہو جائیں۔ لیکن اللہ کی قسم! میں حضرت علی رضی اللہ عنہ پر کبھی جھوٹ نہ بولوں گا۔''

یہی کلام امام شعبی سے زیادہ تفصیل کے ساتھ بھی منقول ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ وہ مضبوط اور مفصل کلام اوروں کا ہے نا کہ امام شعبی کا۔ جیسا کہ ابوحفص ابن شاہین نے ''اللطیف فی السنۃ'' میں روایت کیا ہے کہ:

''ہمیں محمد بن ابی القاسم بن ہارون نے، وہ کہتے ہیں ہمیں احمد بن ولید الواسطی نے، وہ کہتے ہیں، مجھے جعفر بن نصیر الطوسی نے عبدالرحمن ① بن مالک بن مغول سے اور انہوں نے اپنے والد سے بیان کیا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ مجھے شعبی نے بیان کیا کہ:

''میں تمہیں ان گمراہ کر دینے والی خواہشات سے بچنے کی تاکید کرتا ہوں اور ان میں سے سب سے بدتر خواہش نفس والے رافضہ ہیں۔ یہ لوگ اسلام میں نہ تو کسی رغبت سے داخل ہوئے اور نہ کسی ڈر سے۔ البتہ انہیں اہل اسلام سے نفرت اور بغض ہے۔ اور یہ ان پر سرکشی کرنے اور ظلم ڈھانے کے لیے اسلام میں داخل ہوئے ہیں۔ جناب علی رضی اللہ عنہ نے انہیں آگ میں زندہ جلا دیا تھا اور انہیں دوسرے شہروں کی طرف دیس نکالا بھی دے دیا تھا۔''

انہیں میں سے ایک عبداللہ بن سبا یہودی ہے جو صنعاء کے یہود میں سے تھا۔ جناب علی رضی اللہ عنہ نے اسے ''ساباط'' کی طرف جلا وطن کر دیا تھا۔ اور ایک عبداللہ بن یسار تھا، اسے خازر کی طرف جلا وطن کر دیا تھا۔

اس کی نشانی یہ ہے کہ رافضہ کی آزمائش اور ابتلاء بالکل یہود کی آزمائش وابتلاء جیسا ہے۔

- یہود کہتے ہیں کہ حکومت و بادشاہی صرف آل داؤد میں ہی رہے گی۔ بعینہ یہ روافض بھی یہی کہتے ہیں کہ یہ امامت صرف آل علی کے ہی لائق ہے۔

---

① امام احمد اور دارقطنی کہتے ہیں: یہ متروک ہے۔ ''المیزان: 584/2۔''

- یہود کہتے ہیں کہ جب تک مسیح دجال نہ نکل آئے اور آسمان سے تلوار نہ اترے، جہاد فی سبیل اللہ نہیں۔ اسی طرح روافض بھی کہتے ہیں کہ جب تک مہدی نہ نکلے گا اور آسمان سے ایک ندا کرنے والا ندا نہ کرے گا، جہاد فی سبیل اللہ نہ ہوگا۔
- یہود بھی مغرب کی نماز کو اس وقت تک مؤخر کر کے پڑھتے ہیں جب تارے گنجان ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح یہ روافض بھی نماز مغرب کو تاروں کے گنجان ہو جانے کے وقت تک مؤخر کرتے ہیں۔ جبکہ ایک حدیث میں نبی کریم ﷺ سے روایت ہے۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

  ''میری اُمت اس وقت تک فطرت پر رہے گی جب تک کہ وہ مغرب کی نماز کو ستاروں کے گنجان ہونے تک مؤخر نہ کریں گے۔''①
- پھر یہ یہود عبادت کرتے وقت قبلہ سے قدرے مڑتے ہیں۔ ایسے ہی یہ رافضہ بھی کرتے ہیں۔
- یہود اپنی نمازوں میں سر کو ہلاتے اور کندھوں کو اچکاتے ہیں۔ روافض بھی اپنی نمازوں میں ایسا ہی کرتے ہیں۔
- یہود اپنی نمازوں میں کپڑوں کو (جیسے چادر اور رومال وغیرہ کو) لٹکاتے ہیں۔ یہ روافض بھی ایسا ہی کرتے ہیں۔
- یہود عورتوں کی عدت کے قائل نہیں۔ روافض بھی عدت کے قائل نہیں۔
- یہود نے تورات میں تحریف کی تو ان روافض نے قرآن میں تحریف کی۔
- یہود اس بات کے قائل ہیں کہ اللہ نے ہم پر پچاس نمازیں فرض کر رکھی ہیں۔ یہی قول نمازوں کے بارے میں روافض کا بھی ہے۔
- یہود مسلمانوں کو اخلاص کے ساتھ سلام نہیں کرتے اور بجائے سلامتی بھیجنے کے بددعا

---

① سنن ابی داود: رقم الحدیث 418 عن عقبۃ بن عامر رضی اللہ عنہ۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے ''صحیح الجامع'' حدیث رقم 7258 میں اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔

دیتے ہیں ہوئے ’’السام علیکم۔ کہتے ہیں۔ ’’سام‘‘ موت کو کہتے ہیں یعنی تمہیں موت پڑے۔ یہ روافض بھی سنیوں کو بلانے اور سلام کرنے میں مخلص نہیں بلکہ بددعائیں دیتے ہیں۔

- یہود جری، مرماھی اور ارنب① کو نہیں کھاتے۔تو روافض بھی ان کی پیروی میں یہ سب کچھ نہیں کھاتے۔
- یہود موزوں پر مسح کے قائل نہیں تو روافض بھی موزوں پر مسح کو نہیں مانتے۔
- یہود سب لوگوں کے اموال کو اپنے لیے حلال سمجھتے ہیں۔ دوسروں کے اور بالخصوص سنّی مسلمانوں کے اموال کے متعلق روافض کا بھی یہی عقیدہ ہے۔
- یہود کے بارے میں رب تعالیٰ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا ہے:

﴿قَالُوا لَيْسَ عَلَيْنَا فِي الْأُمِّيِّينَ سَبِيلٌ﴾ (آل عمران: 75)

’’یہ یہودی کہتے ہیں کہ اُمیوں کے بارے میں ہم سے مؤاخذہ نہ ہوگا۔‘‘

ان روافض کا بھی یہی عقیدہ اور معاملہ ہے۔

- یہود نماز میں سجدہ اپنی بنائی ہوئی مٹی یا پتھر کی ٹکیوں پر کرتے ہیں۔ یہ روافض بھی مٹی کے گول ٹکڑوں پر سجدہ کرتے ہیں۔
- یہود اس وقت تک سجدہ نہیں کرتے جب تک یہ اپنے سروں کو متعدد بار رکوع کی طرح جُھلا نہیں لیتے۔ یہ روافض بھی سجدہ میں جانے سے قبل کئی بار سر کو ہلاتے اور جنبش دیتے

---

① الجری: یہ مچھلی کی ایک خاص قسم ہے۔ یہود یہ مانتے ہیں کہ دراصل یہ یہود کی ایک اُمت تھی جسے مسخ کر کے مچھلی کی صورت بنا دیا گیا۔ الحیوان : 397/1۔

المرماھی : یہ بھی مچھلی کی ایک قسم ہے جو سانپ کے مشابہ ہوتی ہے۔ البتہ سانپ نہیں ہوتی۔ الحیوان : 129/4۔

ارنب : یہ خرگوش کو کہتے ہیں۔ اصل متن میں یہ لفظ ’’ذناب‘‘ لکھا ہے جو بظاہر تسامح لگتا ہے۔ درست لفظ ارنب ہے۔ جیسا کہ المنہاج کے ص 20 پر شعبی کا قول ہے۔ ان یہود نے خرگوش اور تلّی کو اپنے تئیں حرام قرار دے رکھا ہے۔تو ان رافضیوں نے خرگوش اور تلّی کو حرام بنایا ہوا ہے۔

حاشیہ از ”منہاج السنة“ بتصرف۔

ہیں اور اس کو مثل رکوع کے جھکاتے ہیں۔

- یہود کو جناب جبرئیل علیہ السلام سے بڑا بغض ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ سب فرشتوں میں یہی ایک فرشتہ ہے جو ہمارا دشمن ہے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام کے بارے میں یہی خیالات ان روافض کے بھی ہیں۔ ان کا ماننا ہے کہ جناب جبرئیل علیہ السلام سے حضرت محمد ﷺ پر وحی کے لانے میں خطا سرزد ہوئی۔
- ادھر جب نصاری کی بداطواریوں کو دیکھیے تو روافض نے بری عادات کو ان سے لینے میں بھی بخل سے کام نہیں لیا۔ چنانچہ عورتوں کا مہر مقرر نہ کرنے میں یہ نصاری کے موافق ہیں۔ نصاری عورتوں سے تمتع کر لیتے ہیں لیکن ان کو ان کا مہر نہیں دیتے۔ یہی حال ان روافض کا بھی ہے۔ یہ متعہ کی شادی رچاتے ہیں اور متعہ کو حلال سمجھتے ہیں۔
- البتہ دو خصلتیں ایسی ہیں کہ ان میں یہود اور نصاری ان روافض سے بہتر اور افضل ہیں۔

ایک یہ کہ جب یہود سے یہ پوچھا جاتا ہے کہ تمہاری ملت میں روئے زمین کے سب سے بہتر لوگ کون ہیں؟ تو وہ جواب دیں گے کہ جناب موسیٰ علیہ السلام کے حواری اور ساتھی۔ اور جب نصاری سے یہی سوال کیا جائے تو ان کا جواب یہ ہوتا ہے کہ جناب عیسیٰ علیہ السلام کے حواری اور ساتھی۔ لیکن جب ان روافض سے پوچھا جائے کہ تمہاری ملت کے سب سے برے لوگ کون ہیں؟ تو جواب ملے گا کہ اصحابِ محمد ﷺ۔ جن کے لیے استغفار کرنے کا اس اُمت کو حکم دیا گیا ہے۔ لیکن یہ رافضہ ان پر سب وشتم کرتے ہیں۔

ان روافض پر قیامت تک تلواریں بے نیام رہیں گی، ان کا پرچم کبھی نہ لہرائے گا، انہیں کبھی ثابت قدمی نصیب نہ ہوگی، ان میں کبھی وحدت کلمہ پیدا نہ ہوگی، ان کی دعوت کبھی قبول نہ کی جائے گی۔ ان کی دعوت رد ہے۔ ان کے کلمہ میں پھوٹ ہے، ان کا شیرازہ پراگندہ ہے اور جب جب بھی یہ اسلام اور اہل اسلام کے خلاف جنگ کی آگ بھڑکائیں گے، اللہ ان کی آگ کو بجھا دے گا۔''

الرد علی الرافضہ

مؤلف

امام محمد بن عبدالوھاب النجدی رحمہ اللہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سب تعریفیں اسی اللہ کے لیے ہیں جس نے ہمیں اہلِ سنت میں سے بنایا، اور اللہ کی سلامتی اور رحمت اپنے اس بندے (یعنی حضرت محمد ﷺ) پر کہ جن کی بدولت رب تعالیٰ نے اپنے احسان کو ہم پر مکمل فرمایا۔ اور آپ ﷺ کی آل پر اور آپ ﷺ کے ان اصحاب پر جن کی محبت اور نقش قدم کی پیروی سب سے قوی جنت تک لے جاتی ہے۔

اما بعد!

یہ شیخ محمد بن عبدالوھاب النجدی رحمہ اللہ کا ایک مختصر اور نہایت مفید رسالہ ہے۔① رب تعالیٰ انہیں رحمت اور رضوان میں ڈھانپ لے۔ شیخ نے یہ مختصر رسالہ ان روافض کے بعض قبائح کو بیان کرنے کے لیے لکھا ہے جنہوں نے رب رحمن کے حبیب کی سنت کو ٹھکرایا اور اپنی اکثر باتوں میں شیطان کے قدموں کی پیروی کی۔ چنانچہ ایمان باللہ کے بے شمار احکام واجبہ سے خود بھی بے راہ ہوئے اور اوروں کو بھی رستہ سے بہکایا۔ اور رب کی دھرتی میں شر و فساد برپا کرنے اور مسلمانوں پر سرکشی کرنے میں لگے رہے۔ یہ آتش پرستوں سے تو دوستی کا دم بھرتے ہیں، جبکہ اصحاب جنت (اصحاب رسول) سے بغض و عداوت رکھتے ہیں۔ ہم اللہ

① یہ عبارت کتاب کے کاتب کی ہے۔

سے اس بات کی دعا کرتے ہیں کہ ہمیں ان کی قباحتوں میں مبتلا ہونے کے فتنہ سے بچائے رکھے۔

(1) مطلب ①: خلافت کی وصیت کا بیان:

روافض کا شیخِ مفید ''ابن معلم'' ② اپنی کتاب ''روضۃ الواعظین'' ③ میں لکھتا ہے:

''حجۃ الوداع کے موقع پر نبی کریم ﷺ جب واپسی کے سفر میں مدینہ منورہ کی طرف عازم سفر اور رستے میں تھے، رب تعالیٰ نے جناب جبرئیل علیہ السلام کو آپ ﷺ کی خدمت میں بھیجا۔ انہوں نے حاضر ہو کر عرض کیا:

''اے محمد! اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے سلام بھیجا ہے اور آپ کے لیے یہ ارشاد فرمایا ہے کہ:

''علی کو منصب امامت پر فائز کیجیے۔ اور اپنی اُمت کو جناب علی کی خلافت پر متنبہ کر دیجیے۔''

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''اے میرے بھائی جبرئیل! اللہ نے میرے اصحاب کے دل

---

① امام صاحب رحمہ اللہ روافض کے عقائد کو ایک ایک کر کے بیان فرماتے ہیں۔ اور ہر عقیدہ کے لیے ''مطلب'' کے عنوان سے گویا ایک جدا فصل قائم کرتے ہیں۔ بندہ عاجز مترجم نے ہر مطلب کا نمبر بھی دے دیا ہے۔ نسیم

② یہ محمد بن محمد بن نعمان ہے جو روافض کا شیخ الشیخ المفید ابوعبداللہ بن معلم ہے۔ موصوف نے دو سو کے قریب بدعات سے معمور کتابیں لکھیں۔ جن میں اسلاف پر بے حد طعن ہے۔ عضد الدولہ کی وجہ سے اس کا بڑا بلند رتبہ تھا۔ اسّی ہزار کے قریب رافضی اس کے ساتھ تھے۔ 413ھ میں وفات پائی۔

خطیب بیان کرتا ہے کہ: ''شیخ مفید نے روافض کو گمراہ کرنے اور ان کے گمراہانہ عقائد کے دفاع میں متعدد کتابیں لکھیں۔ جن میں حضرات صحابۂ کرام، تابعین عظام اور ائمہ مجتہدین پر بے حد طعن و تشنیع تھا۔ بے شمار لوگ شیخ مفید کی کتابوں سے ہلاکت کے گڑھے میں جا گرے۔ بالآخر رب تعالیٰ نے ماہ رمضان میں خلق خدا کو اس خبیث سے نجات اور راحت بخشی۔ ''لسان المیزان۔''

③ یہ کتاب دراصل ''محمد بن فتال نیشاپوری'' کی ہے۔ بظاہر اس کتاب کی ابن معلم کی طرف نسبت کاتب کا سہو اور تسامح لگتا ہے۔ بہر حال کتاب کا مصنف جو بھی ہو، کتاب روافض میں سے ہی کسی ایک کی ہے۔

میں علی کی نفرت ڈال دی ہے۔ مجھے ان سے اس بات کا اندیشہ ہے کہ مبادا یہ اکٹھے ہوکر مجھے کوئی ضرر پہنچائیں۔ سوتو میرے رب سے میرے لیے معذرت کر دے۔''

سو جناب جبرئیل آسمانوں کی چڑھ طرف چڑھے اور بارگاہِ الٰہی میں جاکر نبی کریم ﷺ کا جواب عرض کر دیا۔ اس پر رب تعالیٰ نے انہیں دوبارہ دنیا میں بھیجا اور انہوں نے پھر وہی بات کہی جو پہلے کہی تھی، اور نبی کریم ﷺ نے بھی جواب میں وہ کہا جو پہلے کہا تھا۔ سو نبی کریم ﷺ نے پہلی بار کی طرح اب کی بار بھی معذرت کر لی۔ پھر جناب جبرئیل علیہ السلام دوبارہ آسمانوں کی طرف چڑھے اور نبی کریم ﷺ کا جواب بارگاہ الٰہی میں مکرر عرض کر دیا۔

پس اب کی بار اللہ نے جناب جبرئیل علیہ السلام کو پھر نیچے جانے کا حکم دیا اس حال میں کہ رب تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کی سرزنش فرمائی اور یہ ارشاد فرما کر آپ ﷺ پر سختی فرمائی:

﴿يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ ۖ وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ﴾ (المائدہ: 67)

''اے پیغمبر! جو ارشادات آپ پر اللہ کی طرف سے نازل ہوئے ہیں، سب لوگوں کو پہنچا دو، اور اگر تم نے ایسا نہ کیا تو تم اللہ کے پیغام پہنچانے میں قاصر رہے (یعنی پیغمبری کا حق ادا نہ کیا)۔

اس پر آپ ﷺ نے اپنے سب اصحاب کو اکٹھا کیا اور انہیں ارشاد فرمایا:

''اے لوگو! بے شک علی ایمان والوں کے امیر اور اللہ رب العالمین کے خلیفہ ہیں۔ کسی کے لیے جائز نہیں کہ وہ میرے بعد علی کے سوا خلیفہ بنے۔ سو جس کا میں مولی ہوں، علی بھی اس کا مولی ہے۔ اے اللہ! جو علی کو دوست رکھے، تو بھی اس کو دوست رکھ، اور جو علی سے عداوت کرے سو تو بھی اس سے عداوت کر۔''

اے میرے مؤمن بھائی! ذرا ان دروغ بیانوں کے اس جھوٹ کو تو ملاحظہ کیجیے۔ جو خود بتلا رہا ہے کہ یہ ایک گھڑا ہوا قول ہے جس کے الفاظ بے حد بودے اور پھسپھسے ہیں، اور اس

قول سے جو مقاصد اور اغراض ہیں، ان کے باطل ہونے کو بتلا رہا ہے۔ نبی کریم ﷺ سے صرف اس قدر الفاظ ہی صحیح احادیث سے ثابت ہیں کہ: ''جس کا میں مولیٰ ہوں۔۔۔۔①

جو بھی اس پوری حدیث کے صحیح ہونے کا اعتقاد رکھتا ہے، وہ ہلاک ہو گیا۔ کیونکہ اس حدیث میں ایک قطعی معصوم پیغمبر پر اس بات کی تہمت ہے کہ انہوں نے ابتدا میں اپنے رب کا حکم ماننے کی مخالفت کی۔ اور یہ بات ایک نقص اور عیب ہے۔ اور حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوۃ والسلام میں نقص اور عیب ثابت کرنا کفر ہے۔

جبکہ اس حدیث میں دوسری تہمت یہ ہے کہ رب تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کی صحبت کے لیے ایسے لوگوں کو چنا جن کے دلوں میں آپ ﷺ کے گھر والوں میں سے ایک جلیل القدر شخصیت کا بغض اور نفرت تھی۔ اس میں جناب رسول اللہ کی شان میں سخت گستاخی اور اس بات کی مخالفت ہے جس کی بنا پر رب تعالیٰ نے اپنے رسول اور رسول کے اصحاب کی از حد تعریف فرمائی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَ الَّذِیْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا یَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانًا ؗ سِیْمَاهُمْ فِیْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ؕ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ ۛ ۖ وَ مَثَلُهُمْ فِی الْاِنْجِیْلِ ۛ۫ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْـَٔهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ یُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِیَغِیْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ؕ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّ اَجْرًا عَظِیْمًا﴾ (الفتح: 29)

① اور آگے ہے کہ ''تو علی بھی اس کا مولی ہے۔'' مذکورہ حدیث کا اسی قدر حصہ ''سننِ ترمذی: حدیث رقم 3722 میں، مسند احمد: رقم 2284 میں حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے، اور مصنف ابن ابی شیبۃ: حدیث رقم 32069 میں، اور الخصائص الکبری للنسائی: ص 99'' میں مروی ہے۔ یہ حدیث متعدد صحابہ سے مروی ہے جن میں ایک حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بھی ہیں۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ اس کو شیخ البانی رحمہ اللہ نے ''صحیح الجامع: حدیث رقم 6523 میں، اور شیخ وادعی رحمہ اللہ نے ''الصحیح المسند مما لیس فی الصحیحین: 259/1'' میں صحیح کہا ہے۔

''محمد اللہ کے پیغمبر ہیں، اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں، وہ کافروں کے حق میں تو سخت ہیں اور آپس میں رحم دل ہیں۔ (اے دیکھنے والے!) تو ان کو دیکھتا ہے کہ (اللہ کے آگے) جھکے ہوئے سر بسجود ہیں۔ اور اللہ کا فضل اور اس کی خوشنودی طلب کر رہے ہیں۔ (کثرت) سجود کے اثر سے ان کی پیشانیوں پر نشان پڑے ہوئے ہیں۔ ان کے یہی اوصاف تورات میں (مرقوم) ہیں، اور یہی اوصاف انجیل میں ہیں۔ (وہ) گویا ایک کھیتی ہیں جس نے پہلے (زمین سے) اپنی سوئی نکالی، پھر اس کو مضبوط کیا، پھر موٹی ہوئی پھر اپنی نال پر سیدھی کھڑی ہو گئی اور لگی کھیتی والوں کو خوش کرنے، تاکہ ان سے کافروں کا جی جلائے۔ جو لوگ ان میں ایمان لائے، اور نیک عمل کرتے رہے، ان سے اللہ نے گناہوں کی بخشش اور اجر عظیم کا وعدہ کیا ہے۔''

یاد رہے کہ کتاب اللہ اور حدیث متواتر کے خلاف کوئی عقیدہ رکھنا کفر ہے۔

اس من گھڑت حدیث میں نبی کریم ﷺ پر یہ تہمت بھی ہے کہ آپ ﷺ کو لوگوں سے ایذاء رسانی کا اندیشہ تھا۔ جبکہ رب تعالیٰ کا تو یہ ارشاد ہے:

﴿وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ﴾ (المائدة: 67)

''اور اللہ تم کو لوگوں سے بچائے رکھے گا۔''

اور اللہ نے آپ ﷺ کو اس ارشاد سے قبل بھی لوگوں کے شر اور ضرر سے بچا کے رکھا ہوا تھا، جیسا کہ یہ بات بدیہی طور پر معلوم ہے۔

پھر اس خود تراشیدہ حدیث میں نبی کریم ﷺ پر یہ تہمت بھی ہے کہ آپ ﷺ کا اپنے رب کے کیے وعدوں پر توکل نہ تھا۔ اور رب تعالیٰ پر عدم توکل بھی ایک نقص اور عیب ہے۔ اور نبی کریم ﷺ میں کسی نقص اور عیب کا اعتقاد رکھنا کفر ہے۔

پھر یہ کہ اس جعلی حدیث میں رب تعالیٰ پر بھی ایک جھوٹ بولنا ہے، اور خود نبی

کریم ﷺ پر بھی ایک جھوٹ بولنا ہے۔ جو لوگ رب تعالیٰ پر جھوٹ بولتے ہیں، رب تعالیٰ نے ان کے بارے میں یہ ارشاد فرمایا ہے:

﴿وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ كَذِبًا﴾ (الانعام: 21)

''اور اس شخص سے زیادہ ظالم کون جس نے اللہ پر جھوٹ افتراء کیا۔''

اور رہا نبی کریم ﷺ پر جھوٹ بولنا، تو جس نے اس کو حلال جانا وہ کافر ہو گیا اور فاسق ہو گیا۔ حدیث نبوی میں صرف اس قدر الفاظ ہی آتے ہیں: ''من کنت مولاہ'' جبکہ نص میں خلافت کا تذکرہ متصل ساتھ مذکور نہیں ہے۔ اور اگر خلافت کے بارے میں کوئی نص ہوتی تو جناب علی رضی اللہ عنہ ضرور اس کا دعویٰ کرتے۔ کیونکہ اس کی مراد کو سب سے زیادہ جاننے والے آپ ہی تو ہیں۔ اور خلافت کا دعویٰ بالضرور باطل ہے۔ اور اس بات کا دعویٰ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس نص کا علم تھا تو یہ آپ کی خلافت پر نص ہو گی اور ایسی صورت میں جناب علی رضی اللہ عنہ کا خلافت کے دعویٰ کو تقیہ کرتے ہوئے ترک کرنا اتنا بڑا باطل ہے کہ اس کے بطلان پر کسی دلیل کو قائم کرنے کی ضرورت نہیں۔

یہ ملتِ روافض کس قدر بری ہے کہ خود اپنے امام پر بزدلی، بے بسی اور دین میں کمزوری کی تہمت لگاتی ہے۔ حالانکہ جناب علی رضی اللہ عنہ تو سب سے بہادر اور قوی تھے۔

(2) مطلب: خلفاء راشدین کی خلافت کے انکار کا بیان:

اس میں سے ایک حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کا انکار کرنا ہے۔① اور جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت کا انکار اس بات کو مستلزم ہے کہ جن جن لوگوں نے بھی آپ کی بیعت کی تھی اور وہ آپ کو برحق خلیفہ سمجھتے تھے، وہ سب کے سب فاسق ہیں۔ حتیٰ کہ اہل بیت

---

① رجال الکشی: ص 61، منہاج الکرامۃ: 194۔ 202 میں کہتا ہوں کہ اس کی مزید تفصیل کے لیے دیکھیں: کلینی کی ''الکافی: 434/1، طبع دارالاضواء، سنِ طباعت 1413ھ۔ تفسیر العیاشی 178/1، تفسیر البرھان: 293/1۔

بھی فاسق ہیں جیسے حضرت علی رضی اللہ عنہ۔ جمہور امت کا اعتقاد یہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت برحق ہے۔ ①

اور اس بات کا اعتقاد رکھنا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت کرنے والے فاسق تھے، رب تعالیٰ کے اس ارشاد کے خلاف ہے:

﴿ كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ ﴾ (آل عمران: 110)

''(لوگو!) جتنی اُمتیں (یعنی قومیں) لوگوں میں پیدا ہوئیں، تم ان میں سب سے بہتر ہو۔''

کیونکہ ایسی اُمت میں کون سی خیر ہوسکتی ہے جس اُمت کے لوگ اپنے نبی کے مخالف ہوں۔ اور اس کے اہلِ بیت سے جلیل القدر مناصب کو چھین کر ان پر ظلم ڈھائیں۔ اور انہیں ایذا پہنچا کر اپنے نبی کو ایذا پہنچائیں۔ اور اس امت کے جمہور ایک ''باطل'' کو حق اعتقاد کریں بے شک اللہ پاک ہے اور یہ بڑا بھیانک الزام ہے۔

جو شخص بھی کتاب اللہ کے مخالف کسی بات کا عقیدہ رکھتا ہے، وہ کافر ہو گیا۔ جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت کی صحت کے بارے میں متعدد صحیح احادیث وارد ہیں جن کا شمار دشوار ہے۔ اس بات پر حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور جمہور اُمت کا اجماع ہے کہ خلافتِ صدیقی برحق ہے۔ اب جو شخص جمہور صحابہ کو ظلم اور فسق کی طرف منسوب کرتا ہے اور ان کے اجتماع کو

---

① بلکہ اُمت کا اس بات پر اجماع ہے کہ خلافت میں سب سے مقدم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔ شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ۔ ''شرح العقیدۃ الواسطیۃ: 72/2'' میں امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے اس قول کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ ''اُمت مسلمہ کا اس بات پر ایمان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد پہلے خلیفہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ، پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں۔ مسئلہ خلافت میں اس بات پر اُمتِ اہل سنت کا اجماع ہے۔''

میں کہتا ہوں کہ سب مسلمانوں میں سے کسی نے بھی اس مسئلہ میں اختلاف نہیں کیا، سوائے روافض کے۔ اور ان کا اختلاف کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔

باطل قرار دیتا ہے، تو اس نے نبی کریم ﷺ کا مذاق اڑایا اور آپ ﷺ کی حقارت کی۔ اور نبی کریم ﷺ کی تحقیر کفر ہے۔ ان لوگوں کا یہ فعل کس قدر ضائع اور برباد ہے جو نبی کریم ﷺ کے جمہور صحابہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ وہ فاسق، نافرمان اور سرکش تھے۔ حالانکہ عقل بدیہی طور پر اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ رب تعالیٰ اپنے نبی کی صحبت اور اپنے دین کی نصرت کے لیے صرف انہیں لوگوں کو چنے گا جو اس کی مخلوق میں سب سے بہتر ہوں گے۔① اس بات کی نقل متواتر سے بھی تائید ہوتی ہے۔ اگر روافض میں خیر نام کی کوئی چیز ہوتی تو یہ نبی کریم ﷺ کے اصحاب اور آپ ﷺ کے دین کے مددگاروں کے بارے میں سوائے خیر کے کبھی کوئی دوسری بات نہ کرتے۔

لیکن اللہ نے ان کے بخت سیاہ کر ڈالے، اور دین کے ان مقدس مددگاروں میں زبان طعن دراز کرنے کی بنا پر ان لوگوں کو اپنی مدد و تائید سے محروم کر کے انہیں بے یارومددگار چھوڑ دیا۔ بے شک ہر شخص وہ کام بسہولت کرتا چلا جاتا ہے جس کے لیے اسے پیدا کیا گیا ہوتا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ ہم خدمت نبوی میں حاضر ہوئے

---

① اس بارے امام احمد رحمہ اللہ نے اپنی مسند: حدیث رقم 3600 میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے کیا ہی عمدہ بات نقل کی ہے، وہ فرماتے ہیں: ''اللہ نے اپنے بندوں کے دلوں کو دیکھا تو قلب محمد ﷺ کو سب بندوں کے قلوب سے بہتر دیکھا، سو اللہ نے آپ ﷺ کو اپنے لیے چن لیا۔ اور آپ ﷺ کو اپنی رسالت کے ساتھ مبعوث فرما دیا۔ پھر قلب محمد ﷺ کے بعد لوگوں کے قلوب کو دیکھا تو آپ ﷺ کے اصحاب کے قلوب کو سب بندوں کے قلوب سے بہتر پایا۔ سو اللہ نے انہیں اپنے نبی کا مددگار بنا دیا۔ سو وہ آپ ﷺ کے دین کی خاطر لڑتے ہیں۔ سو مسلمان جس چیز کو بہتر جانیں وہ اللہ کے نزدیک بھی بہتر ہوگا اور مسلمان جس چیز کو برا جانیں وہ اللہ کے نزدیک بھی برا ہوگا۔''

ہمارے شیخ الوداعی رحمہ اللہ نے ''الجامع الصحیح مما لیس فی الصحیحین'': باب فضائل الصحابۃ رضی اللہ عنہم اجمعین 4/8-9'' میں اس حدیث کو روایت کر کے اس کے حاشیہ میں لکھا ہے: ''یہ دلیل ان لوگوں کے لیے دلیل نہیں جو بدعات کو اچھا جانیں۔ کیونکہ کامل اسلام کے مالک مسلمان بدعات کو اچھا نہیں جانتے۔ پھر یہ کہ یہ حدیث حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ پر موقوف بھی ہے۔''

اور عرض کیا: ''اے اللہ کے رسول! ہم پر اپنا کوئی نائب کر دیجیے۔'' آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اگر اللہ نے تم لوگوں میں کوئی خیر جانی (اور دیکھی) تو وہ تم پر تم میں سے سب بہتر کو والی بنا دے گا۔'' حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں سو اللہ نے ہم میں خیر جان لی اور ہم میں سے سب بہتر ''جناب ابوبکر'' کو ہمارا والی بنا دیا۔'' رواہ الدارقطنی۔①

سو یہ روایت اس شخص پر نہایت قوی حجت ہے جو موالاتِ② علی کا دعویدار ہے۔

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں: ایک عورت خدمت نبوی میں حاضر ہوئی۔ آپ ﷺ نے اسے حکم دیا کہ وہ لوٹ کر آپ ﷺ کی طرف آئے (یعنی دوبارہ جب آئے تو آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو)۔ اس عورت نے عرض کیا: ''اگر میں آؤں اور آپ ﷺ کو نہ پاؤں؟!'' گویا کہ وہ آپ ﷺ کے اس دنیا سے رحلت فرما جانے کی طرف اشارہ کر رہی تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اگر تم مجھے نہ پاؤ تو ابوبکر کے پاس چلی جانا'' رواہ البخاری ومسلم۔③

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ ایک خاتون نے خدمت نبوی میں حاضر ہو کر کسی چیز کا سوال کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''دوبارہ آنا۔'' وہ عرض کرنے لگی: ''اے اللہ کے رسول! اگر میں دوبارہ آؤں اور آپ ﷺ کو نہ پاؤں؟!'' یعنی آپ ﷺ کا انتقال ہو گیا ہو؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''اگر تم آؤ، اور مجھے نہ پاؤ، تو ابوبکر

---

① المستدرك للحاكم : رقم الحديث 4761۔ یہ حدیث ضعیف ہے اس کی سند میں موسیٰ بن مطیر ہے جس کو یحییٰ بن معین نے کذاب، اور ابو حاتم، نسائی اور ایک جماعت نے اس کو ''متروک'' کہا ہے۔ جیسا کہ ''المیزان'' میں ہے۔

② بظاہر مؤلف رحمہ اللہ نے یہ لفظ سیاق کو ملحوظ رکھ کر استعمال کیا ہے، وگرنہ اس لفظ کو ''خلافت'' ہونا چاہیے تھا۔ الشیخ یحییٰ الحجوری اس کی توجیہ یہ بیان کرتے ہیں کہ ''شاید مؤلف رحمہ اللہ نے موالات سے مراد اس میں غلو کو لیا ہو۔''

③ صحيح البخاری : رقم الحديث 3659، صحيح مسلم : رقم الحديث : 2386۔

کے پاس چلی جانا کہ وہ میرے بعد خلیفہ ہوں گے۔‘‘ رواہ ابن عساکر۔①

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے سنا ہے: ’’میرے بعد بارہ خلیفہ ہوں گے۔ (ان میں سے) ابوبکر زیادہ عرصہ تک (خلیفہ) نہ رہیں گے۔‘‘

اس حدیث کو بغوی نے حسن سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔②

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ’’میرے بعد ابوبکر وعمر کی پیروی کرنا۔‘‘

اس حدیث کو احمد اور ترمذی نے روایت کیا ہے۔ ترمذی نے اس حدیث کو حسن کہا ہے۔ اس کو ابن ماجہ اور حاکم نے بھی روایت کیا ہے۔ حاکم اس حدیث کو صحیح کہتے ہیں۔ اور طبرانی نے اس حدیث کو حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ ③ سے اور حاکم نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ

---

① تاریخ ابن عساکر: ترجمة ابی بکر الصدیق: حدیث رقم 6332۔ یہ روایت بے حد ضعیف ہے۔ اس کی سند میں متعدد ضعیف راوی ہیں۔ ان میں سے ایک غلام خلیل ہے۔ ذھبی ’’المیزان‘‘ میں کہتے ہیں: ’’غلام خلیل کھلا جھوٹ روایت کیا کرتا تھا، وہ جھوٹی احادیث بنانے کو جائز سمجھتا تھا۔‘‘
گزشتہ مذکورہ حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ کی روایت ہمیں اس روایت سے مستغنی کر دیتی ہے۔ کیونکہ وہ صحیحین کی روایت ہے۔ اور اس میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کی طرف صاف اشارہ ہے۔

② معجم الصحابة: لابی القاسم البغوی: حدیث رقم: 1389۔ اس کو طبرانی نے ’’المعجم الکبیر: 54/1۔ 56، رقم الحدیث: 12 ہیں، اور المعجم الاوسط: حدیث رقم 8746 میں روایت کیا ہے۔ جبکہ اس حدیث کو ابونعیم اصفہانی نے ’’معرفة الصحابة: رقم 64 میں، ابن عدی نے ’’الکامل: 1574/4 میں عبداللہ بن صالح کاتب لیث کے ترجمہ میں روایت کیا ہے۔ یہ حدیث ضعیف ہے کیونکہ اس کی سند میں ربیعہ بن سیف المعافری ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ’’اس کے پاس منکر روایات تھیں۔‘‘ جیسا کہ ’’المیزان‘‘ میں ہے۔
حدیث کا پہلا ٹکڑا صحیح ہے۔ یہ صحیح بخاری: حدیث رقم 7222 میں اور صحیح مسلم: حدیث رقم 1821 میں حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

③ طبرانی کے ہاں یہ حدیث ’’مسند الشامین: 57/2‘‘ میں مروی ہے۔ اس کو ’’مؤسسة الرسالہ‘‘ نے شائع کیا ہے ابن عساکر نے اپنی تاری (229/30) میں روایت کیا ہے۔ اس حدیث کی سند میں دو راوی مجہول ہیں۔ ھیثمی ’’المجمع: 53/9‘‘ میں کہتے ہیں: اس حدیث کی سند میں ایک راوی ایسا ہے جس کو میں نہیں جانتا۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے ’’السلسلة الضعیفة: حدیث رقم 2330‘ میں اس حدیث کو ضعیف کہا ہے۔
اور حدیث کے الفاظ ’’میرے بعد ابوبکر وعمر کی پیروی کرنا کہ یہ دونوں اللہ کی مضبوط رسی ہیں۔ جس نے ان دونوں کو مضبوطی سے پکڑ لیا تو اس نے ایک ایسے مضبوط حلقے کو تھام لیا جو ٹوٹتا نہیں۔‘‘

سے اس حدیث کو روایت کیا ہے۔①

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''میں نہیں جانتا کہ تم میں میری باقی کی زندگی کتنی ہے، سو تم میرے بعد ان دو کی اقتداء کرنا:

ابوبکر وعمر۔ اور عمار کی سیرت کو لازم پکڑنا، اور جو تمہیں ابن مسعود حدیث بیان کریں اس کی تصدیق کرنا۔'' رواہ احمد وغیرہ۔②

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

''میرے بعد ان دو کی پیروی کرنا: ابوبکر اور عمر۔ اور عمار کی سیرت پر چلنا، اور ابن مسعود کے عہد کو لازم پکڑنا'' رواہ ابن عدی۔③

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ''بنو مصطلق نے مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ دریافت

---

① اس حدیث کو ابن ماجہ (97)، احمد (23138)، ترمذی (3671) اور حاکم (4516) نے ربعی بن حراش کے طریق سے روایت کیا جو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ ان مذکورہ ربعی کا حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے حدیث کا سماع ثابت نہیں۔ جیسا کہ علامہ مناوی رحمہ اللہ نے ''فیض القدیر: 56/2'' میں اس کی تصریح کی ہے۔ جبکہ یہ حدیث حاکم (4518)، اور ترمذی (3814) نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ طبرانی نے ''المعجم الکبیر: رقم 8426'' میں اسماعیل بن ابراہیم بن یحییٰ بن سلمہ بن کہیل کے طریق سے روایت کیا ہے۔ یحییٰ بن سلمہ اور اس کا بیٹا اسماعیل دونوں متروک ہیں۔ اور ابراہیم بن اسماعیل ضعیف ہے، جیسا کہ ''التقریب'' میں ہے۔ ہمارے شیخ الامام الوادعی رحمہ اللہ نے ''احادیث معلة ظاہرہا الصحة'': ص 118 مطبوعہ دار الآثار میں اس حدیث کو ضعیف کہا ہے۔ اور حدیث حذیفہ رضی اللہ عنہ کو ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

''اور یہ جو کہا جاتا ہے کہ حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور حدیث انس رضی اللہ عنہ اس کی شاھد ہیں، یہ درست نہیں۔ کیونکہ یہ حدیث منقطع ہے اور وہ دونوں حدیثیں شدید ضعیف ہیں۔ واللہ اعلم۔''

② مسند احمد: رقم 22765، الاحسان لابن حبان: رقم 6902، اور ترمذی (3663) نے اس حدیث کو ربعی بن حراش عن حذیفة کے طریق سے روایت کیا ہے۔ اور یہ طریق منقطع ہے جیسا کہ گزرا۔

③ ابن عدی نے ''الکامل: 666/2'' میں اس حدیث کو ''عمرو بن ھرم عن انس رضی اللہ عنہ'' کے طریق سے روایت کیا ہے۔ ان کا شمار ''طبقۂ دسہ'' میں ہوتا ہے جن میں سے کسی کی بھی کسی صحابی سے ملاقات ثابت نہیں۔ جیسا کہ ابن حجر نے ''التقریب: 6/1'' کے مقدمہ میں اس کی تصریح کی ہے۔

کرنے کے لیے بھیجا کہ آپ ﷺ کے بعد ہم اپنے صدقات کس کو دیا کریں گے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''ابوبکر کو۔''

حاکم نے اس حدیث کو روایت کر کے اس کو صحیح کہا ہے۔ ①

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، وہ فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے اپنے مرض الوفات میں ارشاد فرمایا:

''اپنے والد اور بھائی کو میرے پاس بلا کر لاؤ، تاکہ میں ایک تحریر لکھ دوں، کیونکہ مجھے اس بات کا اندیشہ ہے کہ کوئی تمنا کرنے والا تمنا کرنے لگے اور کہنے والا یہ کہنے لگے کہ: میں زیادہ حق دار ہوں، جبکہ اللہ اور ایمان والے سوائے ابوبکر کے اور کسی کو نہ مانیں گے۔''

اس حدیث کو مسلم اور احمد نے روایت کیا ہے۔ ②

یہ حدیث اس شخص کو ایمان والوں سے نکال باہر کرتی ہے جو جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت کو نہ مانتا ہو۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے مجھے ارشاد فرمایا:

''میں نے اللہ سے تین بار یہ سوال کیا کہ اللہ تمہیں مقدم کر دے، پر اللہ نے انکار کر دیا سوائے ابوبکر کو آگے کرنے کے۔'' ایک روایت میں یہ الفاظ زیادہ ہیں: ''لیکن میں خاتم الانبیاء ہوں اور تم خاتم الخلفاء ہو۔''

---

① المستدرك للحاكم : رقم الحديث 4522۔ اس کی سند میں نصر بن منصور المروزی ہے۔ شیخ مقبل رحمہ اللہ ''تتبع الا وھام التی سکت علیھاالذھبی'' میں اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں: ''حدیث انس میں نصر ابن منصور ہے۔ میں نہیں جانتا کہ کسی نے اس کو ثقہ کہا ہو۔''

② صحيح البخاری : رقم الحديث 5666، صحیح بخاری کی حدیث میں ''الا ابا بکر'' کے الفاظ نہیں۔ صحيح مسلم : حديث رقم : 2387۔

اس حدیث کو دارقطنی، خطیب اور ابن عساکر نے روایت کیا ہے۔ ①

حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مسجد (نبوی) تعمیر فرمائی تو اس کی تعمیر کے دوران ایک پتھر کو چُنا۔ اور جناب ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا:

''میرے پتھر کے پہلو میں تم بھی ایک پتھر رکھ دو۔'' پھر جناب عمر رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا:

''ابوبکر کے پتھر کے پہلو میں ایک پتھر تم بھی رکھ دو۔'' پھر ارشاد فرمایا: ''یہ میرے بعد خلیفہ ہوں گے۔''

اس حدیث کو ابن حبان نے روایت کیا ہے۔

ابوزرعہ کہتے ہیں: اس حدیث کی اسناد قوی ہے۔ اس میں کوئی حرج نہیں۔ حاکم نے اس حدیث کو روایت کرکے اس کو صحیح کہا ہے۔ اور اس کو بیہقی نے بھی روایت کیا ہے۔ ②

---

① اس حدیث کو دارقطنی نے ''الافراد'' میں روایت کیا ہے۔ جیسا کہ شوکانی رحمہ اللہ نے ''الفوائد المجموعۃ فی الاحادیث الموضوعۃ'' میں رقم 346 کے تحت اس حدیث کو بیان کیا ہے۔ جبکہ خطیب نے ''تاریخ بغداد: 213/11'' میں عمر بن محمد بن حکم کے ترجمہ کے تحت اس حدیث کو ذکر کیا ہے۔ ابن عساکر نے ''تاریخ مدینۃ دمشق: 322/45 میں، ابن جوزی نے ''العلل المتناھیۃ: رقم 291'' میں یہ حدیث نقل کی ہے۔ اور کہتے ہیں: یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح نہیں۔ علی اور یحییٰ دونوں مجہول ہیں۔

میں کہتا ہوں: مذکورہ علی یہ ابن الحسن الکلبی ہے، اور یحییٰ بن ضریس کے بارے میں ذھبی ''المیزان'' میں کہتے ہیں: علی ابن الحسن الکلبی یہ یحییٰ بن ضریس سے باطل خبر روایت کیا کرتا تھا۔ شاید یہ اس کی آفت ہے۔ اور وہ مالک بن مغول سے اور وہ عون بن ابی حنیفہ سے اور وہ اپنے والد سے مرفوعا روایت کرتے ہیں کہ: ''اے علی! میں نے تیرے بارے میں اللہ سے دعا مانگی کہ وہ تجھے مقدم کردے۔ پر اللہ نے انکار کر دیا مگر ابوبکر کو مقدم کیا۔'' المیزان: 122/3۔

② اس حدیث کو ابن حبان نے ''المجروحین'' رقم 291 میں حشرج بن نُباتہ کے ترجمہ کے تحت نقل کیا ہے۔ جبکہ حاکم نے ''المستدرك : 4343 میں، ابن جوزی نے ''العلل المتناهية فى الاحاديث الواهية : رقم 331'' میں نقل کیا ہے۔ یہ حدیث ثابت نہیں۔ اس کی سند میں حشرج بن نُباتہ ہے۔ علامہ ذھبی ''المیزان'' میں لکھتے ہیں: ''احمد، ابن معین اور علی وغیرہ نے اس کو ثقہ کہا ہے۔ ابو حاتم کہتے ہیں: صالح حدیث والا ہے، البتہ اس سے دلیل نہ پکڑی جائے۔'' نسائی کہتے ہیں: ''یہ قوی نہیں۔'' اور کبھی کہتے ہیں: ''اس میں کوئی حرج نہیں۔'' ابن عدی نے ''الکامل میں اس کو ذکر کیا ہے اور اس کی متعدد ایسی احادیث ذکر کی ہیں جو منکر اور غریب تھیں۔ پھر کہتے ہیں: ''یہ میرے بعد خلفاء ہوں گے۔'' امام بخاری اپنی کتاب ''الضعفاء میں کہتے ہیں: ''اس حدیث...... (بقیہ اگلے صفحہ پر)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَإِذْ أَسَرَّ النَّبِيُّ إِلَىٰ بَعْضِ أَزْوَاجِهِ﴾(التحریم: 3)

''اور (یاد کرو) جب پیغمبر نے اپنی ایک بیوی سے بھید کی ایک بات کہی۔''

اس آیت کی تفسیر میں ایک روایت یہ بھی ہے کہ یہ بھید جناب ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کی خلافت کے بارے میں خبر دینا تھا۔①

ایک قول یہ ہے کہ خلافت ابوبکر صدیق کی طرف اشارہ اس آیت کریمہ میں ہے:

﴿وَمَنْ يَرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِينِهِ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَأُولَٰئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ

(بقیہ پچھلے صفحہ کا) کا کوئی متابع نہیں ہے۔ کیونکہ جناب عمر وعلی رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ: ''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کسی کو بھی اپنا خلیفہ نامزد کر کے نہ گئے تھے۔''

میں کہتا ہوں: خود مؤلف نے ایسی متعدد صحیح احادیث نقل کی ہیں جن میں ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کی خلافت کی طرف اشارہ ہے۔ اور ایک صحیح حدیث ہمیں ضعیف حدیث سے بے نیاز کر دیتی ہے۔ اور الحمد للہ اہل سنت صحیح حدیث پر عمل کرتے ہیں۔ اور ضعیف احادیث کو ترک کر دیتے ہیں۔ اہل سنت ان روافض کی طرح نہیں جو ضعیف اور موضوع احادیث سے استدلال کرنے کے عادی ہوتے ہیں۔ بلکہ روافض تو خود جھوٹی احادیث تراشتے ہوتے ہیں۔ حماد بن سلمہ کہتے ہیں: مجھے روافض کے ایک شیخ نے خود بتلایا کہ ''ان کا احادیث تراشنے اور گھڑنے کے جواز پر اجماع ہے۔''
الباعث الحیثیث : ص 257 ۔ طبع ''المعارف''۔

① اس حدیث کو طبرانی نے المعجم الکبیر : رقم 12640 میں مطلول ذکر کیا ہے۔ جبکہ اس حدیث کے شاہد میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کو یہ قول منقول ہے کہ: ''جب میں مر جاؤں گا تو ابوبکر کے بعد والی امر تیرا باپ ہوگا۔''

اس حدیث کی سند میں اسماعیل بن عمر البجلی ہے۔ ابو حاتم اور دارقطنی کہتے ہیں: یہ ضعیف ہے جیسا کہ ''المیزان'' میں ہے۔ اور اس کی سند میں انقطاع ہے۔ ضحاک نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے حدیث نہیں سنی۔ اس حدیث کو دارقطنی (154-153/4) نے روایت کیا ہے۔ اس کی سند میں محمد بن السائب الکلبی ہے جو متروک ہے۔ وہ ابوصالح سے روایت کرتا ہے۔ یہ باذام ہے جو ضعیف ہے۔ جیسا کہ ''التقریب'' میں ہے۔ اس کو ابن مردویہ نے اپنی تفسیر میں روایت کیا ہے۔ جیسا کہ حافظ جمال الدین الزیلعی نے ''تخریج الاحادیث والآثار الواقعة فی تفسیر الکشاف للزمخشری'' : 60/4'' ذکر کیا میں ہے۔ اس کی سند میں موسیٰ بن جعفر الانصاری اپنے چچا سے روایت کرتے ہیں۔ علامہ ذہبی ''المیزان'' میں کہتے ہیں کہ یہ غیر معروف ہے اور اس کی خبر ساقط ہے۔

فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ وَأُولٰٓئِكَ أَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيهَا خٰلِدُوْنَ)

(البقرہ: 217)

''اور جو کوئی تم میں سے اپنے دین سے پھر (کر کافر ہو) جائے گا اور کافر ہی مرے گا تو ایسے لوگوں کے اعمال دنیا اور آخرت دونوں میں برباد ہو جائیں گے۔ اور یہی لوگ دوزخ (میں جانے) والے ہیں جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔''

کیونکہ یہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی تو ہیں جنہوں نے مرتدین کے خلاف جہاد کیا تھا۔
اسی طرح اس آیت میں بھی خلافت ابی بکر رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ ہے:

(قُلْ لِّلْمُخَلَّفِيْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ سَتُدْعَوْنَ اِلٰى قَوْمٍ اُولِيْ بَأْسٍ شَدِيْدٍ تُقَاتِلُوْنَهُمْ اَوْ يُسْلِمُوْنَ) (الفتح: 16)

''جو گنوار پیچھے رہ گئے تھے ان سے کہہ دو کہ تم جلد ایک سخت جنگجو قوم کے (ساتھ لڑائی کے) لیے بلائے جاؤ گے۔ ان سے تم (یا تو) جنگ کرتے رہو گے، یا وہ اسلام لے آئیں گے۔''

کیونکہ یہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی ہیں جنہوں نے اُن بنی حنیفہ ① سے قتال کیا جو مرتد ہو جانے کے بعد سب سے زیادہ سخت ثابت ہوئے۔

اور اس ارشاد باری میں بھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کی طرف اشارہ ہے:

(وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۖ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ)

(النور: 55)

''جو لوگ تم میں سے ایمان لائے، اور نیک کام کرتے رہے، ان سے اللہ کا وعدہ ہے کہ ان کو ملک کا حاکم بنائے گا۔ جیسا ان سے پہلے لوگوں کو حاکم بنایا تھا۔

① اس آیت کی یہ ایک تفسیر ہے جیسا کہ ابن کثیر نے یہ معنیٰ لیا ہے۔ جبکہ آیت کا مفہوم عام ہے۔

اور ان کے لیے دین کو، جسے اس نے ان کے لیے پسند کیا ہے، مستحکم (اور پائیدار) کرے گا۔''

سو رب تعالیٰ نے جنابِ ابوبکر رضی اللہ عنہ اور جناب عمر رضی اللہ عنہ کے ذریعے اس دین کو مستحکم کیا۔ یہ دونوں خلیفہ برحق ہیں کیونکہ رب تعالیٰ نے ان دونوں کے ذریعے اپنے وعدہ کو سچا کر دکھایا۔

اسی طرح اس صحیح حدیث میں بھی خلافت صدیقی کی طرف اشارہ ہے: ''میرے بعد خلافت تیس برس تک رہے گی۔'' بعض روایات میں آتا ہے کہ ''خلافتِ رحمت'' (وہ تیس برس تک رہے گی)۔ اور بعض میں خلافتِ نبوت① کے الفاظ آتے ہیں۔

اور اپنے مرض الوفات میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو جو لوگوں کی امامت کرنے کا حکم دیا تھا۔② جیسا کہ صحیح روایات سے ثابت ہے کہ اس آگے کرنے میں بھی

---

① اس حدیث کو حاکم (رقم 4760)، اور ابوداؤد (رقم 4646) نے ان الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے: ''خلافت نبوت تیس برس تک رہے گی۔'' جبکہ ترمذی (رقم 2231) نے ان الفاظ کو روایت کیا ہے: ''میری اُمت میں خلافت تیس برس تک رہے گی، پھر اس کے بعد ملوکیت آجائے گی۔'' اور احمد (رقم 22264) نے ان الفاظ کو روایت کیا ہے: ''خلافت تیس برس تک رہے گی، پھر اس کے بعد ملوکیت ہوگی۔'' ابن حبان نے ''الاحسان: رقم 6943'' میں یہ الفاظ نقل کیے ہیں: ''خلافت میرے بعد تیس برس تک رہے گی۔'' یہ حدیث صحیح ہے اور اس کے راوی صحابی حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام تھے۔ ہمارے شیخ الوادعی رحمہ اللہ ''الصحیح المسند مما لیس فی الصحیحین'' 1 / 315'' میں ذکر کرتے ہیں: ''رہے یہ الفاظ کہ "خلافة رحمة" تو ان کو ابن ابی عاصم نے ''السنة: 1130'' میں "عن معاذ وابی عبیدہ" کی سند کے ساتھ ان الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے: ''بے شک یہ امر اپنے آغاز میں رحمت اور نبوت تھا۔ پھر خلافت اور رحمت ہوگا۔'' اس حدیث کی سند میں لیث بن ابی سُلَیم ہے۔ جو ضعیف ہے۔ اور اس اسناد میں مکحول اور ابوثعلبہ کے درمیان انقطاع بھی ہے۔

② شیخ رحمہ اللہ اس میں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی حدیث کی طرف اشارہ فرما رہے جس کو امام بخاری رحمہ اللہ (رقم 678) اور امام مسلم رحمہ اللہ (رقم 420) نے روایت کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ: ''جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیمار پڑ گئے اور آپ کی بیماری شدت اختیار کر گئی۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''ابوبکر کو حکم دو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔'' سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: ''ابوبکر نرم دل آدمی ہیں، جب وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جگہ کھڑے ہوں گے تو لوگوں کو نماز نہ پڑھا سکیں گے۔'' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (پھر) ارشاد فرمایا: ''ابوبکر کو حکم دو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔'' اس پر سیدہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے دوبارہ اپنی بات عرض کر دی۔ تب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''(اے ...... (بقیہ اگلے صفحہ پر)

خلافت صدیقی کی حقیقت کی سب سے قوی نشانی موجود ہے۔ اور اجلّ صحابہ رضی اللہ عنہم جیسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ وغیرہ نے اس بات سے خلافت صدیقی پر استدلال کیا ہے۔

غرض یہ روایات اور ان جیسی دیگر متعدد روایات ان فاسق وفاجر روافض کا منہ کالا کرتی ہیں جو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے منکر ہیں۔

3- روافض کے اس دعوی کا بیان کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہ مرتد ہو گئے تھے:

جیسے مثلاً روافض میں سے کِشّی ① نے اس بات کو روایت کیا ہے۔ روافض کے نزدیک ''کِشّی'' رجال کا سب سے بڑا ماہر اور واقفِ حال ہے اور جال وغیرہ میں سب سے زیادہ قابل بھروسا بھی ہے۔ غرض وہی کِشّی امام جعفر صادق ② سے روایت کرتا ہے۔ اور حاشا و

(بقیہ پچھلے صفحہ کا) عائشہ!) ابوبکر کو حکم دو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں بے شک تم یوسف کی عورتوں کے جیسی ہو۔'' چنانچہ قاصد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس گیا تو انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ میں ہی لوگوں کو نماز پڑھائی۔ یہ حدیث سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے صحیح بخاری: رقم 679 میں اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت سے حدیث رقم 682 میں موجود ہے۔

① کِشّی: یہ ابوعمرو محمد بن عمر بن عبدالعزیز الکشی ہے۔ سترھویں صدی عیسوی میں علمائے شیعہ میں سے ہو گزرا ہے۔ کہتے ہیں کہ اس کا گھر شیعوں کے لیے ایک لنگر خانہ کی حیثیت رکھتا تھا۔ نجاشی نے ''الرجال: 286/2'' میں اس کا ترجمہ لکھا ہے۔

② یہ جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب ہیں۔ ان کا لقب جعفر صادق تھا۔ والدہ اُم فروہ بنت قاسم بن محمد بن ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہم ہیں۔ جبکہ اُم فروہ کی والدہ (یعنی امام جعفر صادق کی نانی) ''اسماء بنت عبدالرحمن بن ابی بکر'' ہیں۔ اسی لیے جناب جعفر صادق فرمایا کرتے تھے کہ: ''جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مجھے دو دفعہ جنا ہے۔'' روافض ان پر جھوٹ باندھتے ہیں اور بے شمار جھوٹی اور من گھڑت باتیں ان کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ جناب جعفر ان روافض سے بے حد بغض رکھا کرتے تھے۔ علامہ ذہبی ''سیر اعلام النبلاء: 255/1'' میں امام جعفر صادق کے ترجمہ میں لکھتے ہیں: ''آپ روافض پر بے حد ناراض اور نالاں رہتے تھے۔ چنانچہ جب آپ کو علم ہوتا کہ یہ روافض آپ کے دادا اور نانا سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں لب کشائی کرتے ہیں تو ان پر ظاہر اور باطن دونوں سے بے حد ناراض ہوتے۔ اس بات میں کوئی شک نہیں۔ لیکن یہ روافض پرلے درجے کے جاہل لوگ ہیں۔ ان کی خواہشات نے انہیں ہلاکت کے گڑھے میں جا گرایا ہے۔ سو ان پر لعنت ہو۔''

کُلاّ کہ امام جعفر جیسا آدمی ایسی بات کرے، وہ فرماتے ہیں کہ:

''جب نبی کریم ﷺ کا انتقال ہو گیا تو سب صحابہ مرتد ہو گئے، سوائے چار کے، جو یہ ہیں: مقداد، حذیفہ، سلمان اور ابوذر رضی اللہ عنہم اجمعین۔ عرض کیا گیا کہ: عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کا حال کیسا تھا؟ تو کہنے لگے: ''انہوں نے کچھ دیر کو راہ فرار اختیار کی تھی، پر پھر لوٹ آئے تھے۔''

لیکن یاد رہے کہ اس قول کا عموم اس بات کو مقتضی ہے کہ خود جنابِ علی اور ان کے اھل بیت بھی مرتد ہو گئے تھے۔ حالانکہ یہی روافض اس بات کے ہرگز بھی قائل نہیں۔ یاد رہے کہ اس روایت کو اگر مان لیا جائے تو یہ دین کی بنیادوں کو ڈھا دینا ہے۔ کیونکہ دین کی اساس تو قرآن اور حدیث ہے۔

سو جب یہ تسلیم کر لیا جائے کہ نبی کریم ﷺ سے دین کو لینے والے ہی مرتد ہو گئے تھے سوائے معدودے چند کے، جن کی خبر حد تواتر کو نہیں پہنچتی، تو اسی قرآن و حدیث کی صداقت میں شک واقع ہو جاتا ہے۔ ہم ایسے کسی بھی عقیدہ سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں جو دین کے انہدام کو لازم کر دے۔

یاد رہے کہ ملحدین نے روافض کے اس کلام کو اسلام کے خلاف اپنی حجت بنا لیا ہے۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ رب تعالیٰ یہ کیسے ارشاد فرما سکتے ہیں کہ:

﴿كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ﴾(آل عمران: 110)

''(مومنو!) جتنی اُمتیں (یعنی قومیں) لوگوں میں پیدا ہوئیں، تم ان سب سے بہتر ہو۔''

جبکہ اپنے نبی کی وفات کے بعد تو یہ سب کے سب مرتد ہو گئے تھے سوائے پانچ چھ لوگوں کے۔ اور ان کا یہ ارتداد اس جرم کی پاداش میں تھا کہ ان لوگوں نے جناب ابوبکر رضی اللہ عنہ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ پر مقدم کر دیا تھا حالانکہ نبی کریم ﷺ نے ان کے بارے میں خلافت کی وصیت بھی کی تھی۔

ذرا اس ملحد کے کلام کو تو دیکھیے جو اس نے ان روافض کے عقیدہ سے حاصل کیا ہے۔سو یہ روافض یہود ونصاری سے بھی زیادہ دین کو سخت نقصان پہنچانے والے ہیں۔

روافض کی یہ یاوہ گوئی اور ہفوات چند وجوہ سے فاسد ہے،جن کو ذیل میں درج کیا جاتا ہے:

- اسلام کے خلاف اس ہرزہ سرائی سے دین کا ابطال اور اس میں شک لازم آتا ہے۔
- یہ بکواس قرآن کے معارض باتوں کے کتمان کو واجب کرتی ہے۔
- یہ ہرزہ سرائی قرآن کے بدل ڈالنے کو جائز قرار دیتی ہے۔
- یہ بے ہودہ بات رب تعالیٰ کے ان ارشادات کے خلاف ہے:

(لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ) (الفتح: 18)

''بے شک اللہ ایمان والوں سے خوش ہوا۔''

(رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ) (التوبة: 100)

''اللہ ان سے خوش ہے اور وہ اللہ سے خوش ہیں۔''

- اور فتح مکہ سے پہلے اور بعد میں ایمان لانے والوں کے بارے میں رب تعالیٰ نے اس آیت میں جو فرمایا ہے، اس کے بھی خلاف ہے:

(وَ كُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى)(الحديد: 10)

''اور اللہ نے سب سے (ثواب) نیک (کا) وعدہ تو کیا ہے۔''

- اور مہاجرین وانصار کے بارے میں اس ارشاد باری تعالیٰ کے بھی خلاف ہے:۔

(أُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ)(الحشر: 8)

''یہی لوگ سچے (ایمان دار) ہیں۔''

اور فرمایا:

(فَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ)(الحشر: 9)

''تو ایسے ہی لوگ مراد پانے والے ہیں۔''

اور فرمایا:

(وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ) (البقرة: 143)

''اور اسی طرح ہم نے تم کو اُمتِ معتدل بنایا ہے، تاکہ تم لوگوں پر گواہ بنو۔''

اور فرمایا:

(كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ)(آل عمران: 110)

''(مومنو!) جتنی اُمتیں (یعنی قومیں) لوگوں میں پیدا ہوئی ہیں تم ان میں سب سے بہتر ہو۔''

غرض اس جیسی دیگر متعدد آیات اور احادیث ہیں جو حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی افضلیت اور ان کی دین پر استقامت پر قطعی نص ہیں۔ سو جو اللہ کی کتاب اور اس کے رسول کی سنت کے خلاف کوئی عقیدہ رکھے گا تو وہ کافر ٹھہرے گا۔ بھلا اس قوم کا مذہب کس قدر برا اور مکروہ ہے جو ان لوگوں کے مرتد ہو جانے کا عقیدہ رکھتی ہو جن کو رب تعالیٰ نے اپنے رسول کی صحبت اور اپنے دین کی نصرت کے لیے چن لیا ہو۔

4- مطلب: روافض کے اس دعوی کا بیان کہ یہ قرآن ناقص اور ادھورا ہے:

ان روافض نے اپنی حدیث وکلام کی کتابوں میں اس بات کو ذکر کیا ہے کہ جناب عثمان رضی اللہ عنہ نے (جمع قرآن کے وقت) قرآن میں سے کچھ کم کر دیا تھا۔ چنانچہ ان روافض کے بقول ''سورۂ الم نشرح'' میں جو ارشاد ہے:

(وَ رَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ) (الم نشرح: 4)

''اور تیرا ذکر بلند ہے۔''

اس کے بعد یہ آیت بھی تھی:

(وَعَلِيًّا صِهْرَكَ) . ''اور علی بھی بلند کیا جو تیرا داماد ہے۔''

چنانچہ جناب عثمان رضی اللہ عنہ نے دامادی میں شریک ہونے پر حسد کی بنا پر اس آیت کو قرآن

سے نکال دیا۔

یہ روافض یہ بھی کہتے ہیں کہ سورۂ احزاب کی آیتیں سورۂ انعام کے برابر تھیں۔ جناب عثمان رضی اللہ عنہ نے اس سورت میں سے وہ آیات نکال دیں جن کا تعلق ''ذوی القربیٰ'' کی فضیلت سے تھا۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ ان روافض نے انہیں ایسی دو سورتیں ظاہر کی ہیں جو ان کے نزدیک اس قرآن کا حصہ تھیں جس کو عثمان رضی اللہ عنہ نے چھپا دیا۔ ان میں سے ہر سورت ایک پارے کے بقدر تھی۔ ان روافض نے قرآن کے آخر میں ان دونوں سورتوں کو کسی ضمیمہ کی طرح ساتھ لگایا ہوا ہے۔ چنانچہ ایک سورت کا نام انہوں نے "سورۃُ النورین" اور دوسری کا نام "سورۃُ الولاء" رکھا ہوا ہے۔①

یاد رہے کہ اس عقیدہ سے صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا کافر ہونا لازم آتا ہے، حتیٰ کہ جناب علی رضی اللہ عنہ بھی کفر کی زد میں آجاتے ہیں، کیونکہ وہ بھی قرآن میں کی جانے والی اس تحریف

① شیعہ روافض کے فاسد عقائد میں سے ایک یہ قول بھی ہے کہ اس قرآن میں تحریف ہے۔ اگرچہ بعض شیعہ تقیہ اور دھوکا کے طور پر اپنے اس فاسد عقیدہ کا انکار کرتے ہیں۔ جیسا کہ مشہور رافضی صباح البیانی کا قول ہے جس نے شیخ رحمہ اللہ کے اسی رسالہ کا رد بھی لکھا ہے۔ لیکن بہرحال ان کی کتابیں یہ ثابت کرتی ہیں کہ روافض تحریف قرآن کے قائل ہیں۔ جبکہ بعض نے تو اس قول کے اثبات میں مستقل کتابیں لکھی ہیں کہ قرآن میں تحریف پائی جاتی ہے۔ جیسے ''فصل الخطاب فی اثبات تحریف کتاب رب الارباب'' جو مشہور رافضی حسین النوری الطبرسی کی تالیف ہے۔
شیعہ حضرات اس کتاب کی بے حد تعظیم اور قدردانی کرتے ہیں۔ اسی طرح ''الکافی: 413/1'' میں تحریف قرآن کا عقیدہ صراحۃً مذکور ہے۔ قمی اپنی تفسیر میں اور طبرسی ''الاحتجاج: ص225'' میں، اور ملا حسن کی ''تفسیر الصافی: ص11'' میں اس عقیدہ کی صراحت موجود ہے۔ منقول از ''بطلان عقائد الشیعۃ: ص37، 38، 39۔''
ہمارے فاضل شیخ علامہ احسان الٰہی ظہیر شہید رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''الشیعۃ والقرآن'' میں اس بات کو واضح کیا ہے کہ شیعہ تحریف قرآن کے قائل ہیں۔ ان کے نزدیک یہ قرآن ناقص ہے۔ ہمارے فاضل دوست محمد مال اللہ نے اپنی کتاب ''الشیعۃ وتحریف القرآن'' میں ثابت کیا ہے کہ یہ روافض قرآن پر یہ طعن کرتے ہیں کہ یہ قرآن تحریف شدہ ہے۔''

پر راضی تھے۔

شیعوں کے اس عقیدہ میں بھی ویسے ہی مقاصد پائے جاتے ہیں جیسے گزشتہ عقیدہ کے ضمن میں ہم نے کیے ہیں۔ پھر یہ کہ اس عقیدہ سے رب تعالیٰ کے اس ارشاد کی تکذیب لازم آتی ہے:

﴿لَّا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ ۖ تَنزِيلٌ مِّنْ حَكِيمٍ حَمِيدٍ﴾ (فصلت: 42)

''اس قرآن پر جھوٹ کا دخل نہ آگے سے ہوسکتا ہے اور نہ پیچھے سے۔ (اور) وہ دانا (اور) خوبیوں والے کا اتارا ہوا ہے۔''

اور فرمایا:

﴿إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ﴾ (الحجر: 9)

''بے شک یہ (کتاب) نصیحت ہم ہی نے اتاری ہے اور ہم ہی اس کے نگہبان ہیں۔''

سو جو اس قرآن کے اسقاط سے غیر محفوظ ہونے کا اعتقاد رکھے اور یہ عقیدہ رکھے کہ یہ قرآن اللہ کی طرف سے نہیں ہے تو وہ کافر ہو گیا۔

اس عقیدہ کے رکھنے سے یہ لازم آتا ہے کہ اس سارے قرآن پر سے اعتماد اور بھروسا اُٹھ جائے۔ یہ عقیدہ دین کو ڈھا دینے کے دروازے تک لے جاتا ہے۔ اور خود روافض کو بھی یہ لازم آتا ہے کہ وہ اس قرآن سے بالکل بھی استدلال نہ کیا کریں۔ اور نہ بطور عبادت کے اس کی تلاوت ہی کیا کریں، کیونکہ اس قرآن میں تبدّل اور تغیّر کا احتمال ہے۔

اس قوم کا یہ قول کس قدر خبیث ہے جو ان کے دین کو ہی ڈھا کے رکھ دے۔ امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور محمد بن الحنفیہ کہتے ہیں:

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو چھوڑا وہ ہی (صحیفہ) ہے جو جلد کے دو کے پٹھوں کے

درمیان ہے۔‘‘①

5- مطلب: حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم پر سب وشتم کا بیان:

یہ لوگ حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم پر اور بالخصوص خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم پر سب وشتم کرنے کو واجب قرار دیتے ہیں۔② ہم اللہ سے اس بات سے پناہ چاہتے ہیں۔ روافض اپنی معتبر کتابوں میں ہشام احول کے پیروکاروں میں سے ایک آدمی سے روایت کرتے ہیں کہ وہ کہتا ہے کہ میں ایک دن جناب ابوعبداللہ جعفر بن محمد کے پاس بیٹھا تھا کہ ان کے شیعہ میں سے ایک درزی ہاتھ میں دو قمیضیں اُٹھائے اندر داخل ہوا۔ اور کہنے لگا: ’’اے رسول اللہ کے بیٹے! یہ دونوں قمیضیں میں نے سی ہیں۔ ایک کو تو میں نے یوں سیا ہے کہ سوئی کے ذریعے ہر ٹانکا لگاتے ہوئے میں نے اللہ اکبر کی توحید بیان کی ہے۔ اور دوسری قمیض یوں سی ہے کہ سوئی کا ہر ٹانکا لگاتے ہوئے میں نے اس ابوبکر وعمر ملعون پر لعنت کی ہے۔ پھر میں نے یہ منت مانی کہ ان دونوں میں جو قمیض آپ نے پسند کر لی وہ آپ کی ہوئی۔ سو ان میں سے جو قمیض آپ کو پسند ہو لے لیجیے۔ اور جو پسند نہ ہو اس کو رہنے دیجیے۔‘‘

اس پر جناب صادق نے کہا: مجھے تو وہ قمیض پسند ہے جو تم نے ابوبکر وعمر پر لعنت کرتے ہوئے پوری کی ہے۔ اور جس قمیض کو تو نے اللہ اکبر کے ذکر کے ساتھ سیا ہے، اسے اپنے پاس ہی رکھا رہنے دو۔‘‘

---

① صحیح البخاری: حدیث رقم 5019۔ سو امام بخاری فرماتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے، وہ کہتے ہیں ہمیں سفیان نے عبدالعزیز بن رُفیع سے بیان کیا، وہ کہتے ہیں کہ میں اور حضرت شداد بن مغفل رضی اللہ عنہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس گئے۔ شداد بن مغفل نے ان سے پوچھا کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم (اس قرآن کے علاوہ بھی) کچھ چھوڑ کر گئے تھے؟ آپ نے فرمایا: ’’کچھ چھوڑ کر نہ گئے تھے سوائے اس کتاب کے جو جلد کے دو پٹھوں کے درمیان ہے۔‘‘ عبدالعزیز کہتے ہیں: پھر ہم محمد بن حنفیہ کے پاس گئے اور ان سے بھی پوچھا تو انہوں نے بھی یہی جواب دیا کہ اس کے سوا کچھ نہیں چھوڑا جو جلد کے دو پٹھوں کے درمیان ہے۔‘‘

② بحار الانوار للمجلسی: 385/4، اصول الکافی للکلینی: 343/1۔

ذرا ان جھوٹے اور فاسق روافض کو تو دیکھیے کہ کیسی کیسی گھناؤنی اور سخت بری باتیں ان اہل بیت کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ حاشا وکلّا کہ وہ لوگ ایسی کسی بات کے مرتکب ہوئے ہوں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

(وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ) (البقرہ: 143)

''اور اسی طرح ہم نے تم کو امت معتدل بنایا ہے، تاکہ تم لوگوں پر گواہ بنو۔''

تو جب نبی کریم ﷺ کے اصحاب ہی معتدل نہ ہوں گے تو اور کون ہوگا؟

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

(كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ) (آل عمران: 110)

''(مومنو!) جتنی اُمتیں (یعنی قومیں) لوگوں میں پیدا ہوئی ہیں تم ان میں سب سے بہتر ہو۔''

تو جب اصحاب رسول ﷺ ہی ''خیر امت'' نہ ہوں گے تو اور کون ہوگا؟

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

(وَ السّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ ۙ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ وَ اَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ) (الزخرف: 70)

''جن لوگوں نے سبقت کی (یعنی سب سے) پہلے (ایمان لائے) مہاجرین میں سے بھی اور انصار میں سے بھی۔ اور جنہوں نے نیکوکاری کے ساتھ ان کی پیروی کی۔ اللہ ان سے خوش ہے اور وہ اللہ سے خوش ہیں۔ اور اس نے ان کے لیے باغات تیار کیے ہیں جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہیں (اور) ہمیشہ ان میں رہیں گے۔ یہ بڑی کامیابی ہے۔''

توجس نے ان کو گالی دی اور ان پر سب وشتم کیا جن سے اللہ راضی ہے تو اس نے اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کی۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ﴾ (الفتح: 18)

''(اے پیغمبر!) جب ایمان والے تم سے درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے تو اللہ ان سے خوش ہوا۔''

تو بھلا یہ روافض ان لوگوں پر کیونکر سب وشتم کر سکتے ہیں جن سے ان کا رب راضی ہوا اور اس نے انہیں چُن لیا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ۭ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّاۗءُ عَلَي الْكُفَّارِ رُحَمَاۗءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا ۡ سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ﴾ (الفتح: 29)

''محمد اللہ کے پیغمبر ہیں۔ اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں، وہ کافروں کے حق میں سخت ہیں، اور آپس میں رحم دل ہیں۔ (اور اے دیکھنے والے!) تو ان کو دیکھتا ہے کہ (اللہ کے آگے) جھکے ہوئے سربسجود ہیں۔ اور اللہ کا فضل اور اس کی خوشنودی طلب کر رہے ہیں۔ (کثرت) سجود کے اثر سے ان کی پیشانیوں پر نشان پڑے ہوئے ہیں۔''

بھلا ان مقدس ہستیوں پر سب وشتم کیونکر جائز ہوسکتا ہے جن کی مدح رب تعالیٰ خود بیان کر رہا ہو۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿لَا يَسْتَوِيْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقٰتَلَ ۭ اُولٰۗىِٕكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً

مِّنَ الَّذِيۡنَ اَنۡفَقُوۡا مِنۡۢ بَعۡدُ وَقٰتَلُوۡا ؕ وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الۡحُسۡنٰى ﴿الحدیث: 10﴾

''جس شخص نے تم میں سے فتح (مکہ) سے پہلے خرچ کیا اور لڑائی لڑی، وہ (اور جس نے یہ کام پیچھے کیے، وہ) برابر نہیں۔ ان کا درجہ ان لوگوں سے کہیں بڑھ کر ہے جنہوں نے بعد میں خرچ (اموال) اور (کفار سے) جہاد وقتال کیا۔ اور اللہ نے سب سے (ثواب) نیک (کا) وعدہ تو کیا ہے۔''

اور جس سے اس کا آقا ومولی جنت کا وعدہ کر رہا ہے۔ اسے کیونکر گالی دی جا سکتی ہے۔

اور فرمایا:

﴿لِلۡفُقَرَآءِ الۡمُهٰجِرِيۡنَ الَّذِيۡنَ اُخۡرِجُوۡا مِنۡ دِيَارِهِمۡ وَ اَمۡوَالِهِمۡ يَبۡتَغُوۡنَ فَضۡلًا مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضۡوَانًا وَّ يَنۡصُرُوۡنَ اللّٰهَ وَ رَسُوۡلَهٗ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوۡنَ﴾

(الحشر: 8)

''(اور) ان مفلسانِ تارک الوطن کے لیے بھی ہے جو اپنے گھروں اور مالوں سے خارج (اور جدا) کر دیئے گئے ہیں۔ (اور) اللہ کے فضل اور اس کی خوشنودی کے طلب گار، اور اللہ اور اس کے رسول کے مددگار ہیں۔ یہی لوگ سچے (ایمان دار) ہیں۔''

اور انصار کے بارے میں یہ ارشاد فرمایا:

﴿فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الۡمُفۡلِحُوۡنَ﴾ (الحشر: 9)

''تو ایسے ہی لوگ مراد پانے والے ہیں۔''

بے شک قرآن کریم حضرات صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی مدح وتوصیف سے بھرا پڑا ہے۔ تو اب جو شخص انہیں برا کہے گا تو دراصل وہ حضرات صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی عزت وتوقیر کے بارے حکم الٰہی کا مخالف ہوگا۔ اور جو سب کے سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں یا ان کے جمہور کے بارے میں کوئی ''بد'' عقیدہ رکھے گا تو دراصل وہ رب تعالیٰ کو ان حضرات کی فضیلت

وکمال کے بارے میں دی خبر کے بارے جھٹلائے گا۔ اور رب تعالیٰ کو جھوٹا کہنے والا کافر ہوتا ہے۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

''یہ ستارے آسمان کے امین ہیں۔ سو جب یہ ستارے چلے جائیں گے تو آسمان وہ لے آئے گا جس کا اس کو وعدہ دیا جاتا ہے۔ اور میں اپنے اصحاب کا امین ہوں۔ سو جب میں (اس دنیا سے) چلا جاؤں گا تو میرے اصحاب پر وہ آئے گا جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے۔ اور میرے اصحاب میری اُمت کے امین ہیں۔ سو جب یہ چلے جائیں گے تو میری اُمت پر وہ آئے گا جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے۔'' رواہ مسلم ①

ایک صحیح حدیث میں نبی کریم ﷺ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

''میری اُمت کے بہترین لوگ وہ ہیں جو میرے زمانے میں ہیں، پھر دوسرے (زمانے والے) اور پھر تیسرے (زمانے والے)۔ اور (پھر خود) میری اُمت کے سب سے بہترین لوگ وہ ہیں جو اس کے اول میں ہیں اور جو اس کے آخر میں آئیں گے (یعنی قیامت کے قریب) اور میری اُمت کے درمیان کے لوگ گدلے (یعنی میری اُمت کا تلچھٹ اور نکمے لوگ) ہیں۔'' اس کو حاکم اور ترمذی نے روایت کیا ہے۔②

---

① صحیح مسلم: رقم الحدیث 2531 عن ابی موسی الاشعری رضی اللہ عنہ۔

② حاکم نے یہ حدیث (رقم 4937) ان الفاظ کے ساتھ روایت کی ہے: ''سب سے بہتر وہ لوگ ہیں جو میرے زمانے میں ہیں، پھر وہ جو ان کے بعد آئیں گے، پھر وہ جو ان کے بعد آئیں گے، پھر دوسرے ردی لوگ آئیں گے۔'' اس حدیث کی سند میں یزید بن عبدالرحمن لاودی ہے جو مستور الحال ہے۔ شیخ البانی رحمہ اللہ نے ''السلسلة الضعيفة: رقم 3569'' میں اس حدیث کو ضعیف کہا ہے۔ لیکن اس حدیث کی اصل صحیحین میں موجود ہے۔ صحیح بخاری: رقم 3651 اور صحیح مسلم: رقم 2533 میں یہ حدیث موجود ہے۔ اور ترمذی (3865) میں یہ حدیث ان الفاظ کے ساتھ ہے: ''سب سے بہتر لوگ وہ ہیں جو میرے زمانے میں ہیں، پھر ان کے بعد آنے والے، پھر ان کے بعد آنے والے، پھر اس کے بعد ایسے لوگ آئیں گے جن کی قسمیں ان کی گواہیوں سے، اور ان کی گواہیاں ان کی قسموں سے پہلے ہوں گی۔'' یہ حدیث حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ ایسی ہی ایک...... (بقیہ اگلے صفحہ پر)

ایک صحیح حدیث میں وارد ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''رب تعالیٰ لوگوں کو میرے صحابہ کی برکت سے فتح نصیب فرماتا ہے۔''①

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''میرے اصحاب پر سب وشتم مت کرو۔ سو اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اگر تم میں سے کوئی اُحد پہاڑ کے برابر بھی سونا (اللہ کی راہ میں) خرچ کر دے تو اس کے (خرچ کرنے) کا ثواب ان ایک مُد یا آدھے مُد (خرچ کیے) کے برابر بھی نہ پہنچے گا۔'' رواہ مسلم وغیرہ۔②

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے③ روایت ہے، وہ فرماتے ہیں: ''اصحاب محمد ﷺ کو گالی مت دو کہ ان میں سے کسی ایک کا گھڑی بھر کو (نماز میں یا جہاد میں) کھڑا ہونا تمہارے عمر بھر کے

(بقیہ پچھلے صفحہ کا) حدیث صحیح بخاری (رقم 3650) اور صحیح مسلم (رقم 2535) میں حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔ اور رہے حدیث کے وہ الفاظ جو شیخ رحمہ اللہ نے ذکر کیے ہیں کہ ''میری اُمت کے سب سے بہترین لوگ وہ ہیں جو اس کے اوّل میں ہیں اور جو اس کے آخر میں آئیں گے اور میری اُمت کے درمیان کے لوگ گدلے (یعنی نکمے) ہیں۔'' تو شیخ البانی رحمہ اللہ نے ''السلسلة الضعيفة: رقم 3572'' میں اس حدیث کو ضعیف کہا ہے۔

① شیخ رحمہ اللہ نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی اس حدیث کی طرف اشارہ کیا کہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: ''لوگوں پر ایک ایسا زمانہ بھی آئے گا کہ لوگوں کی ایک جماعت جہاد کرے گی تو لوگ پوچھیں گے کہ: ''(کیا) تم میں رسول اللہ ﷺ کے اصحاب میں سے کوئی ہے۔'' تو جہاد کرنے والے انہیں جواب دیں گے کہ: ہاں! (ہے)۔ تو انہیں فتح نصیب ہوگی۔ پھر لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ لوگوں کی ایک جماعت جہاد کرے گی، تو ان سے پوچھا جائے گا کہ ''(کیا) تم میں اصحاب رسول ﷺ کے ساتھیوں میں سے کوئی ہے؟'' تو وہ جواب دیں گے کہ: ہاں! (ہے) تو انہیں فتح نصیب ہوگی۔ پھر لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ لوگوں کی ایک جماعت جہاد کرے گی تو ان سے پوچھا جائے گا کہ کیا تم میں اصحاب رسول ﷺ کے ساتھیوں کے ساتھیوں میں سے (یعنی تبع تابعین میں سے) کوئی ہے؟ تو وہ جواب دیں گے کہ: ہاں (ہے) تو انہیں فتح نصیب ہوگی۔'' صحيح بخاری: رقم 3649، صحيح مسلم: 2532۔

② صحیح البخاری: رقم 3673، صحیح مسلم: رقم 2540، البتہ صحیح بخاری میں قسم کھانے والے کلمات مذکور نہیں۔ (محقق)

③ درست یہ ہے کہ یہ حدیث حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ (محقق)

عمل سے بہتر ہے۔'' رواہ ابن ماجہ۔①

ایک صحیح حدیث میں نبی کریم ﷺ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

''بے شک رب تعالیٰ نے بدر والوں (کے دلوں) کو جھانک کر دیکھا تو فرمایا: تم جو چاہو کرو۔ تمہارے لیے جنت واجب ہو چکی ہے۔ یا (یہ فرمایا کہ) تمہاری بخشش کر دی گئی ہے۔''②

ایک اور صحیح حدیث میں نبی کریم ﷺ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''جو حدیبیہ (کی بیعت) میں موجود تھا ان شاء اللہ تعالیٰ وہ جہنم میں داخل نہ ہوگا۔''③

اسی طرح ایسی اسناد کے طرق سے جن میں سے بعض کے رجال صحیح ہیں، ان میں سے ایک ثقہ راوی سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''میرے اصحاب کو گالی مت

---

① یہ اثر صحیح ہے۔ اس کو ابن ماجہ نے (57/1 میں) روایت کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں: ہمیں علی بن محمد اور عمرو بن عبداللہ نے وہ دونوں کہتے ہیں کہ ہمیں وکیع نے، وہ کہتے ہیں ہمیں سفیان نے نسرین ذُعلوق سے بیان کیا، وہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ:۔۔۔۔۔۔آگے اوپر والی حدیث ہے۔

② یہ حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کے قصہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ایک طویل حدیث کا ٹکڑا ہے۔ صحیح بخاری: رقم 4274، صحیح مسلم: رقم 2494۔ (محقق)

③ یہ حدیث امام مسلم (رقم 2496) نے ام مبشر سے روایت کی ہے، وہ فرماتی ہیں کہ میں نے سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس نبی کریم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے سنا: ''ان شاء اللہ شجرہ والوں میں سے ایک بھی جہنم میں داخل نہ ہوگا جنہوں نے اس شجرہ کے نیچے بیعت کی تھی۔'' سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: کیوں (نہیں) یا رسول اللہ!''۔ تو نبی کریم ﷺ نے انہیں ڈانٹ دیا اس پر سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا بولیں: اللہ کا ارشاد ہے: ﴿وَ اِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا﴾ (مریم:71) (اور تم میں سے کوئی شخص نہیں مگر اس پر سے اسے گزرنا ہوگا)۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: (اس سے آگے) اللہ عزوجل کا ارشاد ہے: ''﴿ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّ نَذَرُ الظّٰلِمِيْنَ فِيْهَا جِثِيًّا﴾ (مریم:72)'' (پھر ہم پرہیزگاروں کو اس سے نجات دے دیں گے اور ظالموں کو اس میں گھٹنوں کے بل پڑا ہوا چھوڑ دیں گے)۔''

اس حدیث کو ترمذی (رقم 3869) نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

''جن لوگوں نے درخت کے نیچے بیعت کی تھی ان میں سے ایک بھی جہنم میں داخل نہ ہوگا)۔

یہ حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کے قصہ میں حضرت رضی اللہ عنہ سے مروی ایک طویل حدیث کا ٹکڑا ہے۔

دو، جو میرے اصحاب کو گالی دے، اس پر اللہ کی لعنت ہو۔''①

متعدد اسانید سے جن میں سے بعض اسناد حسن ہیں، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیٹھا تھا۔ جناب علی رضی اللہ عنہ بھی خدمت میں بیٹھے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اے علی! عنقریب میری اُمت کے کچھ ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو خود کو اہل بیت سے محبت کی طرف منسوب کریں گے۔ ان کا ایک شرم ناک لقب ہو گا۔ وہ ''رافضہ'' کہلائیں گے۔ ان سے قتال کرنا کہ یہ مشرک ہیں۔''②

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے تواتر کے ساتھ منقول یہ امر ہے جو حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور بالخصوص حضرات خلفائے راشدین کے کمال پر دلالت کرتا ہے۔ کیونکہ ان حضرات میں سے ہر ایک کی مدح مشہور بلکہ متواتر ہے۔ کیونکہ ان روایات کو اتنے لوگوں نے نقل کیا ہے کہ جن سب کا جھوٹ بولنا اور جھوٹ پر ایکا کر لینا (عقل وعرف اور نقل وشرع سب کے نزدیک) محال ہے۔ اور ان سب حضرات کی اخبار کا مجموعہ حضرات کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے کمال اور حضرات خلفائے راشدین کی فضیلت کے قطعی اور یقینی علم کا فائدہ دیتا ہے۔

سو جب تم نے یہ بات جان لی کہ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی فضیلت میں آیات قرآنیہ کثرت کے ساتھ ہیں، اور احادیث متواترہ کا مجموعہ ان مقدس حضرات کے فضل وکمال

---

① علامہ البانی رحمہ اللہ نے ''السلسلۃ الصحیحۃ: رقم 2340'' میں یہ الفاظ نقل کیے ہیں: ''جس نے میرے اصحاب کو گالی دی اس پر اللہ کی، فرشتوں کی اور سب لوگوں کی لعنت ہو'' علامہ رحمہ اللہ نے اس حدیث کے سب طرق کو حسن کہا ہے۔

② یہ حدیث ضعیف ہے۔ اس حدیث کو ابن جوزی رحمہ اللہ نے ''العلل المتناھیۃ فی الاحادیث الواھیۃ: 166/1 میں روایت کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں: یہ حدیث نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح سند کے ساتھ ثابت نہیں۔''
میں کہتا ہوں کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔ یہ حدیث ایسے متعدد طرق سے مروی ہے جس میں سے کوئی طریق بھی کلام سے خالی نہیں۔ البتہ اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کہ ان روافض کی واقعی یہی حقیقت ہے کہ حُبِّ اھل بیت کا دم بھر کر اپنے مکروہ چہرے چھپاتے ہیں۔ (محقق)

پر نص ہے، تو اب جو شخص ان مقدس ہستیوں کے فاسق ہونے کا یا ان میں سے ایک مجموعہ کے فاسق ہونے کا، یا ان سب کے مرتد ہو جانے کا، یا ان میں اکثر کے دین سے مرتد ہو جانے کا اعتقاد رکھے۔ یا یہ اعتقاد رکھے کہ ان مقدس ہستیوں کو گالی دینا برحق اور جائز ہے۔ یا یہ اعتقاد رکھ کر ان مقدس حضرات کو گالی دے کہ یہ گالی دینا برحق اور حلال ہے، تو ان سب صورتوں میں ایسا شخص ان سب باتوں میں اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کرنے والا بن گیا، جن میں ان مقدس حضرات کے ایسے فضائل وکمالات کی خبر دی گئی ہے جو اُن سب باتوں سے ان حضرات کے بری ہونے کو لازم قرار دیتی ہیں جو ان حضرات میں فسق وارتداد کو واجب کرتی ہیں اور ان حضرات پر سب وشتم کرنے کو برحق اور مباح قرار دیتی ہیں۔

اور جو شخص کسی ایسی بات میں اللہ اور اس کے رسول کو جھٹلائے جس کا صدور اللہ اور اس کے رسول سے قطعاً ثابت ہو تو وہ یقیناً کافر ہو گیا۔

یاد رہے کہ قطعی متواتر کسی بات سے جہل کوئی عذر نہیں۔ اور کسی معتبر دلیل کے بغیر اس میں کوئی تاویل کرنا یا اس کو اس کی اصل سے پھیرنا غیر مفید ہوتا ہے۔ جیسے اگر کوئی شخص جو نماز پنج گانہ کی فرضیت سے لاعلم اور وہ ان کی فرضیت کا انکار کر دے، تو ایسا شخص اس جہل کی بنا پر کافر ہو جائے گا۔ اسی طرح اگر کسی نے فرائض خمسہ کی وہ تاویل کی جو ہم نہیں جانتے، تو وہ کافر ہو جائے گا۔

کیونکہ قرآن وسنت کی وہ نصوص جو ان مقدس حضرات کے فضائل پر دلالت کرتی ہیں، ان سے حاصل ہونے والا علم قطعی ہوتا ہے۔

اور اگر کوئی شخص صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے خاص بعض صحابہ رضی اللہ عنہم پر ہی سب وشتم کرتا ہے۔ سو اگر تو وہ صحابی ان حضرات میں سے ہے جس کے فضل وکمال کا منقول ہونا متواتر ہو، جیسے حضرات خلفائے راشدین، سو اگر تو یہ شخص اس خاص صحابی پر سب وشتم کرنے کو حق اور مباح جانتا ہے، تو یہ شخص قطعی کافر ہو جائے گا۔ کیونکہ اس نے ایک ایسی بات کو جھٹلایا ہے جس

کا نبی کریم ﷺ سے ثبوت قطعی ہے۔ اور نبی کریم ﷺ کو جھٹلانے والا کافر ہوتا ہے۔

اور اگر وہ اس صحابی کو اس اعتقاد کے بغیر گالی دیتا ہے کہ انہیں گالی دینا برحق اور مباح ہے، تو یہ شخص فاسق ہو گیا۔ کیونکہ ایک مسلمان کو گالی دینا فسق ہے۔

بعض علماء نے حضرات شیخین رضوان اللہ علیہم اجمعین کو گالی دینے والے پر مطلقاً کفر کا حکم لگایا ہے۔① واللہ عالم

اور اگر کوئی شخص کسی ایسے صحابی کو گالی دیتا ہے جن کے فضل وکمال کی بابت نقول متواتر نہیں تو ظاہر یہ ہے کہ ایسے صحابی کو گالی دینے والا فاسق ہو گا۔ البتہ اگر وہ ایسے صحابی کو بھی اس اعتبار سے گالی دیتا ہے کہ وہ صحابئ رسول تھا، تو یہ بھی کفر ہو گا۔ یاد رہے کہ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور بالخصوص خلفائے راشدین کو گالی دینے والے اکثر روافض کا یہ حال ② ہے

---

① جیسے امام احمد اور امام مالک۔ چنانچہ خلّال نے ''السنة : ص 493طبع دارالراية'' میں نقل کیا ہے کہ: ہمیں ابوبکر المروزی نے بیان کیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے جناب ابوعبداللہ سے ابوبکر وعمر وعائشہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو گالی دینے والے کے بارے میں پوچھا تو فرمانے لگے: ''میں اسے اسلام پر باقی نہیں سمجھتا (یعنی وہ کافر ہو گیا)۔'' مروزی کہتے ہیں: ''میں نے ابوعبداللہ کو یہ (بھی) کہتے سنا ہے، کہ امام مالک فرماتے ہیں: ''جو بھی اصحاب رسول کو گالیاں دیتا ہے اس کا اسلام میں کوئی حصہ نہیں۔'' یہ روایت صحیح ہے۔ (محقق)

② جو لوگ حضرات صحابۂ کرام پر سب وشتم کرتے ہیں وہ شدید خطرے میں ہیں چنانچہ بعض حضرات کے اس بارے اپنی کتابوں میں ایک مستقل فصل قائم کی ہے کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم پر سب وشتم کرنے والوں پر اس دنیا میں کیا کیا سزائیں اور عذاب و بلایا اتریں۔ چنانچہ امام لالکائی رحمہ اللہ نے ''اصول اعتقاد اہلِ سنت'' (7/ 1327) میں اس بات کو خوب کھول کر بیان کیا ہے کہ ان زبان درازوں پر اخروی عذاب سے قبل ہی کیا کیا عذاب نازل ہوئے اور انھیں رب تعالیٰ کی کیسی کیسی پکڑ آئی۔ علماء بیان کرتے ہیں کہ اصحابِ رسول پر سب وشتم کرنے والوں کا ہمیشہ برا خاتمہ ہوتا ہے۔ بالخصوص جو حضرات شیخین جناب ابوبکر رضی اللہ عنہ وعمر رضی اللہ عنہ پر سب وشتم کرنے والا ہمیشہ ایمان سے محروم ہو کر مرتا ہے۔ یہ برا انجام زوجۂ رسول سیدہ طاہرہ صدیقہ عائشہ بنت صدیق رضی اللہ عنہ پر بدزبانی والے کا ہوتا ہے۔

ذیل میں اس بارے میں شیخ الاسلام رحمہ اللہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا قول نقل کرتے ہیں۔ چنانچہ شیخ الاسلام ''الصارم المسلول علی شاتم الرسول، ص: 437 طبع دارالحدیث'' میں لکھتے ہیں: فصل: ''سبِ صحابہ کی تفصیل کا بیان: جس نے سبِ صحابہ کے ساتھ یہ دعویٰ کیا کہ علی الدھیں یا یہ کہ علی نبی ہیں، اور اس رسالت کے حوالے کرنے میں جبرئیل علیہ السلام سے خطا ہوئی۔ تو بلاشبہ یہ شخص کافر ہو گیا۔ بلکہ جو ایسے شخص کے کافر ہونے میں توقف

کرے، وہ بھی بلاشبہ کافر ہے۔ اسی طرح جس کا یہ یقین ہو کہ اس قرآن میں کمی ہے اور اس کی بعض آیات کو چھپا لیا گیا۔ یا وہ یہ سمجھتا ہو کہ اس کے پاس ایسی تاویلاتِ باطنہ ہیں جن سے اعمالِ مشروعہ ساقط ہو جاتے ہیں۔ جیسے قرامطہ، باطنیہ اور تناسخیہ کہ ان سب کے کفر میں کوئی شک نہیں۔ البتہ جو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو صرف گالی اور ان کی عدالت میں کوئی عیب نہ نکالے اور نہ ان کے دین میں کوئی طعن کرے جیسے بعض صحابہ کو بخیل کہنا یا بزدل کہنا یا کسی کو قلتِ علم کے ساتھ موصوف کرنا یا کسی عدمِ زہد کے ساتھ متصف قرار دینا وغیرہ۔ تو ایسا شخص تادیب اور تعزیر کا مستحق ہے۔ اور صرف اس قدر کہنے سے ہم اس کو کافر نہ کہیں گے۔ اہلِ علم میں سے جو لوگ ان روافض کے کفر کے قائل نہیں، ان کے قول کو ہم اس تاویل پر محمول کریں گے۔ البتہ جو اصحابِ رسول پر مطلق لعن طعن کرے اور ان کو برا کہے، تو اس بارے میں اختلاف ہے۔ کیونکہ اب ''امرلعنِ غیظ'' (یعنی غصہ میں آ کر لعن طعن کرنے) اور ''لعنِ اعتقاد'' (یعنی یہ عقیدہ رکھ کر لعنت کرے کہ ان پر لعنت کرنا حلال اور جائز ہے) کے درمیان دائر ہو گیا۔ اور رہا وہ رافضی جو اس سے بھی تجاوز کر جائے، مثلاً یہ کہے کہ اصحاب رسول رضی اللہ عنہم نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد مرتد ہو گئے تھے اور صرف چند لوگ ہی اسلام پر قائم رہے جن کی تعداد بمشکل دس سے کچھ زیادہ تھی، یا یہ اعتقاد رکھے کہ اکثر صحابہ فاسق تھے، تو اس رافضی کے کفر میں بھی کوئی شک نہیں۔ کیونکہ یہ قرآنی نص کی تکذیب کر رہا ہے۔ کیونکہ قرآن میں متعدد مواقع پر رب تعالیٰ نے اس بات کو ذکر فرمایا ہے کہ وہ اصحاب رسول سے راضی ہے اور ان کی تعریف فرمائی ہے۔ بلکہ جو ایسے رافضی کے کفر میں شک کرے، وہ بھی یقیناً کافر ہے۔ اور اس کا کافر ہونا بھی متعین ہے۔ کیونکہ اس مقالہ کا مضمون یہ بنتا ہے کہ کتاب وسنت کے ناقلین ہی کافر یا فاسق تھے۔

اور یہ آیت کہ:

﴿ كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ ﴾ (آل عمران: 110)

''(مومنو!) جتنی اُمتیں (یعنی قومیں) لوگوں میں پیدا کی گئی ہیں، تم ان میں سب سے بہتر ہو۔''

اور وہ قرنِ اولی ہے۔ اور بقول ان روافض کے، ان میں سے اکثر کافر یا فاسق تھے۔ اور روافض کے اس قول کا مضمون یہ بنتا ہے کہ یہ اُمت سب سے بدتر اُمت ہے۔ اسی لیے آپ دیکھیں گے کہ اکثر جن لوگوں سے اس قسم کی کسی بات کا ظہور ہوتا ہے، وہ زندیق نکلتا ہے۔ اور اکثر زندیق اپنے مذہب کو دوسروں سے چھپاتے ہیں۔ اللہ کے کرم سے، ان بدبختوں سے متعدد عبرت آموز واقعات کا ظہور ہوا۔ یہ بات تواتر کے ساتھ منقول ہے کہ ان روافض کے چہرے زندگی اور موت دونوں احوال میں اکثر مسخ ہو کر خنزیر بن جاتے ہیں۔ متعدد علما نے ان روافض کے ایسے عبرتناک واقعات کو مستقل کتابوں میں اکٹھا کیا ہے۔ جیسے حافظ الصالح ابوعبداللہ محمد بن عبدالواحد المقدسی نے اپنی کتاب ''النھی عن سب الاصحاب و ماجاء عن الاثم والعقاب'' میں ایسے متعدد روح فرسا واقعات کو درج کیا ہے کہ اصحاب رسول پر سب وشتم کرنے والوں کا کیسا گھناؤنا انجام ہوا۔

غرض اصحاب رسول پر سب وشتم کرنے والوں کی متعدد قسمیں ہیں۔ ایک وہ کہ جن کے کفر میں کوئی شک نہیں؛ ایک وہ کہ جن پر کفر کا حکم نہیں لگتا؛ اور ایک قسم وہ بھی ہے کہ جن کا حکم کفر اور فسق کے درمیان دائر ہے، ان سب کا شمار اور احاطہ کرنے کا یہ موقع نہیں۔ ان مسائل کو ہم نے یہاں صرف اس لیے ذکر کیا ہے کہ ہمارے مطلوبہ مسئلہ میں کلام کامل ہو جائے۔''

قاضی عیاض رحمہ اللہ اپنا کتاب ''الشفاء بتعریف حقوق المصطفی صلی اللہ علیہ وسلم '' ص 299 ۔ 301، طبع دار ابن رجب'' میں لکھتے ہیں:

فصل: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آل بیت، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب پر سب وشتم کرنا اور ان میں عیب نکالنا حرام ہے، اور ایسا کرنے والا ملعون اور مستحق لعنت ہے..........

آگے چل کر لکھتے ہیں: ۔۔۔۔۔۔ امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''جو اللہ کے نبی پر سب وشتم کرے اسے قتل کیا جائے گا، اور جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب پر سب وشتم کرے گا، اس کی تادیب کی جائے گی۔''

آگے لکھتے ہیں: ۔۔۔۔۔ ''جو ابوبکر، عمر، عثمان، علی، معاویہ اور عمرو بن عاص وغیرہ حضرات رضی اللہ عنہم میں کسی ایک پر بھی سب وشتم کرے گا، سو اگر تو وہ یہ کہتا ہے کہ یہ لوگ گمراہ اور کافر تھے، تو اس کو کافر ہو جانے کی بنا پر قتل کیا جائے گا۔ اور جو اس کے علاوہ سب وشتم کرے جیسے لوگ ایک دوسرے کو کیا کرتے ہیں تو اس کو سخت ترین سزا دی جائے گی۔''

ابن حبیب کہتے ہیں: جس رافضی نے بھی بغض عثمان رضی اللہ عنہ میں غلو سے کام لیا اور ان سے براءت کا اظہار کیا، اس کی سخت تادیب کی جائے گی۔ اور جس نے اس سے بھی آگے بڑھ کر جناب ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ سے بغض رکھا، اس کو اور بھی زیادہ سخت سزا دی جائے گی اور بار بار کوڑے لگائیں جائیں۔ لمبی قید میں ڈالا جائے گا۔ کہ موت تک وہیں پڑا سڑتا رہے۔ البتہ قتل نہ کیا جائے گا، مگر اسی کو جو بغض میں آگے بڑھتے بڑھتے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر سب وشتم کرنے پر اتر آئے۔''

سحنون کہتے ہیں: ''جس نے علی، عثمان وغیرہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی ایک کو بھی کافر کہا، اسے نہایت درد ناک سزا دی جائے گی۔''

ابو محمد بن ابی زید انہیں سحنون سے حکایت کرتے ہیں کہ ''جس نے ابوبکر، عمر، عثمان، علی رضی اللہ عنہم میں سے کسی کو گمراہ یا کافر کہا، تو اس کو قتل کر دیا جائے گا، کیونکہ وہ کافر ہو گیا ہے۔ اور جس نے کسی دوسرے صحابی کو ایسی ہی بات کہی، تو اس کو سخت ترین سزا دی جائے گی۔''

امام مالک رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ ''جس نے حضرات ابوبکر رضی اللہ عنہ پر سب وشتم کیا، اسے کوڑے مارے جائیں گے؛ اور جس نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر سب وشتم کیا، اس کو قتل کر دیا جائے گا۔'' جب کسی نے ان سے اس قول کی وجہ پوچھی تو بولے کہ: ''جس نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگائی، اس نے قرآن کی مخالفت کی۔'' ابن شعبان امام مالک سے روایت کرتے ہیں: ''کیونکہ رب تعالیٰ کا ارشاد ہے:

(يَعِظُكُمُ اللّٰهُ اَنْ تَعُوْدُوْا لِمِثْلِهٖٓ اَبَدًا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ) (النور: 17)

''اللہ تمہیں نصیحت کرتا ہے کہ اگر تم مومن ہو تو پھر کبھی ایسا (کام) نہ کرنا۔''

ابو الحسن الصقلی حکایت کرتے ہیں کہ ''قاضی ابوبکر بن طیب حکایت کرتے ہیں کہ: ''رب تعالیٰ جب قرآن میں اس بات کو ذکر فرماتے ہیں جس کو یہ مشرک اس کی طرف منسوب کرتے ہیں تو خود رب تعالیٰ اپنی پاکی بیان فرماتے ہیں۔ جیسے کہ ارشاد ہے: (وَ قَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ) (الانبیاء: 26)

''اور کہتے ہیں کہ اللہ بیٹا رکھتا ہے، وہ پاک ہے (اس کے نہ بیٹا ہے اور نہ بیٹی)۔''

اس مضمون کی متعدد آیات ہیں۔ اور جب رب تعالیٰ نے اس بات کو ذکر فرمایا جس کی منافقوں نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی طرف نسبت کی تو فرمایا:

(وَ لَوْ لَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ قُلْتُمْ مَّا یَكُوْنُ لَنَآ اَنْ نَّتَكَلَّمَ بِهٰذَا ۖ سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِیْمٌ) (النور: 16)

''اور جب تم نے اسے سنا تھا تو کیوں نہ کہہ دیا کہ ہمیں شایاں نہیں کہ ایسی بات زبان پر لائیں (اے پروردگار!) تو پاک ہے!۔ یہ تو (بہت) بہتان ہے۔''

تو یہاں بھی رب تعالیٰ نے سیدہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے اس برائی سے بری ہونے کو بیان کرتے ہوئے خود اپنی پاکی بیان کی جیسے اپنے کو برائی سے پاک ہونے کو بیان کرنے کے لیے خود اپنی پاکی بیان فرمائی۔'' یہ بات امام مالک رحمہ اللہ کے اس قول کی دلیل ہے کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر سب وشتم کرنے والا قتل کیا جائے گا، اس کا مطلب واللہ عالم، یہ ہے کہ جب رب تعالیٰ نے سیدہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر سب وشتم کو بہت بڑا جرم قرار دیا جیسا کہ اس کے جرم کو بڑا قرار دیا جو رب تعالیٰ کی ذات پر سب وشتم کرتا ہے اور سیدہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر سب وشتم، اللہ اور نبی پر سب وشتم کے مترادف ہے، اور اللہ نے اپنے نبی پر سب وشتم اور اس کو ایذاء کو اپنے پر سب وشتم اور ایذاء قرار دیا ہے، اور اللہ کا حکم ہے کہ اللہ رسول کو ایذاء پہنچانے والے کو قتل کر دیا جائے۔ جیسا کہ ہم نے گزشتہ میں بیان کیا۔

ایک آدمی نے کوفہ میں سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر سب وشتم کیا۔ اسے موسیٰ بن عیسیٰ عباسی کے سامنے پیش کیا گیا۔ اس نے پوچھا: ''اس کا کوئی گواہ ہے؟'' تو ابن ابی لیلی بولے: ''جی ہاں! میں (گواہ ہوں کہ اس نے سیدہ صدیقہ طاہرہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر سب وشتم کیا ہے)۔ تو موسی نے اسے اسّی کوڑے لگوائے، سر منڈوایا اور حجاموں کے حوالے کر دیا۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے بارے میں روایت ہے کہ جب عبید اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ پر سب وشتم کیا تو آپ نے نذر مانی کہ عبید اللہ کی زبان کاٹوں گا۔ جب آپ سے اس بارے میں بات کی گئی تو فرمایا: ''مجھے چھوڑو کہ میں اس کی زبان کاٹوں تاکہ بعد میں کوئی اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر سب وشتم نہ کرے۔'' امام مالک فرماتے ہیں: جو اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں سے کسی پر عیب چینی کرتا ہے اس کا اس مالِ غنیمت میں سے کوئی حصہ نہیں۔ کیونکہ رب تعالیٰ نے مالِ غنیمت کو ان تین قسموں کے لوگوں میں تقسیم فرمایا ہے:

(لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِیْنَ الَّذِیْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ وَ اَمْوَالِهِمْ یَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانًا وَّ یَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ ؕ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ۔ وَ الَّذِیْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَ الْاِیْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ یُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَیْهِمْ وَ لَا یَجِدُوْنَ فِیْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّاۤ اُوْتُوْا وَ یُؤْثِرُوْنَ عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ وَ لَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ) (الحشر: 8۔ 9)

''(یہ مالِ غنیمت) ان مفلسانِ تارک الوطن کے لیے (بھی) ہے جو اپنے گھروں اور مالوں سے خارج (اور جدا) کر دیے گئے ہیں۔ (اور) اللہ کا فضل اور اس کی خوشنودی کے طلب گار اور اس کے پیغمبر کے مددگار ہیں۔ یہی لوگ سچے (ایمان دار) ہیں۔'' (الحشر: 8)

آگے ارشاد ہے:

''اور (ان لوگوں کے لیے بھی) جو مہاجرین سے پہلے (ہجرت کے) گھر (یعنی مدینے) میں مقیم اور ایمان میں (مستقل) رہے۔ (اور) جو لوگ ہجرت کر کے ان کے پاس آتے ہیں ان سے محبت کرتے ہیں۔ اور جو کچھ ان کو

ملا۔ اس سے اپنے دل میں کچھ خواہش (اورخلش) نہیں پاتے اور ان کو اپنی جانوں سے مقدم رکھتے ہیں خواہ ان کو خود احتیاج ہی ہو۔‘‘(الحشر :9)

یہ حضرات انصار رضی اللہ عنہ ہیں۔آگے ارشاد ہے:

﴿وَالَّذِيْنَ جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ﴾ (الحشر : 10)

’’اور (ان کے لیے بھی) جو اُن (مہاجرین) کے بعد آئے (اور) دعا کرتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار! ہمارے اور ہمارے بھائیوں کے جو ہم سے پہلے ایمان لائے ہیں، گناہ معاف فرما، اور مومنوں کی طرف سے ہمارے دل میں کینہ (اورحسد) نہ پیدا ہونے دے۔ اے ہمارے پروردگار! تو بڑا شفقت کرنے والا (اور) مہربان ہے۔‘‘

سو جو شخص اصحاب رسول میں عیب چینی کرتا ہے اس کا مسلمانوں کے اموالِ غنیمت میں کوئی حق نہیں۔‘‘

میں کہتا ہوں: جس دن یمنی مسلح افواج نے ان روافض پر جنگی جہازوں، میزائلوں، بموں اور ٹینکوں سے سخت حملہ کرکے ان کو پیس کر اور تباہ کرکے رکھ دیا تھا، جب انہوں نے صوبہ صعدۃ کے علاقہ حیران میں جبل مرّان میں پناہ لی ہوئی تھی، اور شیعہ حضرات نے اکثریتی آبادی والے علاقوں سے آ آ کر ان پہاڑوں میں اپنی ایک جتھا بندی کر لی تھی، اور بے شمار اسلحہ جمع کرکے یمن پر چڑھ دوڑے تھے، تو یمنی افواج نے انہیں تباہ و برباد کرکے رکھ دیا۔ یہ روافض اصحاب رسول پر اپنے منبروں پر علانیہ سب وشتم کرتے تھے، اور کھلے بندوں ایسی کتابیں شائع کرتے جن میں اصحاب رسول پر سخت تبرّا اور بدزبانی ہوتی تھی۔ ان لوگوں نے اصحاب رسول پر سب وشتم پر مشتمل کثیر تعداد میں پمفلٹ بھی شائع کرکے عامۃ الناس میں تقسیم کیے تھے۔ اس پر یمنی افواج ان پر قہر خداوندی بن کر ٹوٹیں، ان کے بے شمار لوگوں کو موت کے گھاٹ اتارا، بہت ساروں کو قید کیا۔ بے شمار شیعہ سخت زخمی ہوئے۔ بعض بھاگ نکلے تو یمنی افواج نے وادیوں اور گھاٹیوں کا چپہ چپہ چھان مارا اور انہیں ڈھونڈ ڈھونڈ کر موت کے منہ میں اتارا اور ان کی ہر قسم کی نقل وحرکت کا بالکلیہ خاتمہ کر دیا۔

البتہ یاد رہے کہ یمنی افواج کی یہ سب کارروائیاں تب عمل میں آئیں جب خود ان روافض نے یمنی فوجیوں کو دھوکے سے قتل کیا، دستے لُوٹے، مسافروں کو شدید خوف وہراس میں مبتلا کیا، امن عامہ کو شدید متاثر کیا، پُرامن آبادیوں میں سخت بے چینی اور دہشت پیدا کی اور رب کی دھرتی کو شر وفساد سے بھر دیا۔ اور یہ سب دہشت گردانہ کارروائیاں ایرانی پشت پناہی کے بل بوتے پر کی گئیں۔

اس کی تفصیل کے لیے ہمارے شیخ وادعی رحمہ اللہ کی کتاب ’’ارشاد ذوی الفطن لاخراج غلاۃ الروافض من الیمن‘‘ کا مطالعہ کیا جائے جس میں وہ یمن میں روافض کی تخریبی کارروائیوں کو مفصل بیان کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ موصوف مرحوم کی دو اور کتابیں بھی اس موضوع پر خوب روشنی ڈالتی ہیں: ’’صعقۃ الزلزال لنسف اباطیل الرفض والاعتزال‘‘ اور ’’ریاض الجنۃ فی الردعلی اعداء السنۃ‘‘۔ ان کے علاوہ ہمارے فاضل دوست محمد الامام کی کتاب ’’رافضۃ الیمن علی مرورالزمن‘‘ اور ’’طعن رافضۃ الیمن فی صحابۃ الرسول المؤتمن‘‘ بھی قابل مطالعہ ہیں۔

ان روافض کا یہ بھیانک انجام صرف اسی لیے ہوا کہ یہ سنت رسول سے جنگ کرنے اور اصحاب رسول پر سب وشتم کرنے پر اتر آئے تھے۔ بے شک ایک حدیث قدسی میں رب تعالیٰ کا یہ ارشاد بالکل برحق ہے:

''جس نے میرے کسی ولی (یعنی صحابی) سے عداوت کی، تو میرا اس کے ساتھ اعلان جنگ ہے۔''

صحیح البخاری: رقم الحدیث 6502 عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ۔

اور رب تعالیٰ کا ارشاد ہے:

(وَ كَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَاۤ اَخَذَ الْقُرٰى وَ هِیَ ظَالِمَةٌ ؕ اِنَّ اَخْذَهٗۤ اَلِیْمٌ شَدِیْدٌ) (ھود: 102)

''اور تمہارا پروردگار جب نافرمان بستیوں کو پکڑا کرتا ہے تو اس کی پکڑ اسی طرح ہوتی ہے۔ بے شک اس کی پکڑ دکھ دینے والی (اور) سخت ہے۔''

اللہ قحطانی پر رحم فرمائے کہ اس نے کیا خوب اشعار کہے ہیں:

ان الروافض شرمن وطئی الحصی		من کل انس ناطق وجان

''بے شک یہ روافض روئے زمین پر چلنے والی ہر چیز سے بدتر لوگ ہیں چاہے وہ انسانِ ناطق ہو یا کوئی جن۔

مدحوا النبی وخونوا اصحابه		ورموهم بانظلم والعدوان

''یہ لوگ (عجیب منافق ہیں کہ) نبی کی تو تعریف کرتے ہیں لیکن نبی کے اصحاب کو خائن کہتے ہیں اور ان پر ظلم اور زیادتی کی تہمتیں لگاتے ہیں۔''

حبوا قرابته وسبوا صحبه		جدلان عنداللّٰه منتقضان

(ان کا دوغلا پن دیکھیے کہ) نبی کے قرابتداروں سے محبت کا دم بھرتے ہیں اور اس کے اصحاب کو'' گالیاں دیتے ہیں۔ بلاشبہ اللہ کے آگے یہ دونوں باتیں ایک دورے کی سخت نقیض اور ضد ہیں۔''

فكأنما آل النبی وصحبه		روح یضم جمیعها جسدان

سو گویا کہ نبی کریم ﷺ کے آل اور آپ ﷺ کے صحابہ، یہ سب ایک روح ہیں جو دو جسموں میں پائی جاتی ہے۔

فئتان عقدهما شریعة احمد		بأبی وامی تانك الفئتان

''یہ دو جماعتیں ہیں جن کو نبی احمد مجتبیٰ ﷺ کی شریعت نے ایک دوسرے سے باندھ کر ایک کر رکھا ہے ان دونوں جماعتوں پر میرے ماں باپ قربان ہوں۔''

فئتان، سالکتان فی سبل الهدیٰ		وهما بدین اللّٰه قائمتان

یہ دونوں جماعتیں (آلِ بیت اور اصحاب رسول) ہدایت کے رستوں کے راہی ہیں اور یہ دونوں جماعتیں ہی اللہ کے دین پر قائم ہیں۔

شاید یہ روافض ملنے والے ان سبقوں سے عبرت حاصل کریں اور اللہ کے حضور اس بارے سچی توبہ کریں کہ وہ آئندہ کبھی نہ تو اللہ کے رسول کی سنت سے جنگ کریں گے اور نہ اللہ کے رسول کے اصحاب پر سب وشتم کریں گے۔ اور جو توبہ کرتا ہے اللہ اس کی توبہ قبول کرتا ہے۔ واللہ المستعان۔ (محقق)

کہ وہ ان حضرات کو گالی دینے کے حق ہونے کا یا مباح ہونے کا اعتقاد رکھتے ہیں، بلکہ ان حضرات کو گالی دینا واجب سمجھتے ہیں۔ کیونکہ یہ لوگ اپنے تئیں حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو گالیاں دے کر اللہ کا قرب حاصل کرتے ہیں اور یہ اس ناپاک فعل کو اپنے دین کا سب سے جلیل القدر امر سمجھتے ہیں، جیسا کہ ان روافض سے منقول ہے۔ یہ کیسی گمراہ عقلوں کے مالک لوگ ہیں کہ ایسی باتوں کے ذریعے اللہ کا قرب ڈھونڈتے پھرتے ہیں جو انہیں دین کے گھاٹے میں مبتلا کرے۔ ان کا اللہ ہی حافظ ہے۔ خیر ان سب باتوں کے بعد میں یہ کہہ دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ نہ تو میں اس شخص کے کافر ہونے کا قائل ہوں جو اللہ کے نزدیک مسلمان ہے، اور نہ ایسے کسی شخص کے مسلمان ہونے کا ہی قائل ہوں کہ جو کافر ہو۔ بلکہ میرا یہ عقیدہ ہے کہ جو اللہ کے نزدیک کافر ہے، وہ کافر ہے۔ اور علما سے صحیح روایات کے ساتھ جو یہ منقول ہے کہ وہ اہل قبلہ کو کافر نہیں کہتے، تو یہ قول اس شخص پر محمول ہے جس کی بدعت اسے کافر نہ بنا دیتی ہو۔ کیونکہ جو کفر پر مشتمل بدعت کا مرتکب ہوگا، اس کے کافر ہو جانے پر سب علما کا اتفاق ہے۔ اور اس بات میں کوئی شک نہیں کہ جو بات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے قطعی اور یقینی طور پر ثابت ہو، اس کی تکذیب کفر ہے۔ اور ایسی سنگین بات میں کسی کا جہل عذر نہیں۔ واللہ اعلم۔

6- مطلب: تقیہ ① کا بیان:

روافض تقیہ کو واجب کہتے ہیں۔ اور امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ:

"تقیہ میرا اور میرے آباء واجداد کا دین ہے۔" ②

حاشا وکلّا کہ امام صادق کا ایسا عقیدہ ہو۔ بعض روافض نے تقیہ کی تفسیر یوں بیان کی

---

① شیعہ کے نزدیک تقیہ صرف ایک جھوٹ ہے اور کھلا نفاق بھی ہے۔ جیسا کہ شیخ مفید نے "شرح عقائد الصدوق: ص 261 (ملحق کتاب: کتاب اوائل المقالات): میں تقیہ کی یہ تعریف بیان کی ہے: "تقیہ یہ حق کو چھپانا، حق کے بارے اعتقاد کو خفیہ رکھنا اور اس کو مخالفین سے چھپانا اور ان کے سامنے حق کے ظاہر کرنے کو ترک کرنا ہے کہ جس کے نتیجہ میں دین یا دنیا کا کوئی ضرر ہوتا ہے": ص 317۔"

② "الکافی" للکلینی: 228/2، طبع دار الاضواء" "وشرح عقائد الصدوق": ص 115 لابن المفید۔

ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ﴾ (الحجرات: 13)

''اور اللہ کے نزدیک تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو زیادہ تقوی والا (یعنی زیادہ پرہیزگار) ہے۔''

جبکہ یہ روافض اس کی تفسیر یوں کرتے ہیں کہ ''جو تم میں زیادہ تقیہ کرنے والا اور لوگوں سے سب سے زیادہ ڈرنے والا ہو۔'' (یعنی یہ روافض "اتقاکم"کو تقوی سے نہیں بلکہ تقیہ سے مشتق مانتے ہیں)۔ جبکہ ایک حدیث میں نبی کریم ﷺ کا ارشاد: ''جس نے اپنی رائے سے قرآن کی تفسیر کی اس نے کفر کیا۔''①

روافض کے علما نے اپنے ایک ثقہ آدمی سے نقل کیا ہے وہ کہتا ہے کہ: ''ایک دن جعفر صادق ہمارے ہاں رات کو اپنی خاص خلوت میں سوئے ہوئے تھے۔ ان کے پاس اس وقت کوئی نہ تھا سوائے اس کے کہ جس کے تشیع میں ہمیں کوئی شک نہ تھا۔ سو آپ تہجد کے لیے اُٹھے، وضو کیا اور کانوں کا مسح کیا اور پیروں کو دھویا۔ پھر کھڑے ہو کر نماز پڑھی۔ ایک اونی نمدے پر دونوں ہاتھوں کو باندھتے ہوئے سجدہ کیا۔

سو ہم کہنے لگے کہ شاید حق یہی ہے۔ یہاں تک کہ ہم نے ایک چیخ کی آواز سنی۔ ہم نے دیکھا کہ ایک آدمی ان کے قدموں میں گرا پڑا ہے اور ان کو بوسا دے رہا ہے اور روتا جاتا اور معذرت کیے جاتا ہے۔ سو جب اس کا معاملہ پوچھا تو کہنے لگے: ''خلیفہ اور اس کے ارکانِ دولت آپ میں شک کیا کرتے تھے۔ اور ان ارکان دولت میں سے ایک میں بھی تھا۔ سو میں نے پکا ارادہ کیا کہ آپ کے مذھب کی پوری جستجو کروں گا۔ ایک مدت تک میں فرصت اور موقع کی تلاش میں رہا۔ یہاں تک کہ آج میں نے اس رات کو موقع پالیا۔ چنانچہ میں گھر

---

① حدیث کے الفاظ یہ ہیں: ''جس نے اپنی رائے سے قرآن کی تفسیر کی، وہ جہنم میں اپنا ایک ٹھکانا بنا لے۔'' یہ حدیث ضعیف ہے۔ علامہ شوکانی نے ''الفوائد المجموعۃ: ص 317'' میں اس حدیث کو نقل کیا ہے۔

میں گھس کر چھپ گیا۔ کسی کو میرے چھپنے کی خبر تک نہ ہوئی۔ سو سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے مجھ سے اس (شک) کو دور کر دیا۔ اور اے بنتِ رسول اللہ کے بیٹے! میرا عقیدہ درست ہو گیا۔ اور اللہ نے مجھے میرے سوءِ ظن پر باقی نہ رکھا۔''

شیخ کہتے ہیں: سو ہم نے جان لیا کہ اللہ کسی معصوم پر کچھ بھی مخفی نہیں رکھتا۔ اور ہم نے یہ بھی جان لیا کہ یہ ان کا تقیہ تھا۔''

مطلب یہ ہے کہ ان روافض کے نزدیک تقیہ یہ یا تو حق کو چھپانے کا نام ہے، یا ترک لازم کا یا پھر لوگوں کے ڈر سے کسی ممنوع بات کے ارتکاب کرنے کا نام ہے۔ واللہ اعلم۔

ذرا ان جاہل جھوٹوں کو تو دیکھیے! ان بدبختوں نے اس منحوس تقیہ کی بنیاد پر یہ عقیدہ گھڑ رکھا ہے کہ جناب علی رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت کی نص کو چھپائے رکھا اور خلفائے ثلاثہ کی بیعت کر لی۔ ان کے گمان کے مطابق آپ نے تقیہ کرتے ہوئے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وراثت کو ان لوگوں سے واگزار نہ کروایا۔ اور جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جناب علی رضی اللہ عنہ سے ان کی وہ بیٹی چھین لی جو سیدہ فاطمہ بنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بطن سے تھی، تو آپ نے محض تقیہ کرتے ہوئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کوئی تعرض نہ کیا۔ یہ روافض کہتے ہیں کہ جناب علی رضی اللہ عنہ نے یہ سب کچھ تقیہ کرتے ہوئے کیا۔ اللہ ان روافض کا ستیاناس کرے۔

متعدد نصوص میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور اہل بیت سے کثرت کے ساتھ وارد ہے کہ یہ حضرات اس تقیہ سے بری تھے۔ یہ تو ان روافض نے ان حضرات پر گھڑا ہے، تا کہ اپنے باطل مذہب کو لوگوں میں پھیلا سکیں۔

روافض کا یہ مذہب اس بات کو مقتضی ہے کہ ائمہ اہل بیت میں سے کسی کے بھی قول و فعل پر اعتبار نہ کیا جائے۔ کیونکہ احتمال ہے کہ ان کا وہ قول یا فعل تقیہ کی بنا پر ہو۔

پھر اگر تو روافض کی امام صادق رضی اللہ عنہ کے اس قول سے کہ ''اور میرے آباء و اجداد کا بھی یہی دین ہے'' مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کے قرابت دار ہیں، تو ان کے نزدیک

یہ بات جائز ٹھہری کہ نبی کریم ﷺ نے محض لوگوں کے ڈر سے ان باتوں کو نہ پہنچایا جن کے پہنچانے کا آپ ﷺ کو حکم تھا۔ اور لوگوں کے ڈر سے ہی اپنے قول وفعل میں اللہ کے امر کی مخالفت کی۔ اور اس سے یہ بھی لازم آتا ہے کہ معاذ اللہ ہم نبی کریم ﷺ کی نبوت پر بھی اعتبار نہ کریں۔ حاشا وکلاّ کہ حضرت رسالت مآب ﷺ ایسے ہوں۔ اور جس نے نبی کریم ﷺ پر ان باتوں کو جائز قرار دیا اس نے نبی کریم ﷺ کی تنقیص کی۔ اور حضرات انبیائے کرام علیہم السلام کی تنقیص کفر ہے۔

یہ روافض کس قدر برے لوگ ہیں کہ ان کے اقوال سے ان کے ائمہ پر وہ وہ عیب لگتے ہیں کہ جن سے وہ بالکل بھی بری ہیں۔

7- مطلب: روافض کے سیدہ عائشہ صدیقہ طاہرہ مبرأہ رضی اللہ عنہا کو سب وشتم کرنے کا بیان:

یہ روافض سیدہ عائشہ صدیقہ طاہرہ طیبہ مبرأہ رضی اللہ عنہا پر بدکاری کی تہمت لگاتے ہیں۔①

ہمارے اس زمانے میں ان روافض کے درمیان یہ بدبختی بہت زیادہ پھیل گئی ہے، جیسا کہ ان کے علما سے یہ باتیں منقول ہیں۔ جبکہ رب تعالیٰ یہ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ جَآءُوْ بِالْاِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ ؕ لَا تَحْسَبُوْهُ شَرًّا لَّكُمْ ؕ بَلْ هُوَ خَیْرٌ لَّكُمْ ؕ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ مَّا اكْتَسَبَ مِنَ الْاِثْمِ ۚ وَ الَّذِیْ تَوَلّٰى كِبْرَهٗ مِنْهُمْ لَهٗ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ۝ لَوْ لَاۤ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتُ بِاَنْفُسِهِمْ خَیْرًا ۙ وَّ قَالُوْا هٰذَاۤ اِفْكٌ مُّبِیْنٌ ۝ لَوْ لَا جَآءُوْ عَلَیْهِ بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ ۚ فَاِذْ لَمْ یَاْتُوْا بِالشُّهَدَآءِ فَاُولٰٓىِٕكَ عِنْدَ اللّٰهِ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ۝ وَ لَوْ لَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ

① رجال کشی : ص 55، 56، 57، الاحتجاج للطبرسی : ص 82، طبع ایران، سن طباعت 1202ھ منقول از "السنة والشیعة : ص 41، حق الیقین : لمحمد باقر المجلسی : منقول از: بطلان عقائد الشیعة : للعلامة التونسوی : ص 54۔

وَ رَحْمَتُهٗ فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِ لَمَسَّكُمْ فِیْ مَاۤ اَفَضْتُمْ فِیْهِ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ۝ اِذْ تَلَقَّوْنَهٗ بِاَلْسِنَتِكُمْ وَ تَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِكُمْ مَّا لَیْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ وَّ تَحْسَبُوْنَهٗ هَیِّنًا ۖ وَّ هُوَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِیْمٌ ۝ وَ لَوْ لَاۤ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ قُلْتُمْ مَّا یَكُوْنُ لَنَاۤ اَنْ نَّتَكَلَّمَ بِهٰذَا ۖ سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِیْمٌ ۝ یَعِظُكُمُ اللّٰهُ اَنْ تَعُوْدُوْا لِمِثْلِهٖۤ اَبَدًا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ۚ وَ یُبَیِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰیٰتِ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِیْمٌ حَكِیْمٌ ۝ اِنَّ الَّذِیْنَ یُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِیْعَ الْفَاحِشَةُ فِی الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۙ فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِ ؕ وَ اللّٰهُ یَعْلَمُ وَ اَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ وَ لَوْ لَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ وَ رَحْمَتُهٗ وَ اَنَّ اللّٰهَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ۝ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ ؕ وَ مَنْ یَّتَّبِعْ خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ فَاِنَّهٗ یَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْكَرِ ؕ وَ لَوْ لَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ وَ رَحْمَتُهٗ مَا زَكٰی مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَبَدًا ۙ وَّ لٰكِنَّ اللّٰهَ یُزَكِّیْ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰهُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ۝﴾ (النور: 11-21)

’’جن لوگوں نے بہتان باندھا ہے، وہ تم ہی لوگوں میں سے ایک جماعت ہے۔ اس کو اپنے حق میں برا نہ سمجھنا، بلکہ وہ تمہارے لیے اچھا ہے۔ ان میں سے جس شخص نے گناہ کا جتنا حصہ لیا، اس کے لیے اتنا وبال ہے۔ اور جس نے ان میں سے اس کا بڑا بوجھ اُٹھایا ہے، اس کو بڑا عذاب ہوگا۔ جب تم نے وہ بات سنی تھی، تو مومن مردوں اور عورتوں نے کیوں اپنے دلوں میں نیک گمان نہ کیا؟ اور (کیوں نہ) کہا کہ یہ تو صریح طوفان ہے۔ یہ (افتراء پرداز) اپنی بات (کی تصدیق) کے (لیے) چار گواہ کیوں نہ لائے۔ تو جب یہ گواہ نہیں لا سکے، تو اللہ کے نزدیک یہی جھوٹے ہیں۔ اور اگر دنیا اور آخرت میں تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتو جس شغل میں تم منہمک تھے اس کی وجہ سے تم پر بڑا (سخت) عذاب نازل ہوتا۔ جب تم اپنی زبانوں سے اس کا ایک دوسرے سے ذکر

کرتے تھے۔ اور اپنے منہ سے ایسی بات کہتے تھے جس کا تم کو کچھ علم نہ تھا اور تم اسے ایک ہلکی بات سمجھتے تھے، اور اللہ کے نزدیک وہ بڑی (بھاری) بات تھی۔ اور جب تم نے اسے سنا تھا تو کیوں نہ کہہ دیا کہ ہمیں شایاں نہیں کہ ایسی بات زبان پر لائیں۔ (پروردگار) تُو پاک ہے، یہ تو (بہت) بڑا بہتان ہے۔ اللہ تمہیں نصیحت کرتا ہے کہ اگر مومن ہو تو پھر کبھی ایسا (کام) نہ کرنا۔ اور اللہ تمہارے (سمجھانے کے) لیے اپنی آیتیں کھول کھول کر بیان کرتا ہے۔ اور اللہ جاننے والا (اور) حکمت والا ہے۔ جو لوگ اس بات کو پسند کرتے ہیں کہ مؤمنوں میں بے حیائی (یعنی بدکاری کی تہمت کی خبر) پھیلے، ان کو دنیا اور آخرت میں دکھ دینے والا عذاب ہوگا۔ اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔ اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی (تو کیا کچھ نہ ہو جاتا۔ مگر وہ کریم ہے۔) اور اللہ نہایت مہربان (اور) رحم کرنے والا ہے۔ اے مومنو! شیطان کے قدموں پر نہ چلنا۔ اور جو شخص شیطان کے قدموں پر چلے گا تو شیطان تو بے حیائی (کی باتوں) اور برے کام ہی بتائے گا۔ اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی مہربانی نہ ہوتی تو ایک شخص بھی تم میں پاک نہ ہو سکتا۔ مگر اللہ جس کو چاہتا ہے، پاک کر دیتا ہے۔ اور اللہ سننے والا (اور) جاننے والا ہے۔"

اور فرمایا:

(اِنَّ الَّذِیْنَ یَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ الْغٰفِلٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ لُعِنُوْا فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِ ۠ وَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ○ یَّوْمَ تَشْهَدُ عَلَیْهِمْ اَلْسِنَتُهُمْ وَ اَیْدِیْهِمْ وَ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ○ یَوْمَىٕذٍ یُّوَفِّیْهِمُ اللّٰهُ دِیْنَهُمُ الْحَقَّ وَ یَعْلَمُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ الْمُبِیْنُ ○ اَلْخَبِیْثٰتُ لِلْخَبِیْثِیْنَ وَ الْخَبِیْثُوْنَ لِلْخَبِیْثٰتِ ۚ وَ الطَّیِّبٰتُ لِلطَّیِّبِیْنَ وَ الطَّیِّبُوْنَ لِلطَّیِّبٰتِ ۚ اُولٰٓىٕكَ مُبَرَّءُوْنَ مِمَّا یَقُوْلُوْنَ ؕ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ

وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ۝﴾ (النور: 23-26)

''جو لوگ پرہیزگار (اور) برے کاموں سے بے خبر (اور) ایمان دار عورتوں پر بدکاری کی تہمت لگاتے ہیں ان پر دنیا اور آخرت (دونوں) میں لعنت ہے۔ اور ان کو سخت عذاب ہو گا۔ (یعنی قیامت کے روز) جس دن ان کی زبانیں اور ہاتھ اور پاؤں اور سب ان کے کاموں کی گواہی دیں گے۔ اس دن اللہ ان کو (ان کے اعمال کا) پورا پورا (اور) ٹھیک بدلا دے گا۔ اور ان کو معلوم ہو جائے گا کہ اللہ برحق (اور حق کو) ظاہر کرنے والا ہے۔ ناپاک عورتیں ناپاک مردوں کے لیے ہیں اور ناپاک مرد ناپاک عورتوں کے لیے۔ اور پاک عورتیں پاک مردوں کے لیے ہیں۔ اور پاک مرد پاک عورتوں کے لیے۔ یہ (پاک لوگ) ان (بدگویوں) کی باتوں سے بری ہیں۔ اور ان کے لیے بخشش اور نیک روزی ہے۔''

عبدالرزاق، احمد، عبد بن حمید، بخاری، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ نے اور بیہقی نے ''شعب الایمان'' میں سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ وہ (یعنی خود سیدہ صدیقہ طاہرہ طیبہ عائشہ رضی اللہ عنہا) بُری (اور) ان آیات سے مراد ہیں۔ ①

سعید بن منصور، احمد، بخاری، ابن منذر اور ابن مردویہ ام رومان رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں، جو اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بری اور ان آیات سے مقصود ہیں۔ ②

① صحیح بخاری: رقم 2661، اور دیگر متعدد مواقع میں اس کو اختصار کے ساتھ بھی روایت کیا ہے۔ جیسے احادیث رقم: 2879، 4025، 4141، 4690، 4750، 6662، 6679، 7369۔ صحیح مسلم: کتاب التوبہ: رقم 2770۔ جامع ترمذی: کتاب التفسیر: رقم 3193، السنن الکبری للنسائی: رقم: 45، مسند احمد: 24198 مصنف عبدالرزاق: 9748، تفسیر ابن جریر: عند تفسیر هذه الآیات: رقم 25854، تفسیر ابن ابی حاتم: عند هذه الایة: حدیث 14206، شعب الایمان: رقم 7028۔

② صحیح بخاری: 3388، اور ان مواقع پر مختصراً اعادہ کیا ہے: 4143، 4691، 4751، مسند احمد: 26949۔

بزار اور ابن مردویہ نے سند حسن کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے جو گزشتہ روایت کے موافق ہے۔①

ابن مردویہ اور طبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ایسی ہی حدیث روایت کی ہے۔②

طبرانی اور ابن مردویہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے بھی ایسی ہی حدیث روایت کی ہے۔③

ابن مردویہ اور طبرانی نے حضرت ابو ایاس انصاری رضی اللہ عنہ سے ④ بھی اسی کے موافق حدیث روایت کی ہے۔⑤

اس حدیث کو ابن ابی حاتم اور طبرانی نے سعید بن جبیر سے روایت کیا ہے جو گزشتہ روایت کے موافق ہے۔⑥

---

① اس کو بزار نے (2663) روایت کیا ہے جیسا کہ ''کشف الاستار'' میں درج ہے۔ المعجم الکبیر للطبرانی : 165، ھیثمی "مجمع الزوائد" : 230/9 میں لکھتے ہیں۔ اس حدیث کی سند میں محمد بن عمرو ہے جو حسن حدیث والا ہے۔ جبکہ باقی کے رجال ثقہ ہیں۔ میں کہتا ہوں: یہ حدیث اس باب میں وارد احادیث کی بنا پر صحیح ہے۔

② المعجم الکبیر للطبرانی : رقم 162: ھیثمی رحمہ اللہ مجمع الزوائد :237/9 میں کہتے ہیں: اس حدیث کی سند میں اسماعیل بن یحییٰ بن سلمہ بن کہیل ہے۔ یہ متروک ہے۔

③ المعجم الکبیر للطبرانی : رقم 164: ھیثمی رحمہ اللہ مجمع الزوائد :240/9 میں کہتے ہیں: اس کو طبرانی نے روایت کیا ہے۔ اس میں اسماعیل بن یحییٰ بن عبیداللہ التیمی ہے جو کذاب ہے۔

④ صحیح یہ ہے کہ یہ ابوالیسر ہے۔ جن کا نام کعب بن عمرو بن عبادالسلمی الانصاری ابوالیسر ہے۔ آپ بدری اور جلیل القدر صحابی رضی اللہ عنہ ہیں، 55ھ میں مدینہ میں وفات پائی سو سال سے زیادہ عمر پائی۔ امام مسلم نے، اور امام بخاری نے الادب المفرد'' میں ان سے روایت کی ہے۔ جیسا کہ ''التقریب'' میں ہے۔

⑤ المعجم الکبیر للطبرانی : رقم 163۔ ابن مردویہ نے بھی یہ حدیث روایت کی ہے۔ جیسا کہ ''الفتح'': حدیث رقم 4750 میں واقعہ افک کی تفسیر میں ذکر ہے۔ ھیثمی رحمہ اللہ مجمع الزوائد" :279/6، 280 میں کہتے ہیں: اس حدیث کی سند میں اسماعیل بن یحییٰ التیمی ہے جو کذاب ہے۔

⑥ تفسیر ابن ابی حاتم : عند آیة الافك : رقم 14207، اور اس حدیث کو متفرق ذکر کیا ہے۔ المعجم الکبیر للطبرانی : رقم :184۔ اور اس کو دیگر مواقع میں بھی ذکر کیا ہے۔
ھیثمی رحمہ اللہ مجمع الزوائد: 77/7 میں کہتے ہیں: اس حدیث کی سند میں ابن لھیعہ ہے۔ ان میں ضعف ہے۔ اور کبھی وہ اپنی حدیث کو حسن درجہ کا بھی لے آتے ہیں۔ جبکہ اس کے باقی کے رجال صحیح کے رجال ہیں۔

اورطبرانی نے حکم بن عتیبہ سے بھی ایسی ہی حدیث روایت کی ہے۔①

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے بھی اس کے موافق روایت کیا گیا ہے۔②

سعید بن مسیّب، علقمہ بن وقاص، عبداللہ بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود، عمرہ بنت عبدالرحمن، عبداللہ بن ابی بکر بن حزم، ابوسلمہ بن عبدالرحمن بن عوف، قاسم بن محمد بن ابی بکر، اسود بن یزید، عباد بن عبداللہ بن زبیر، مقسم مولیٰ ابن عباس اور دیگر حضرات نے بھی ایسی ہی حدیث سیدہ عائشہ صدیقہ طاہرہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے۔③

---

① المعجم الکبیر للطبرانی : رقم 251مرسلاً۔ ھیثمی رحمہ اللہ مجمع الزوائد : 82/7" میں لکھتے ہیں: طبرانی نے یہ حدیث مرسلا روایت کی ہے اوراس کے رجال صحیح کے رجال ہیں۔

② امام بخاری نے قصۂ افک میں طویل حدیثِ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بعد اس کو رقم 2661 میں مرفوعاً روایت کیا ہے جس کی سند یہ ہے: فُلَیح عن ھشام بن عروۃ عن عروۃ عن عائشۃ وعبداللّٰه ابن الزبیر مثلهُ۔ البتہ اس کے الفاظ دوسرے ہیں۔

③ شیخ رحمہ اللہ نے واقعہ افک کی طویل حدیث اور اس کے ان رواۃ کی طرف اشارہ کیا ہے جنہوں نے اس حدیث کو سیدہ صدیقہ طاہرہ طیبہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ اس کی تفصیل درج ذیل ہے:
رہی عروہ بن زبیر، سعید بن مسیب، علقمہ بن وقاص اور عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود (رضی اللہ عنہم) کی روایت، تو اسے امام بخاری رحمہ اللہ نے (رقم 4750) زہری سے روایت کیا ہے کہ وہ ان سب سے اور وہ سب سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے اس حدیث کو روایت کرتے ہیں۔ اور رہی عمرہ کی سیدہ صدیقہ طاہرہ طیبہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت، تو ابن حجر "فتح الباری" میں حدیث افک کی شرح میں کہتے ہیں: اس حدیث کو امام بخاری رحمہ اللہ نے کتاب الشہادات" میں "عمرۃ بنت عبدالرحمن عن عائشۃ" کے طریق سے روایت کیا ہے۔ ابن حجر نے اس روایت سے الفاظ نقل نہیں کیے۔ اس کو ابوعوانہ نے اپنی "الصحیح" میں، اور طبرانی نے ابواویس کے طریق سے روایت کیا ہے۔ جبکہ ابوعوانہ اور طبرانی دونوں نے اس حدیث کو محمد بن اسحاق کے طریق سے بھی روایت کیا ہے۔ اور دونوں عبداللہ بن ابی بکر بن حزم سے اور وہ سیدہ صدیقہ طاہرہ طیبہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس حدیث کو بیان کرتے ہیں۔
اس حدیث کو ابوعوانہ نے "ابوسلمۃ بن عبدالرحمن عن عائشۃ" کے طریق سے بھی روایت کیا ہے۔
(فتح الباری :8/ 579۔ 580۔)
جبکہ طبرانی کی "المعجم الکبیرہ رقم 151 میں یہ روایت "عبداللّٰه بن ابی بکر عن عمرۃ عن عائشۃ" کے طریق سے ہے، جبکہ رقم 155 میں یہ روایت "ابوسلمہ بن عبدالرحمن عن عائشۃ" کے طریق سے ہے۔ جبکہ طبری نے رقم 25856 میں اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ (بقیہ اگلے صفحہ پر)

اور یہ بات کہ ان آیات سے مقصود سیدہ طاہرہ طیبہ صدیقہ عائشہ رضی اللہ عنہا ہی ہیں، یہ مشہور بلکہ متواتر ہے۔

سو جب تم نے اس بات کو جان لیا تو اب یہ بات خوب ذہن نشین کر لو کہ جس نے یہ اعتقاد رکھتے ہوئے کہ سیدہ صدیقہ عائشہ رضی اللہ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ کریمہ مقدسہ ہیں اور یہ بھی اعتقاد رکھے کہ اس بے حیائی کے بعد بھی وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عصمت میں باقی رہیں اور ان پر بے حیائی کی تہمت لگائے، تو بے شک یہ شخص کھلا جھوٹ بول رہا ہے۔ اس نے کبیرہ گناہ کمایا اور اخروی عذاب کا سزاوار ٹھہرا۔ اس نے ایمان والوں پر براظن قائم کیا۔ یہ جھوٹا ہے۔ یہ ایک ایسی بات کر رہا ہے جسے یہ معمولی سمجھ رہا ہے، حالانکہ اللہ کے نزدیک یہ بڑی بھاری بات ہے۔ اس نے نبوت کے اہل بیت پر برائی کی تہمت لگائی۔ اور تہمت طرازی سے پیغمبر خدا کی تنقیص لازم آئی۔ اور جو پیغمبر کی تنقیص کرے وہ گویا کہ اللہ میں عیب نکال رہا ہے۔ اور جو اللہ اور اس کے رسول میں عیب جوئی کرے وہ یقیناً کافر ہو گیا۔ اور اس کرتوت سے وہ دائرہ اسلام سے باہر ہو گیا۔ اور شیطان کا پیروکار بن گیا۔ یہ دنیا و آخرت میں ملعون ٹھہرا۔

(بقیہ پچھلے صفحہ کا) اس حدیث کو ابن اسحاق نے بھی روایت کیا ہے جیسا "سیرۃ ابن ھشام" : 325/3 میں "عبداللّٰہ بن ابی بکر عن عمرۃ عن عائشۃ" کے طریق سے یہ روایت مروی ہے۔ اور قاسم بن محمد بن ابی بکر کی روایت کو امام بخاری نے حدیث رقم 2661 کے بعد ذکر کیا ہے۔ البتہ حدیث کے الفاظ نقل نہیں کیے اور یوں بیان کیا ہے: ہمیں فلیح نے ربیعہ بن ابی عبدالرحمن اور یحییٰ بن سعید سے انہوں نے قاسم بن محمد بن ابی بکر سے ایسی ہی حدیث نقل کی ہے۔'' اور اسود بن یزید کی روایت طبرانی (رقم 153) نے بیان کی ہے۔ اس میں ابوسعد بقال سعید بن مرزبان ہے جو ضعیف اور مدلس ہے۔ جیسا کہ "التقریب" میں اس کی تصریح ہے۔ اور رہی عباد بن عبداللہ بن زبیر کی روایت تو اس کو ابن اسحاق نے روایت کیا ہے۔ جیسا کہ ''سیرۃ ابن ہشام : 325/3 میں ہے۔

اور طبرانی (رقم 159) نے بھی اس کو روایت کیا ہے۔ اور مقسم مولیٰ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت کو طبرانی (رقم 152) نے روایت کیا ہے۔ ھیثمی "مجمع الزوائد : 230/9" میں ذکر کرتے ہیں: اس کی سند میں خصیف ہے جس کی ایک جماعت توثیق تو دوسری تضعیف کرتی ہے۔ جبکہ باقی کے رجال صحیح کے رجال ہیں۔

اس نے رب تعالیٰ کو اس کے اس قول میں جھوٹا قرار دے دیا:

(وَالطَّيِّبٰتُ لِلطَّيِّبِيْنَ)(النور: 26)

''اور پاک عورتیں پاک مردوں کے لیے ہیں۔''

اور جس نے اللہ کی تکذیب کی وہ کافر ہو گیا۔

پھر جس نے یہ گمان رکھتے ہوئے سیدہ صدیقہ طاہرہ طیبہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگائی کہ آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ نہ تھیں یا یہ کہ اس برائی کے بعد آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حرم میں نہ رہی تھیں۔ تو ایسے شخص کے بارے میں ہم یہ کہتے ہیں کہ: ''یہ بات قطعاً ثابت ہے کہ ان آیات سے مقصود سیدہ صدیقہ طاہرہ طیبہ عائشہ رضی اللہ عنہا ہی ہیں اور یہی ظاہر ہے۔ تو آپ پر تہمت لگانے والے کو سب کی سب قباحتیں لازم آئیں گی جو ابھی ہم نے بیان کی ہیں۔''

غرض جو بھی سیدہ صدیقہ طاہرہ طیبہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگاتا ہے، چاہے جیسے بھی لگائے، اس سے لازم آتا ہے کہ وہ رب تعالیٰ کو اس بات میں جھٹلا رہا ہے جو اس نے سیدہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی براءت کے بارے میں بتلائی ہے جس کو یہ تہمت طراز جھٹلا رہا ہے۔ سادات میں سے بعض محققین کا قول ہے کہ ''آج جو بھی سیدہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگائے گا، وہ کافر اور مرتد ہو گا۔ اسے صرف کوڑے لگانا ہی کافی نہ ہو گا۔ کیونکہ یہ قرآن کریم کی تقریباً سترہ آیات کو جھٹلا رہا ہے۔ جیسا کہ گزرا۔ لہٰذا اسے ارتداد کی سزا میں قتل کیا جائے گا۔ کوڑوں کی سزا زمانۂ رسالت میں کافی تھی۔ کیونکہ قرآن ان کے امر کے بارے میں ابھی نازل نہیں ہوا تھا۔ لیکن اب تو یہ تہمت لگانا قرآن کی سترہ آیات کو جھٹلانا ہے۔ کیا ہم قرآن کریم کے اس ارشاد میں غور و تامل نہیں کرتے:

(يَعِظُكُمُ اللّٰهُ اَنْ تَعُوْدُوْا لِمِثْلِهٖٓ)(النور: 17)

''اللہ تمہیں نصیحت کرتا ہے کہ (اگر تم مؤمن ہو تو) پھر کبھی ایسا (کام) نہ کرنا۔''

اور قرآن کو جھٹلانے والا کافر ہے اور اس کی سزا صرف تلوار سے گردن مار دینا ہی ہے۔①

اور یہ رب تعالیٰ کے اس قول کے خلاف نہیں:

(ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوا امْرَاَتَ نُوْحٍ وَّ امْرَاَتَ لُوْطٍ ؕ كَانَتَا تَحْتَ عَبْدَيْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَيْنِ فَخَانَتٰهُمَا فَلَمْ يُغْنِيَا عَنْهُمَا مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا)

(التحریم: 10)

''اللہ نے کافروں کے لیے نوح کی بیوی اور لوط کی بیوی کی مثال بیان فرمائی ہے، دونوں ہمارے دو نیک بندوں کے گھر میں تھیں اور دونوں نے ان کی خیانت کی تو وہ اللہ کے مقابلے میں ان عورتوں کے کچھ بھی کام نہ آسکے۔''

کیونکہ عبدالرزاق، فریابی، سعید بن منصور، عبد بن حمید نے اور ابن ابی الدنیا نے کتاب ''الصمت'' میں، اور ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور حاکم نے اس کو روایت کیا ہے اور حاکم نے اس حدیث کو متعدد طرق سے صحیح کہا ہے۔ یہ حضرات اس حدیث کو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ (فَخَانَتٰهُمَا) میں جس خیانت کا ذکر ہے، وہ یہ ہے کہ: نوح علیہ السلام کی بیوی کی خیانت یہ تھی کہ وہ لوگوں سے کہا کرتی تھی کہ یہ دیوانہ ہے۔ اور لوط علیہ السلام کی بیوی کی خیانت یہ تھی کہ اس نے لوگوں کو مہمانوں کی خبر کر دی تھی۔ سو یہ ہے ان دونوں کی خیانت۔②

ابن عساکر، اشرس سے روایت کرتے ہیں، اور وہ اس کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مرفوعاً

---

① ابن کثیر کہتے ہیں: ''سب کے سب علماء کا اس بات پر اجماع واتفاق ہے کہ جس نے ان آیات کے نزول کے بعد سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگائی اور ان پر اس برائی کو اچھالا، تو وہ کافر ہے کیونکہ ایسا شخص قرآن کا معاند ہے۔'' تفسیر ابن کثیر: تفسیر سورہ نور آیت رقم 24 (محقق)

② المستدرك للحاكم: 3890، تفسير الطبرى: رقم 34461، تفسير ابن ابى حاتم: رقم 8927، ''كتاب الصمت'' لابن ابى الدنيا: رقم 281۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ (محقق)

روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''کسی نبی کی بیوی نے کبھی بدکاری نہیں کی۔''①

ابن جریر مجاہد سے روایت کرتے ہیں کہ: ''جو عورت کسی نبی کے نکاح میں ہو اسے لائق نہیں کہ وہ گناہ کرے۔''②

اور جو اُم المؤمنین، دنیا وآخرت میں نبی کریم ﷺ کی زوجۂ مبارکہ جیسا کہ آپ ﷺ سے ایک صحیح حدیث میں روایت ہے،③ طیبہ، طاہرہ سیدہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگائے تو وہ رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی ابن سلول کے جیسا ہے۔ جبکہ نبی کریم ﷺ بزبان حال یہ ارشاد فرما رہے ہیں: ''اے گروہ مسلمین! جو مجھے میرے اھل میں ایذا دیتا ہے، کون مجھے اس

---

① تاریخ مدینۃ دمشق: لابن عساکر: 318/50۔ یہ حدیث مفصل ہے۔ اشرس، یہ ابن ابی اشرس ہے۔ ابن ابی حاتم ''الجرح والتعدیل'' میں اس کا ترجمہ بیان کر کے کہتے ہیں: اس نے معاویہ میں قُرّہ سے روایت کی ہے۔ اور سفیان ثوری نے ان سے روایت کی ہے۔ یہ حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے اور صحیح ہے۔ طبرانی نے سورۂ ھود کی تفسیر میں آیت رقم 46 کے تحت اس کو روایت کیا ہے۔ اور عبدالرزاق نے اپنی تفسیر میں اس کو روایت کیا ہے، جیسا کہ حافظ جمال الدین زیلعی کی ''تخریج احادیث وآثار الکشاف'': 66/4 میں اس کو روایت کیا ہے۔ یہ روایت جمیع اہل علم کے نزدیک صحیح ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے۔ (محقق)

② ابن کثیر رحمہ اللہ نے سورۂ ھود کی تفسیر میں ارشاد باری تعالیٰ: ﴿وَنَادٰی نُوْحُ ِۨابْنَهٗ﴾ (ھود: 42) کی تفسیر میں اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ بعض علما کا قول ہے کہ کسی پیغمبر کی بیوی نے کبھی بدکاری نہیں کی۔ اسی طرح مجاھد سے بھی مروی ہے۔ سیوطی نے اپنی تفسیر ''الدر المنشور'' میں سورہ تحریم کی تفسیر میں ابن جریج سے اس کو روایت کیا ہے۔ اور اس کو ابن منذر کی طرف منسوب کیا ہے۔ (محقق)

③ صحیح بخاری: رقم 3772۔ امام بخاری فرماتے ہیں۔ ہمیں محمد بن بشار نے، وہ کہتے ہیں ہمیں شعبہ نے، حکم سے بیان کیا، وہ کہتے ہیں: میں نے ابو وائل کو یہ کہتے سنا: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جب حضرت عمار رضی اللہ عنہ اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو کوفہ بھیجا، تاکہ وہ دونوں انہیں نکلنے پر آمادہ کریں تو حضرت عمار نے ان میں خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: ''بے شک میں جانتا ہوں کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نبی کریم ﷺ کی دنیا وآخرت میں زوجۂ مبارکہ ہیں لیکن اللہ نے تمہیں ان کے ذریعے آزمائش میں ڈالا ہے، تاکہ یہ جانے کہ تم اس کی پیروی کرتے ہو یا سیدہ کی۔

المستدرک للحاکم: رقم 6808، صحیح ابن حبان: 7095، اور اس کو ''الاحسان'' میں بھی روایت کیا ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''کیا تم اس بات سے خوش نہیں کہ تم دنیا وآخرت میں میری بیوی ہو'' میں نے عرض کیا: کیوں نہیں؟ تو فرمایا: سو تم دنیا وآخرت میں میری بیوی ہو'' یہ روایت صحیح ہے۔ (محقق)

سے بچائے گا۔''①

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ وَ اَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا ۝ وَ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّ اِثْمًا مُّبِيْنًا﴾ (الاحزاب: 57۔58)

''جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو رنج پہنچاتے ہیں ان پر اللہ دنیا اور آخرت میں لعنت کرتا ہے اور ان کے لیے اس نے ذلیل کرنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے۔ اور جو لوگ مومن مرد وہ اور مؤمن عورتوں کو ایسے کام (کی تہمت) سے جو انہوں نے نہ کیا ہو، ایذاء دیں، تو انہوں نے بہتان اور صریح گناہ کا بوجھ اپنے سر پر رکھا۔''

تو آج کہاں ہیں اللہ کے دین کے مددگار جو یہ کہیں کہ ''اے اللہ کے رسول! ہم آپ کی مدد کریں گے اور وہ اپنی تلواریں لے کر ان بدبختوں کی طرف لپک کھڑے ہوں جو اللہ اور اس کے رسول کو جھٹلاتے ہیں اور ان کو اور ایمان والوں کو ایذاء پہنچاتے ہیں، اور جا کر انہیں تہ تیغ کر دیں، ان کا وجود صفحۂ ہستی سے مٹا دیں، اور ایسا کر کے اللہ کے رسول کا قرب حاصل کریں، اور اس فعل کے ذریعے اس کی شفاعت کے حق دار بنیں۔ اے اللہ! ان راندۂ درگاہِ خداوندی مردودوں کے قول سے ہم تیری جناب میں براءت کا اظہار کرتے ہیں۔

8- مطلب: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جنگ کرنے والوں کی تکفیر کا بیان:

ان روافض کی کفریات میں سے ایک یہ ہے کہ یہ لوگ ان لوگوں کو کافر کہتے ہیں جن سے جناب علی رضی اللہ عنہ نے جنگ کی تھی۔ اس قول سے ان کی مراد حضرت عائشہ صدیقہ، حضرت طلحہ، حضرت زبیر رضوان اللہ علیہم اجمعین اور ان کے ساتھی اور جناب معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھ ہیں۔

① یہ حدیث افک کا ایک ٹکڑا ہے۔ صحیح بخاری: رقم 4750، صحیح مسلم: 2770 (محقق)

حالانکہ نبی کریم ﷺ سے تواتر کے ساتھ مروی ہے جو ان حضرات کے اھل ایمان ہونے پر دلالت کرتا ہے۔① پھر یہ بھی کہ ان میں سے بعض مبشّر بالجنہ بھی ہیں۔اب ان کی تکفیر دراصل نبی کریم ﷺ کی تکذیب ہے۔سو اگر یہ روافض اس تکذیب سے کافر نہ بھی بنیں، تب بھی ان کے فاسق وفاجر ہونے میں تو کوئی شک نہیں۔ان کی تجارت میں خسارے کے لیے یہی امر ہی کافی ہے۔(یعنی ان کی دنیا وآخرت میں نامرادی کو یہی بس ہے)۔

① جیسے حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے سنا، آپ ﷺ اس وقت منبر پر اور جناب حسن رضی اللہ عنہ آپ کے پہلو میں تھے۔آپ ﷺ کبھی لوگوں کو اور کبھی انہیں دیکھتے۔اور فرمایا:''میرا یہ بیٹا سردار ہے۔ بے شک اللہ اس کے ذریعے مسلمانوں کی دو جماعتوں میں صلح کروائے گا۔''(صحیح بخاری: رقم 3746، صحیح مسلم: 1065۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:''مسلمانوں کے فرقوں میں سے ایک فرقہ طاعت سے نکل جائے گا اور اس کو وہ فرقہ قتل کرے گا (یعنی اس سے جنگ کرے گا) جو ان دونوں میں سے حق کے زیادہ قریب ہوگا۔'' چنانچہ مسلمانوں کے یہ دو فرقے وہ تھے جن میں سے ایک طرف حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے تو دوسری طرف سیدہ عائشہ وطلحہ وزبیر رضی اللہ عنہم تھے۔اسی طرح دوسرے موقع پر اگر ایک طرف جناب علی رضی اللہ عنہ تھے تو دوسری طرف جناب معاویہ رضی اللہ عنہ تھے۔اور یہ دونوں ہی دونوں مسلمانوں کی جماعتیں تھیں۔جیسا کہ اللہ نے فرمایا:

﴿وَ اِنْ طَآىِٕفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَیْنَهُمَا ۚ فَاِنْۢ بَغَتْ اِحْدٰىهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِیْ تَبْغِیْ حَتّٰى تَفِیْٓءَ اِلٰۤى اَمْرِ اللّٰهِ ۚ فَاِنْ فَآءَتْ فَاَصْلِحُوْا بَیْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَ اَقْسِطُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُقْسِطِیْنَ ○ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَیْنَ اَخَوَیْكُمْ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ﴾ (الحجرت:9، 10)

''اور اگر مومنوں میں سے کوئی دو فریق آپس میں لڑ پڑیں تو ان میں صلح کرا دو۔اور اگر ایک فریق دوسرے پر زیادتی کرے، تو زیادتی کرنے والے سے لڑو۔ یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف رجوع لائے۔پس جب وہ رجوع لائے، تو دونوں فریق میں مساوات کے ساتھ صلح کرا دو، اور انصاف سے کام لو، کہ اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔مومن تو آپس میں بھائی بھائی ہیں۔تو اپنے دو بھائیوں میں صلح کرا دیا کرو۔اور اللہ سے ڈرتے رہو، تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔''

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے درمیان ہونے والے اس واقعہ کی خبر نبی کریم ﷺ نے دے دی ہے۔اس سے اصحابِ رسول ﷺ پر دراز ہونے والی روافض کی زبانیں کٹ کر رہ جاتی ہیں۔ہم اللہ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ مسلمانوں کو ان روافض کے شرور سے راحت بخشے۔(محقق)

9-مطلب: حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ناموں کی توہین کرنے کا بیان:

جان لیجیے کہ یہ روافض حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ناموں کی بڑی توہین کرتے ہیں۔ ① بالخصوص حضرات عشرہ مبشرہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ناموں کی۔ ②

جبکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے تواتر کے ساتھ یہ بات منقول ہے کہ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی تعظیم واکرام واجب ہے۔ رب تعالیٰ نے اپنی کتاب کے متعدد مواقع پر اس بات کی طرف رہنمائی فرمائی ہے۔ یہ روافض جو حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی اہانت کرتے ہیں۔ اس سے لازم آتا ہے کہ ان کے نزدیک یہ مقدس ہستیاں بے وقعت ہیں۔ سو جو آدمی بھی ایسی کسی بات کا اعتقاد رکھے گا جو ان مقدس بزرگوں کی اہانت کو لازم ہوگی، تو گویا وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس بات میں تکذیب کر رہا ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان مقدس بزرگوں کی تعظیم و تکریم کے بارے میں ارشاد فرمائی ہے۔ اور جو آدمی ایسی بات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کرے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے قطعاً ثابت ہو، تو وہ کافر ہو جائے گا۔

سب سے زیادہ حیرت انگیز بات یہ ہے کہ یہ مردود لوگ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے

① دیکھیں: تفسیر القمی: ۱/ ۲۱۴ (محقق)۔

② یہ عشرہ مبشرہ ہیں جن کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کی بشارت دی۔ ان حضرات کے اسمائے گرامی جامع ترمذی: رقم ۳۷۵۶ اور سنن ابی داؤد: رقم ۴۶۴۹ میں حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں مذکور ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''دس لوگ ہیں جو جنت میں جائیں گے۔ ابوبکر جنت میں، عمر جنت میں، عثمان جنت میں، علی جنت میں، طلحہ جنت میں، زبیر جنت میں، عبدالرحمٰن بن عوف جنت میں، سعد جنت میں، سعید جنت میں اور ابوعبیدہ جنت میں ہیں۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے صحیح الجامع: رقم ۴۰۱۰ میں اس حدیث کو صحیح کہا۔
کسی شاعر نے ان سب بزرگوں کے ناموں کو ایک ہی شعر میں جمع کر دیا ہے۔

المصطفی خیر صحب نص انهم	فی جنة الخلد نصًا زادهم شرفا

اس بات پر قطعی نص ہے کہ نبی مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب سب سے بہتر ہیں اور جنت میں ہمیشہ کے لیے جائیں گے۔ اللہ ان کی بزرگی کو اور بڑھائے۔

هم طلحة وابن عوف والزبیر مع	ابی عبیدة والسعدین والخلفاء

اور وہ طلحہ، ابن عوف، زبیر اور ان کے ساتھ ابوعبیدہ، سعد اور سعید اور چاروں خلفاء ہیں۔

ناموں پر تو اپنے نام نہیں رکھتے۔لیکن کتوں کے ناموں پر اپنے نام ضرور رکھتے ہیں۔ ①

سو یہ روافض حق وصواب سے کتنے دور ہیں۔ اور گمراہوں اور عذاب کے مستحق لوگوں کے کس قدر مشابہ ہیں۔

10-مطلب: بارہ اماموں ② میں خلافت کو منحصر کرنے کا بیان:

ان روافض کا ایک دعویٰ یہ بھی ہے کہ خلافت صرف بارہ اماموں میں منحصر ہے۔ اور ان سب کی خلافت پر نص آئی ہے۔ ③

اب ایک تو یہ دعویٰ بلا دلیل ہے۔ دوسرے جھوٹ پر بھی مشتمل ہے۔ اس کا بطلان اس قدر واضح ہے کہ بیان کی احتیاج نہیں۔ دراصل یہ لوگ اس قول کے ذریعے باقی کے خلفاء کی خلافت کی تکذیب اور بطلان تک کا رستہ ہموار کرتے ہیں۔ ④ یہ عقیدہ ان سب نصوص کی تکذیب کرتا ہے۔ جو حضرات خلفائے راشدین کی خلافت اور قریش کی خلافت کے بارے وارد ہیں۔ ⑤

---

① جیسے کلبِ حسین، کلبِ علی، کلبِ عباس وغیرہ۔ (نسیم)

② اثنا عشری شیعہ بارہ اماموں کا اعتقاد رکھتے ہیں جو یہ ہیں: ۱۔علی بن ابی طالب۔ ۲۔حسن بن علی۔ ۳۔حسین بن علی۔ ۴۔زین العابدین علی بن حسین۔ ۵۔محمد بن علی بن حسین الباقر۔ ۶۔جعفر بن محمد الصادق۔ ۷۔موسیٰ بن جعفر الکاظم۔ ۸۔علی بن موسیٰ الرضا۔ ۹۔محمد بن علی الجواد۔ ۱۰۔علی بن محمد الہادی۔ ۱۱۔الحسن بن العسکری۔ ۱۲۔محمد بن حسن المہدی۔ اور یہ بارہواں امام ہے۔

دیکھیں: منہاج السنۃ لابن تیمیۃ: ۱/ ۱۲۴۔ (محقق)

③ دیکھیں: منہاج الکرامۃ: ص ۷۸۔ (محقق)

④ دیکھیں: اصول الکافی للکلینی: ۱/ ۴۳۴، طبع دار الاضواء۔ (محقق)

⑤ جیسے صحیح بخاری: رقم ۳۶۶۴ اور صحیح مسلم: رقم ۲۳۹۲ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے سنا: ''ایک دفعہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں ایک کنویں کی منڈیر پر بیٹھا ہوں۔ اس پر پانی کا ایک ڈول دھرا ہے۔ سو میں نے اس کنویں میں سے جتنا اللہ نے چاہا، پانی نکالا۔ پھر مجھ سے وہ ڈول ابنِ ابی قحافہ (یعنی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ) نے لے لیا۔ سو انہوں نے اس کے ذریعے کنویں سے ایک یا دو ڈول نکالے۔ البتہ ڈول نکالتے ہوئے ان میں کچھ کمزوری تھی۔ اللہ ان کی اس کمزوری کو (بقیہ اگلے صفحہ پر)

11-مطلب: عصمت کا بیان:

ان روافض کی ایک گمراہی یہ ہے کہ یہ اپنے بارہ اماموں کے لیے عصمت ثابت کرتے ہیں، کیونکہ ان کے نزدیک امامت میں عصمت شرط ہے۔

اس عقیدے کا بطلان بے حد ظاہر ہے۔ ان روافض کے اس عقیدے سے ائمہ اثنا عشرہ کا صفتِ عصمت ① میں انبیائے کرام علیہم السلام کے ساتھ شریک ہونا لازم آتا ہے۔

(بقیہ پچھلے صفحہ کا) معاف کرے۔ پھر وہ ڈول بھر گیا تو اس کو (عمر) ابن خطاب نے لے لیا۔ سو جس طرح عمر نے اس میں سے ڈول نکالے میں نے کسی طاقتور کو اس طرح ڈول نکالتے نہیں دیکھا۔ یہاں تک کہ لوگوں نے اس سے اپنے اونٹوں کو خوب سیراب کیا۔ (اور خود بھی سیراب ہوئے۔)''

اور صحیح بخاری رقم: ۳۶۳۴ اور صحیح مسلم: رقم ۲۳۹۳ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے بھی یہی روایت ہے۔

اور خلافتِ قریش کے بارے میں دلائل میں سے ایک حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ کی یہ روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ''یہ امر (خلافت) قریش میں ہی رہے گا۔ جب تک کہ ان میں سے دو بھی زندہ رہیں گے۔''

دیکھیں: صحیح بخاری: رقم ۳۵۰۱، صحیح مسلم: ۱۸۲۰۔

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ''اس معاملہ (خلافت) میں لوگ قریش کے تابع ہوں گے۔ ان کے مسلمان ان کے مسلمانوں کے تابع ہوں گے اور ان کے کافر ان کے کافروں کے تابع ہوں گے۔'' دیکھیں: صحیح مسلم: ۱۸۱۸۔

اور حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا: ''قریش قیامت تک خیر اور شر (دونوں) میں لوگوں کے والی ہوں گے۔'' سنن الترمذی: رقم ۲۲۳۲ یہ حدیث صحیح ہے۔ ہمارے شیخ الوادعی رحمہ اللہ نے ''الصحیح المسند معالیس فی الصحیحین'': ۲/۱۲۲ میں اس حدیث کو ذکر کیا ہے۔ (محقق)

① روافض کا عقیدہ ہے کہ ان کے ائمہ خطاء، گناہ اور نافرمانی میں جا پڑنے سے معصوم ہیں۔ مجلسی شیعی روافضی، بحار الانوار: ۲۵/۲۱۱، میں کہتا ہے: ''ائمہ علیہم السلام کے کسی بھی صغیرہ یا کبیرہ گناہ سے معصوم ہونے کا عقیدہ روافض کے ہاں اجماعی ہے۔ سو ان سے اصالۃً بھول چوک، اور عمداً اور کسی تاویل سے بھی گناہ سرزد نہیں ہوتا، اور نہ اللہ کے بھلانے سے ہی گناہ ہوتا ہے۔'' منقول از ''مسألۃ التقریب بین اہل السنۃ والشیعۃ'': مؤلف الغفاری: ۱/۳۲۳۔

کلینی الکافی: ۱/۲۳۱ میں لکھتا ہے: ''باب: اس بات کا بیان کہ ائمہ یہ جانتے ہیں کہ وہ کب مریں گے۔ اور یہ کہ وہ اپنے اختیار سے ہی مرتے ہیں۔''

مشہور رافضی ملعون خمینی اپنی کتاب ''الحکومۃ الاسلامیۃ: ص ۵۲'' میں لکھتا ہے: ''یہ بات ہمارے مذہب کی ضروریات میں سے ہے کہ ہمارے ائمہ کو وہ مقام حاصل ہے جس تک کوئی مقرب فرشتہ (بقیہ اگلے صفحہ پر)

پھر اگر ہم یہ کہیں کہ یہ وصف انہیں بارہ اماموں کے ساتھ خاص ہے جو دوسروں میں نہیں پایا جاتا، یا اوروں کو لازم نہیں، تو اس عصمت کا بارہ اماموں کے لیے ثابت کرنا اور بھی زیادہ بڑا جرم ہے۔

تجرید ① میں لکھا ہے کہ: ''امام'' اللہ کا لطف (یعنی خاص کرم) ہے۔ لہٰذا اس پر فائز کرنا بھی اللہ ہی کے ذمہ ہے، تا کہ امام کو مقرر کرنے کی غرض حاصل ہو۔''

تجرید کا شارح ② کہتا ہے:

''شیعہ علماء کا اس بارے اختلاف ہے کہ آیا ائمہ کا معصوم ہونا واجب ہے یا نہیں؟۔ تو امامیہ اور اسماعلیہ تو اس کے وجوب کی طرف گئے ہیں، جبکہ دوسرے اس کے خلاف ہیں۔'' پھر متن میں لکھتا ہے: ''تسلسل کا امتناع امام کی عصمت کو واجب کرتا ہے۔'' آگے آخر میں لکھتا ہے: ''روافض کا اپنے ائمہ کے لیے عصمت کو واجب قرار دینا ان کی دروغ بیانی اور افترا پردازی میں سے ہے۔ اس کی دلیل کتاب وسنت اور اجماع کسی میں سے بھی نہیں۔ اور نہ

(بقیہ پچھلے صفحہ کا) ...... اور نبی مرسل بھی نہیں پہنچ سکا۔''

میں کہتا ہوں: ہمارے امام شیخ وداعی رحمہ اللہ اپنی کتاب: ''الحاد الخمینی فی ارض الحرمین: ص ۱۰۹۔۱۱۰'' میں بتلاتے ہیں کہ یہ خمینی ''ابن سبا'' یہودی کا پیروکار تھا۔ چنانچہ ابنِ سبا کا ترجمہ ذکر کرنے کے بعد وہ کہتے ہیں: ''یہ مت سمجھنا کہ آج ابنِ سبا کے پیروکار ختم ہو گئے، سو یہ رہا امامِ ضلالت خمینی، جو اسلام پر غیرت دکھلاتا ہے، حالانکہ اس کے ارکان کو منہدم کرتا ہے۔ اخوان المسلمین کے بعض جاہل اس کے بارے دھوکے میں پڑے ہیں۔ اور منبروں پر اس کے لیے دعا کرتے پھر رہے ہیں۔ بالآخر ہمارے فاضل دوست عبداللہ محمد الغریب کی کتاب ''وجاء دروس المجوس'' منظر عام پر آئی تو یہ نادم ہوئے اور شرمندہ ہو کر منبروں پر اس کے لیے دعائیں مانگنے سے باز آ گئے اور اس کی تعریفوں کے پل باندھنے بند کیے۔ کل تک یہ دجال خمینی امریکہ اور روس کو گالیاں دیا کرتا تھا، اور آج ان سے فوجی امداد کی بھیک مانگتا ہے، تا کہ مسلمانوں کو تباہ کرے۔ اللہ کا شکر ہے کہ اس نے خمینی کی زندگی میں ہی اس کا پردہ چاک کیا اور اسے سب کے سامنے آشکارا کیا، تا کہ کوئی دوسرا دھوکے میں نہ رہے۔ میں ملحد صدام کی بعث پارٹی کی تباہی اور صدام کی پھانسی کی وجہ سے یہ سب نہیں کہہ رہا، بلکہ اللہ کا شکر ہے کہ اس نے اسلام اور مسلمانوں دونوں کو ان دونوں کے شر سے نجات دے دی۔

① ایک نسخہ میں شرح التجرید ہے۔ ② دیکھیں: شرح التجرید: ورق ''۱۵۱''۔

قیاسِ صحیح اس پر دلالت کرتا ہے اور نہ عقلِ سلیم۔ اللہ ان روافض کا ستیاناس کرے کہ کدھر الٹے پھرے جاتے ہیں۔"

12-مطلب: امام علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت کا بیان:

ابن مطہر ① حِلی ② کہتا ہے: ''امامیہ کا اس بات پر اجماع ہے کہ علی رضی اللہ عنہ ہمارے نبی کے بعد سب انبیاء سے افضل ہیں۔ البتہ اس میں اولی العزم انبیاء داخل نہیں، کہ اولوالعزم پیغمبروں پر جنابِ علی کی افضلیت میں اختلاف ہے۔

ابن مطہر کہتا ہے: ''میں اس بارے توقف کا شکار ہوں۔اس طرح آپ کی آل کے ائمہ بھی ہیں۔''

طوسی "التجرید" ③ میں کہتا ہے:

''علی سب صحابہ سے افضل ہیں کیونکہ آپ نے کثرت کے ساتھ جہاد کیا۔'' آگے چل کر لکھتا ہے:

''آپ سے معجزات کا ظہور، قرابت کی خصوصیت، بھائی چارہ (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ) اور (آپ سے) محبت ونصرت کا وجوب اور آپ کا نبیوں کے برابر ہونا (کہ یہ سب امور اس بات کو مقتضی ہیں کہ انبیاء اولوالعزم کے بعد آپ سب نبیوں سے افضل ہیں)۔

---

① یہ حسن بن یوسف بن مطہر الحلی عراقی شیعی، روافض کا شیخ، ابومنصور ہے۔اس نے ''نصیر الکفر (کفر کے مددگار) وزیر الملاحدہ نصیر الدین طوسی'' کے آگے زانوئے تلمذ طے کیا۔اس کے دل میں اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا کینہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔اس کی کتابیں اصحابِ رسول پر طعن اور ان کی تنقیص سے معمور ہیں۔منہاج الکرامہ جیسی رسوائے زمانہ کتاب کا یہی مؤلف ہے جس کے رد میں امام ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ نے "منہاج السنۃ النبویۃ فی نقضِ کلامِ الشیعۃ القدریۃ" جیسی شہرۂ آفاق اور نہایت قیمتی کتاب لکھی۔ بلاشبہ یہ حِلّی کی کتاب کا دندان شکن، منہ توڑ جواب اور ناقابلِ تردید رد تھا۔ یہ بے حد قیمتی کتاب ہے۔اللہ شیخ الاسلام پر رحم فرمائے۔

دیکھیں: البدایۃ والنہایۃ: لابن کثیر: ۴/۱۰۰،لسان المیزان: لابن الحجر، باسم الحسین: رقم:۲۸۴۱۔(محقق)

② دیکھیں: مختصر التحفة الاثنا عشرية: ص ۱۰۰۔ (محقق)

③ شرح التجريد: ورقة: ۱٦۲۔ (محقق)

شارح ① کہتا ہے: ''اس کی تائید اس ارشادِ نبوی سے ہوتی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ”جو آدم کا علم، نوح کا تقویٰ، ابراہیم کا حلم، موسیٰ کی ہیبت اور عیسیٰ علیہم السلام کی عبادت کو دیکھنا چاہے تو وہ علی بن ابی طالب کو دیکھ لے۔“

اس مؤلف نے جنابِ علی کو انبیاء کی صفات میں ان کے مساوی قرار دے دیا ہے۔

یہ حدیث محلِ نظر ② ہے۔ اور اگر چلو ہم مان بھی لیں کہ یہ حدیث صحیح ہے، تب بھی اس سے جنابِ علی اور دیگر انبیاء میں مساوات لازم نہیں آتی۔ کیونکہ بعض صفات میں مشارکت، مساوات کو مقتضی نہیں ہوتی۔ اور یہ بالکل بدیہی بات ہے۔ اور جو شخص یہ اعتقاد رکھے کہ کوئی غیر نبی، انبیاء سے افضل یا ان کے مساوی ہے، تو وہ کافر ہو گیا۔ اس پر متعدد علماء نے اجماع نقل کیا ہے۔''

سو اس قوم میں کونسی بھلائی ہو گی کہ جس کے عقائد اسے کافر بنا دیتے ہوں۔

13- مطلب: روافض کا حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے لیے اولاد ہونے کی نفی کرنا ③

روافض کا قول ہے کہ جنابِ حسن رضی اللہ عنہ لاولد تھے۔ کیونکہ آپ کی اولاد آگے نہ چل سکی۔ اور یہ کہ آپ کی نرینہ اولاد میں سے کوئی زندہ نہ رہا۔

ان روافض میں یہ قول مشہور ہے۔ اس پر ان کا اجماع ہے۔ اس کے اثبات کی ان کے نزدیک کوئی حاجت نہیں۔ اس قول کے ذریعے دراصل یہ روافض اس عقیدہ تک جا پہنچتے ہیں

---

① شرح التجريد: ورقة: ١٦٤۔ (محقق)

② یہ حدیث موضوع ہے۔ کتانی نے ”تنزیہ الشریعۃ المرفوعۃ عن الاخبار الشنیعۃ الموضوعۃ“: ۱/ ۳۸۵ میں ذکر کیا ہے۔ اور ابنِ جوزی ”الموضوعات: ۱/ ۳۷۰“ میں لکھتے ہیں، یہ حدیث موضوع ہے۔ (محقق)

③ شیخ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ یہ روافض جنابِ حسن رضی اللہ عنہ کی ذریت کی نفی کرتے ہیں۔ کیونکہ اللہ ان کا ستیاناس کرے۔ یہ جنابِ حسن رضی اللہ عنہ کو پسند نہیں کرتے۔ کیونکہ آپ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں خلافت سے دست بردار ہو گئے تھے، تاکہ مسلمانوں کی خونریزی بند ہو۔ نبی کریم ﷺ کے اس ارشاد پر آپ نے عمل کیا کہ: ''میرا یہ بیٹا سردار ہے۔ عنقریب اللہ اس کے ذریعے مسلمانوں کو دو عظیم جماعتوں میں صلح کرا دے گا“ صحیح بخاری: رقم ۳۷۴۶، عن ابی بکرۃ رضی اللہ عنہ: دیکھیں: البدایۃ والنہایۃ: ۸/ ۱۶۔ (محقق)

کہ امامت صرف اولادِ حسین رضی اللہ عنہ ① میں بند ہے۔ بعض اس قول سے یہ مقصد حاصل کرتے ہیں کہ امامت صرف انہیں بارہ اماموں میں بند ہے۔ لہٰذا اگر کوئی آلِ حسن میں امامت کا دعویٰ کرے گا تو وہ دعویٰ باطل ہوگا۔ حالانکہ آلِ حسن رضی اللہ عنہ کی فضیلت، جلالتِ قدر امامت کی شروط کا ان میں پایا جانا، لوگوں کا اُن کی بیعت کرنا، ان کی نسبت کا درست ہونا، ان میں وفورِ علم کا پایا جانا کہ وہ سب کے سب اجتہاد مطلق کے درجہ پر فائز تھے، یہ سب ان روافض کے ہاں بھی مسلم ہے۔ لیکن اس سب کے باوجود اللہ ان روافض کا ستیاناس کرے کہ کدھر الٹے پھرے جاتے ہیں۔ کہ یہ آلِ حسن میں امامت کے دعویٰ کو باطل قرار دیتے ہیں۔

ذرا ان آلِ بیت کے دشمنوں کو تو دیکھیے جو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو سخت ایذا پہنچاتے ہیں۔ کہ یہ ایسے شخص کے نسب کا انکار کرتے ہیں جس کا نسب جنابِ حسن رضی اللہ عنہ کی ذریت سے ثابت ہے اور یہ ثبوت متواتر ہے۔② جو کسی صاحبِ بصیرت پر مخفی نہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نسب میں طعن دینے کو جاہلیت کا فعل قرار دیا ہے۔③

ایسی روایت وارد ہیں جو اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ مہدی ذریتِ حسن رضی اللہ عنہ میں

---

① اس کی دلیل یہ ہے کہ ان کے بارہ کے بارہ امام اولادِ حسین رضی اللہ عنہ میں سے ہیں اور مہدی تک کے سب ائمہ کا نسب جنابِ حسین رضی اللہ عنہ سے جا ملتا ہے۔ جو آخری امام ہوگا۔ (محقق)

② دیکھیں: ہمارے شیخ وادعی رحمہ اللہ کی کتاب ”ریاض الجنۃ: ص ۶۴۔ منقول از علامۂ یمن محمد بن اسماعیل الامیر الصنعانی کی کتاب ”المسائل الثمان۔ موصوف کی عبارت شیخ رحمہ اللہ کے مؤقف کی تائید کرتی ہے۔ کہ ذریتِ حسن رضی اللہ عنہ آج تک موجود ہے۔

دیکھیں: سیر اعلام النبلاء۔ ۲۷۹/۳۔

③ شیخ رحمہ اللہ نے صحیح مسلم: رقم ۹۳۴ والی حدیث کی طرف اشارہ کیا ہے جو حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ”میری امت میں چار باتیں جاہلیت کی ہیں۔ جن کو لوگ نہ چھوڑیں گے: ۱۔ حسب پر فخر۔ ۲۔ نسب میں طعن۔ ۳۔ ستاروں سے بارش مانگنا۔ ۴۔ اور نوحہ کرنا۔“ (محقق)

سے ہوگا۔ جیسا کہ امام ابوداؤد وغیرہ نے روایت کیا ہے۔ ①

14- غیر روافض کے جہنم سے نکلنے کے بارے میں روافض کے اختلاف کا بیان:

یہ بھی روافض کا ایک گمراہانہ عقیدہ ہے۔ چنانچہ الحلی "شرح التجرید"② میں لکھتا ہے:

"ائمہ کا اثنا عشری فرقہ کے علاوہ دیگر اسلامی فرقوں کے بارے میں اختلاف ہے کہ آیا انہیں جہنم سے نکال کر جنت میں داخل کیا جائے گا، یا وہ سب کے سب فرقے ہمیشہ کے لیے جہنم میں پڑے رہیں گے؟

حلی کہتے ہیں: اکثر ائمہ کا قول دوسرا ہے۔ جبکہ ایک چھوٹی سی جماعت نے پہلا قول بھی کیا ہے۔

ابن نوبخت ③ کہتا ہے: "انہیں جہنم سے تو نکال دیا جائے گا، البتہ جنت میں بھی داخل نہ کیا جائے گا۔ یہ لوگ مقامِ اعراف میں رہیں۔"

ان روافض کا یہ قول ان کے مذہب کے اس عقیدہ پر مبنی ہے کہ "اہل جنت ④ کا فریا

---

① یہ حدیث "سننِ ابی داؤد: رقم ۴۲۹۰" میں "ابو اسحاق سبیعی عن علی بن ابی طالب" کے طریق سے موجود ہے۔ اور "عون المعبود" میں بھی ہے۔ منذری کہتے ہیں: یہ روایت منقطع ہے۔ ابو اسحاق سبیعی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو صرف دیکھا ہے (ان سے حدیث نہیں سنی)۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے "المشکوٰۃ: رقم ۵۴۶۲" میں اس حدیث کو ضعیف کہا ہے۔
فائدہ: ابنِ قیم "المنار المنیف: ص ۱۱۸، طبع دار العاصمۃ" میں لکھتے ہیں:
مہدی کے اولادِ حسن میں سے ہونے میں ایک لطیف راز ہے۔ وہ یہ کہ جنابِ حسن رضی اللہ عنہ نے اللہ کے لیے خلافت ترک کردی تھی تو اللہ نے ان کی اولاد میں سے ایسا شخص مقرر کردیا جو ایسی خلافتِ حقہ کو قائم کرے گا جو عدل کو متضمن ہوگی اور جو زمین کو عدل سے بھر دے گی۔ اور یہ اللہ کی اپنے بندوں میں سنتِ جاریہ ہے۔ کہ جو بھی اللہ کے لیے کسی چیز کو چھوڑے گا، تو اللہ اس کو یا اس کی اولاد کو اس سے افضل عطا کرے گا۔ اور یہ بات بخلاف حسین رضی اللہ عنہ کے ہے کہ انہوں نے خلافت کی حرص کی اور اس کے لیے قتال کیا۔ پر وہ اس کو پالینے میں کامیاب نہ ہوئے۔ واللہ اعلم۔ (محقق)

② مختصر التحفۃ الاثنی عشریۃ: ص ۲۰۷۔ (محقق)

③ مختصر التحفۃ: ص ۲۰۷۔ ابن نوبخت یہ اسماعیل بن علی بن نوبخت ابو سہل ہے۔ کبار رجالِ شیعہ میں سے ہے۔ ابن الندیم نے "الفہرست: ص ۳۰۹" میں اس کا ترجمہ ذکر کیا ہے۔ (محقق)

④ درست یہ ہے کہ یہ لفظ "اہلِ قبلہ" ہے۔ شاید یہ کاتب کا سہو ہے۔ (محقق)

فاسق ہیں'' اور ساتھ ہی یہ عقیدہ بھی ہے کہ ''فاسق کبھی جہنم سے نہ نکلے گا'' بلاشبہ یہ عقیدہ نبی کریم ﷺ سے ثابت اس صحیح حدیث کی تکذیب کو مستلزم ہے کہ ''رب تعالیٰ نافرمان موحدین کو جہنم سے نکال دیں گے۔''①

دوسرے اس اعتقاد سے سوادِ اعظم جو کہ اہلِ سنت ہیں، ان کی فضیلت میں جو احادیث وارد ہیں، ان کی تکذیب بھی لازم آتی ہے۔ ایک صحیح حدیث میں وارد ہے کہ ''سوادِ اعظم یہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اخیار تابعین رحمہم اللہ ہیں۔'' سو اہلِ سنت کا مذہب انہیں حضرات کا مذہب اور انہیں حضرات کا قول ہے۔

یاد رہے کہ روافض کا یہ اعتقاد اہلِ کتاب کے اس قول کے زیادہ مشابہ ہے کہ انہوں نے یہ کہا تھا:

﴿لَنْ يَّدْخُلَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ كَانَ هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى﴾ (البقرہ: 111)

"(اور یہودی اور عیسائی کہتے ہیں کہ) یہودیوں اور عیسائیوں کے سوا کوئی بہشت میں نہ جائے گا۔"

---

① شیخ رحمہ اللہ نے ان احادیثِ شفاعت کی طرف اشارہ کیا ہے جو موحدین کے جہنم سے نکال دیے جانے پر دلالت کرتی ہیں۔ جیسے حدیثِ جابر رضی اللہ عنہ میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "جہنم میں سے ایک قوم کو شفاعت کر کے نکال دیا جائے گا، گویا کہ وہ چھوٹی ککڑیاں (یعنی کھیرے) ہوں گے۔"
(حدیث میں لفظ ثعاریر آتا ہے۔ یہ ثُعرُور کی جمع ہے۔ محقق اس لفظ کی تحقیق بیان کرتے ہوئے کہتا ہے۔ نسیم)۔
ثعاریر: یہ نباتات کی ایک قسم ہے جیسے کھیرا۔ اور یہ ناک میں نکلنے والے دانے کو بھی کہتے ہیں۔ دیکھیں القاموس المحیط۔ (محقق)
(ثَعارِیر: ثُعرُور کی جمع: ناک میں پیدا ہونے والا سفید دانہ۔ کھیرا۔ چھوٹی ککڑی۔ دیکھیں: القاموس الوحید: ص ۲۱۵۔ نسیم۔)
اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جہنم میں سے ایک قوم کو بعد اس کے کہ وہ (جہنم کو آگ میں) جل (کر جھلس) چکے ہوں گے، نکالا جائے گا، سو وہ جنت میں داخل ہوں گے۔ جنت والے ان کا نام رکھیں "جہنم والے۔" صحیح بخاری: رقم ۶۵۵۹۔ دیکھیں: ہمارے شیخ وادعی رحمہ اللہ کی کتاب "الشفاعة"۔ شیخ نے یہ کتاب شفاعت کے منکر شیعوں کے رد میں لکھی ہے۔ (محقق)

اسی طرح یہ روافض بھی اپنے مونہوں سے یہ قول کرتے ہیں کہ سوائے رافضی کے کوئی دوسرا بہشت میں نہ جائے گا۔

(اُنْظُرْ كَيْفَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ) (النساء: 50)

”دیکھو! یہ اللہ پر کیا جھوٹ (طوفان) باندھتے ہیں۔“

بلکہ خود ان روافض کے افعال اس بات کو مقتضی ہیں کہ انہیں ہمیشہ کے لیے جنت سے محروم کر دیا جائے۔

15- مطلب: اہلِ سنت کی مخالفت کرنے کا بیان:

ان روافض نے اہلِ سنت والجماعت کی مخالفت کی۔ حالانکہ یہ وہ لوگ جو اُس دین پر قائم ہیں جس پر نبی کریم ﷺ اور آپ ﷺ کے اصحاب رضی اللہ عنہم قائم تھے۔ اور اصحابِ رسول ﷺ ہی تو نجات کے لیے اصل اور مدار ہیں۔ چنانچہ ان لوگوں نے یہ وطیرہ اختیار کیا کہ ہر اس بات کو ترک کرنا ہے جس کو اہلِ سنت اپناتے ہیں، اور اگر اہلِ سنت کسی بات کو ترک کرتے ہیں تو یہ اسے اپنا وظیفہ حیات بنا لیتے ہیں۔ اس طرزِ عمل سے یہ سرے سے دین سے ہی نکل گئے۔ سو شیطان نے انہیں ان کا دین و عمل مزین کر کے دکھایا اور انہیں جھوٹی امیدیں دلائیں۔ اور انہوں نے غایتِ غوایت سے یہ دعویٰ داغ دیا کہ ان کی یہ مخالفت اس بات کی علامت ہے کہ یہ فرقہ ناجیہ ہیں۔① حالانکہ نبی کریم ﷺ کا تو یہ ارشاد ہے:

”فرقہ ناجیہ (یعنی نجات پانے والا فرقہ) تو وہ ہے جو سوادِ اعظم ہے اور جس پر میں ہوں اور میرے اصحاب ہیں۔“② سو تو خود دیکھ کہ ان متعدد فرقوں کے عقائد اور ان کے اعمال کیا

---

① دیکھیں: رمضات الجنات: ۳۰۶/۶۔ (محقق)

② شیخ رحمہ اللہ نے یہ حدیث بالمعنیٰ روایت کی ہے۔ جبکہ حدیث کے الفاظ یہ ہیں: ”بنی اسرائیل اکہتر فرقوں میں بٹے، یا فرمایا، بہتر فرقوں میں (بٹے)، اور (میری) یہ امت ایک فرقہ میں بٹے گی (یعنی یہ بہتر یا تہتر فرقے بنے گی) اور یہ سب کے سب فرقے جہنم میں جائیں گے سوائے سوادِ اعظم کے“ المعجم الکبیر للطبرانی: ۴۸/۸۔ ”المعجم الاوسط: رقم ۵۳۰۲، السنۃ لابن ابی عاصم: رقم ۶۸ عن ابی امامۃ۔ یہ روایت حسن ہے۔

اس باب میں دیگر احادیث اس حدیث کی شاہد ہیں۔ جیسے حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کی حدیث کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "خبردار! (سن لو کہ) تم سے پہلے اہلِ کتاب بہتر فرقوں میں بٹے۔ اور عنقریب یہ ملت تہتر فرقوں میں بٹے گی۔ (جن میں سے) بہتر فرقے تو جہنم میں جائیں گے اور (صرف) ایک (فرقہ) جنت میں جائے گا۔ اور سب کے سب جہنم میں جائیں گے۔ سوائے ایک کے اور وہ جماعت (سنت) ہے۔" سنن ابی داؤد: رقم ۴۵۹۷۔ یہ حدیث صحیح ہے۔

ابن ماجہ (۲/ ۱۳۲۲) نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ان الفاظ کے ساتھ یہ حدیث روایت کی ہے کہ "بنی اسرائیل اکہتر فرقوں میں بٹے اور وہ سب کے سب جہنم میں ہیں سوائے ایک کے، اور وہ جماعت ہے۔" یہ حدیث صحیح ہے۔

اور رہے وہ الفاظ جو شیخ رحمہ اللہ نے ذکر کیے ہیں، تو وہ یہ لفظ ہیں: "جو اس جیسے (دین) پر ہوگا جس پر میں اور میرے اصحاب ہیں۔" ان کو ترمذی نے (رقم ۲۶۴۶ میں) ذکر کیا ہے۔ اس روایت کی سند میں عبدالرحمٰن بن زیاد بن انعم افریقی ہے جو ضعیف ہے۔ جیسا کہ "التقریب" میں ہے۔

گزشتہ مذکورہ تفصیل کا حاصل یہ ہے کہ اہلِ سنت ہی فرقہ ناجیہ ہیں اور وہ سوادِ اعظم ہیں۔ ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ ان سب گمراہ فرقوں اور منحرف جماعتوں سے براءت کا اظہار کرے جن سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ڈرایا ہے۔ اور اہلِ سنت اہلِ حدیث کے گروہ میں داخل ہوجائے۔ اور سوادِ اعظم کے ساتھ رہے۔ امام احمد رحمہ اللہ نے مسند احمد: ۴/ ۳۸۳ میں کیا ہی عمدہ روایت نقل کی ہے کہ سعید بن جمہان کہتے ہیں: ''میں حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس وقت ان کی بینائی چلی گئی ہوئی تھی۔ میں نے انہیں سلام عرض کیا، تو دریافت فرمایا: ''کون ہو؟'' عرض کیا: سعید بن جمہان ہوں۔ پوچھا: ''تیرے والد نے کیا کیا؟ (یعنی ان کے ساتھ کیا معاملہ ہوا؟)'' عرض کیا: انہیں ازارقہ نے قتل کر دیا۔ (یاد رہے کہ ازارقہ یہ نافع بن ازرق حنفی کی طرف منسوب خوارج کا ایک فرقہ ہے جنہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کے متبعین اور نیز تارکینِ جہاد کی تکفیر کی ہے۔ اور مخالفین کے قتل اور ان کی عورتوں کی گرفتاری کو جائز کہا ہے۔ دیکھیں۔ القاموس الوحید: ص ۷۰۴۔ نسیم)۔

آپ نے یہ سن کر دو دفعہ فرمایا: ''ان ازارقہ پر اللہ کی لعنت ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ارشاد فرمایا ہے کہ ''یہ (خوارج) جہنم کے کتے ہیں۔'' میں نے عرض کیا: کیا صرف اکیلے ازارقہ یا سب کے سب خوارج؟'' فرمایا: ''نہیں، بلکہ سب کے سب خوارج۔'' میں نے عرض کیا: حاکم لوگوں پر ظلم کرتا ہے اور ان کے ساتھ برا سلوک کرتا ہے۔'' تو انہوں نے میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر اس کو بہت سختی سے دبایا پھر دو دفعہ فرمایا: ''اے سعید بن جمہان! تیرا بھلا ہو! تم سوادِ اعظم کو لازم پکڑو۔ سو اگر تو سلطان تیری بات سنتا (اور مانتا) ہے تو اس کے پاس جاؤ اور اسے سب خبر کر دو جو تم جانتے ہو۔ سو اگر تو وہ تیری بات مان لے تو خوب وگرنہ اسے چھوڑ دو کہ تم اس سے زیادہ نہیں جانتے۔'' اس حدیث کو شیخ وادعی رحمہ اللہ نے الجامع الصحیح: ۵/ ۱۱۳ میں ''باب فتنۃ الخوارج'' میں ذکر کیا ہے۔ (محقق)

کیا ہیں۔ سو جو فرقہ (اپنے عقیدہ وعمل میں) نبی کریم ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ کے موافق ہوگا، وہی فرقہ ناجیہ ہوگا۔ اور وہ اہلِ سنت ہیں جو نبی کریم ﷺ اور اصحاب رسول ﷺ کے آثار کے پیچھے چلنے والے ہیں۔ جیسا کہ نگاہِ انصاف سے دیکھنے والے پر یہ بات ہرگز بھی پوشیدہ نہیں۔ سو اہلِ سنت اس بات کے زیادہ مستحق ہیں کہ وہ "فرقہ ناجیہ" کا مصداق ہوں۔ اکثر بلاد و امصار میں اہلِ سنت کے مذہب کا ہی ظہور اور غلبہ ہے۔ علماء، محققین، محدثین، صوفیاء، اولیاء اور صالحین بھی اس فرقہ میں ہی پائے جاتے ہیں۔ ان روافض سے ولایت سلب کرلی گئی ہے۔ کبھی سنا نہیں گیا کہ روافض میں بھی کوئی ولی ہوگزرا ہے۔

16- مطلب: رجعت ① کا بیان:

یہ بھی روافض کا ایک عقیدہ ہے۔ چنانچہ روافض کا بدترین گمراہ محمد بن بابویہ قمی ② اپنے عقائد کو بیان کرتے ہوئے "ایمان بالرجعة" کی بحث میں کہتا ہے: "ائمہ علیہم السلام کہتے ہیں:۔ "جو ہماری رجعت پر ایمان نہ رکھتا ہو وہ ہم میں سے نہیں۔" ہمارے سب علماء کا مذہب بھی یہی ہے۔ ان کا کہنا یہ ہے کہ نبی ﷺ اور علی رضی اللہ عنہ اور بارہ امام اخیر زمانہ میں دوبارہ زندہ

---

① روافض کا یہ عقیدہ ہے کہ ان کے ائمہ مرنے کے بعد دنیا میں لوٹ کر آئیں گے۔ شیخ احسان الٰہی ظہیر شہید رحمہ اللہ اپنی کتاب "الشيعة والسنة: ص ۵۵" میں لکھتے ہیں: "روافض کے فریب کارانہ عقائد میں سے ایک ''رجعت'' کا عقیدہ بھی ہے۔ شیعہ پہلے دن سے اس عقیدہ پر ایمان رکھتے ہیں۔ جو بھی ان کی کتابوں کا مطالعہ کرے گا، اسے معلوم ہوجائے گا کہ یہ ان روافض کا عقیدہ ہے۔ چنانچہ ان لوگوں نے جنابِ علی رضی اللہ عنہ سے لے کر اس وہمی امام ابن حسن العسکری تک جس کے بارے میں بھی امام ہونے کا عقیدہ رکھا ہے، اس کے بارے میں یہ بھی عقیدہ ضرور رکھا ہے کہ وہ مرنے کے بعد اس دنیا میں لوٹ کر ضرور آئے گا۔''

② قُمی: یہ محمد بن علی بن حسین القمی ابوجعفر الصدوق ابن بابویہ ہے۔ کبار شیعہ میں سے ہے۔ تشیع پر متعدد کتابیں لکھیں۔ ابن الندیم نے "الفہرست" میں اور نجاشی نے "الرجال: ۳۱۱/۲" میں اس کا ترجمہ لکھا ہے۔

رجعت کے اس فاسد عقیدہ کی بابت شیعہ کی درجِ ذیل کتب دیکھیے: "اوائل المقالات للمفيد: ص۱۵، الايقاظ من الهجعة بالبرهان على الرجعة: للحر العاملي: ص۲۹، الغيبة للنعماني: ص۱۲۳، من لا يحضره الفقيه" للقمي: ۱۲۸/۲، الوسائل للحر العاملي، تفسير الصافي: ۳۲۷/۱ ۔ منقول از "مسئلة التقريب بين اهل السنة والشيعة: للغفاري: ۳٤۰/۱۔

ہوں گے۔ اور خروجِ مہدی اور مہدی کے ہاتھوں قتلِ دجال کے بعد ان کا حشر ہوگا۔ اور خلفائے ثلاثہ اور قاتلینِ ائمہ میں سے ہر ایک کو زندہ کیا جائے گا۔ سو نبی ﷺ ان خلفاء کو حد کے جرم میں اور قاتلین کو قصاص میں قتل کریں گے۔ اور ظالموں کو سولی دیں گے۔ اور ابتداء ابوبکر وعمر (معاذ اللہ) کو ایک درخت پر سولی دینے سے کریں گے۔ سو ایک کہنے والا کہے گا: ''اگر تو یہ درخت ہرا تھا تو ان کو اس پر سولی دیے جانے کے بعد یہ سوکھ جائے گا۔'' چنانچہ اہلِ حق میں سے بہت سے لوگ اس بات سے بھٹک جائیں گے۔ اور کہیں گے کہ ''ہم نے ان پر ظلم کیا۔'' اور کوئی کہنے والا کہے گا: ''یہ درخت سوکھا ہوگا۔ جو ان کو سولی دیے جانے کے بعد سرسبز ہوجائے گا۔'' سو اس سے ان دونوں کے چاہنے والوں میں سے بے شمار لوگ ہدایت پائیں گے۔

ایک قول یہ ہے کہ: ''روافض نے ذکر کیا ہے کہ وہ درخت کھجور کا ہوگا۔ اور وہ اتنا قدآور ہوجائے گا کہ مشرق ومغرب کے لوگ اس کو دیکھیں گے۔ اس کے بعد دنیا صرف پچاس ہزار برس تک باقی رہے گی۔ ایک قول میں ایک لاکھ بیس ہزار برس تک کی عمر کا ہے۔ چنانچہ بارہ اماموں میں سے ہر امام کے لیے بارہ ہزار برس ہوں گے۔''

بعض کا قول ہے کہ ''سوائے مہدی کے کہ اس کے لیے اسّی ہزار برس ہوں گے۔ پھر آدم علیہ السلام پھر شیث، پھر ادریس، پھر نوح لوٹیں گے (اور زندہ ہوں گے)۔ پھر باقی کے انبیاء لوٹیں گے۔ یہاں تک کہ مہدی تک بات جا کر ختم ہوگی۔ اور یہ کہ نہ یہ دنیا ختم ہوگی اور نہ آخرت آئے گی۔''

قمی سے اسی طرح منقول ہے۔ واللہ اعلم۔

اے مومن بھائی! ذرا ان کوڑھ مغزوں اور بد دماغوں کی رائے کا بھونڈا پن تو دیکھیے۔ ایسی ایسی لچر باتیں گھڑتیں ہیں کہ عقلِ بدیہیّہ بھی اس کو ماننے کو تیار نہ ہوگی اور نہ نقلِ صریح ہی اس کو تسلیم کرے گی۔ ان روافض کا یہ قول اس بات کو لازم ہے کہ آیات واحادیث

سے جو قطعاً ثابت ہے کہ مردے کبھی دوبارہ زندہ ہوکر اس دنیا میں نہ آئیں گے، اس سب کو جھٹلا دیا جائے۔ ان غبی اور کند ذہن گدھوں سے کوئی علمی مکالمہ ضیاع اوقات کے سوا کچھ بھی نہیں۔ اگر ان میں عقل نام کی کوئی چیز ہوتی تو ایسی بے ہودہ بات ہرگز نہ کرتے جس سے یہ لوگ بچوں تک کا کھلواڑ بن گئے۔ یقین والوں کے کان ان باتوں کو سننے سے بیزار ہیں۔ لیکن اللہ نے ان سے ان کی عقلیں چھین لیں اور انہیں ہلاکت میں خائب و خاسر بے یارومددگار چھوڑ دیا۔ اور یہ سب ان کی اس بدبختی کا نتیجہ ہے جو ان پر سابق ہے۔

17- مطلب: روافض کا اذان کا کلمات میں اضافہ کرنا:

ان روافض کی ایک ضلالت یہ بھی ہے کہ ہمارے اس زمانہ میں ان لوگوں نے اذان، اقامت اور تشہد میں شہادتین کے بعد ان کلمات کا اضافہ کرلیا ہے: ”علی ولی اللّٰہ“۔

ان کی یہ بدعت دین کے صریح مخالف ہے۔ کتاب وسنت میں کہیں بھی ان کلمات کا ذکر نہیں۔ اور نہ ان کلمات پر کوئی اجماع ہے۔ اور نہ اس میں کوئی قیاس صحیح ہے۔ بلکہ یہ خود ان کے مذہب کے بھی مخالف ہے۔ سو اس کی تردید کی بھی احتیاج نہیں۔ ①

18- مطلب: دو نمازوں کو اکٹھا کر کے پڑھنے کا بیان:

ان روافض کا ایک اور گھناؤنا جرم یہ ہے کہ یہ لوگ بغیر کسی عذر کے ظہر اور عصر کی نمازوں کو اور اسی طرح مغرب اور عشاء کی نمازوں کو اکٹھا کر کے ادا کرنا جائز سمجھتے ہیں۔

امام ترمذی روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: ”جس نے بغیر کسی عذر کے دو نمازوں کو اکٹھا کیا تو وہ کبیرہ گناہوں کے دروازوں میں سے ایک کے دروازے

---

① ان روافض نے اذان میں ”حی علی خیر العمل“ کے کلمات کا بھی اضافہ کیا ہے۔ جو بدعت ہے۔ ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ ”منہاج السنۃ: ۶/ ۲۹۳۔ ۲۹۴“ میں لکھتے ہیں:۔ ”ان روافض نے اذان میں ایک ”شعار“ کا اضافہ کیا ہے۔ جس کی عہدِ نبوی میں کوئی خبر نہیں ملتی اور نہ کسی نے یہ بات نقل کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے کسی کو اذان میں یہ کلمات کہنے کا حکم دیا ہو۔ اور وہ ان روافض کا یہ قول ہے: ”حی علی خیر العمل“۔ (محقق)

پہنچ گیا۔"①

احادیث میں وارد ہے کہ نمازوں کو ان کے اوقات سے مؤخر کر کے پڑھنا علاماتِ قیامت میں سے ہے۔ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے جو روایت ہے کہ جس میں عصرین (یعنی

① دیکھیں: جامع الترمذی: ۱۸۸۔ یہ حدیث ضعیف ہے۔ اس کی سند میں حسین بن قیس الرحبی ہے جس کا لقب ''حنش'' تھا۔ یہ متروک ہے۔ جیسا کہ "التقریب" میں لکھا ہے۔ بغیر کسی عذر کے دو نمازوں کو اکٹھا کرنے کی ممانعت میں ہمیں رب تعالیٰ کا یہ ارشاد سب احادیث سے بے نیاز کر دیتا ہے:۔
(إِنَّ الصَّلَاةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتَابًا مَّوْقُوتًا) (الزخرف: 70)
"بے شک نماز کا مومنوں پر اوقات (مقررہ) میں ادا کرنا فرض ہے۔"
سعدی اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں: ''یعنی اپنے وقت میں فرض ہے۔ سو یہ آیت نماز کی فرضیت پر دلالت کرتی ہے۔ اور یہ کہ ہر نماز کا ایک مقررہ وقت ہے اور نماز صرف اسی وقت میں ہی صحیح ادا ہوگی۔"
اسی طرح طویل حدیثِ جبرئیل علیہ السلام میں بھی ہے کہ جب وہ نازل ہوئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نمازوں کے اوقات سکھلائے۔ دیکھیں: سنن النسائی: عن جابر رضی اللہ عنہ: ۱/ ۲۵۵۔ یہ حدیث صحیح ہے۔
صحیح بخاری: رقم ۶۸۵ میں حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: "جب نماز کا وقت ہو جائے تو تم میں سے ایک تمہارے لیے اذان کہے اور چاہیے کہ جو تم میں سب سے بڑا ہو وہ تمہاری امامت کروائے۔''
سو شاہد یہ ہے کہ سوائے مسافر کے کہ جب اسے سفر میں شدید تکلیف ہو رہی ہو کسی دوسرے کو دو نمازیں اکٹھی کر کے پڑھنا جائز نہیں۔ سو صحیح بخاری: رقم ۱۰۹۱، اور صحیح مسلم: رقم ۷۰۳" میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ ''میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سفر قطع کرنے کی جلدی ہوتی تھی تو مغرب کو مؤخر کرتے، حتیٰ کہ مغرب اور عشاء کو اکٹھا کر کے ادا فرماتے۔" اس سے معلوم ہوا کہ جمع بین الصلوتین کا جواز صرف مسافر کے لیے ہے۔ اور جو مسافر نہ ہو، اس لیے یہ جاز نہیں۔ سوائے اس کے کہ زندگی بھر میں کبھی ایک آدھ مرتبہ ایسا کر لیا جب کسی سخت مشکل میں پھنس گئے۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف ایک مرتبہ کسی خوف اور بارش کے عذر کے بغیر دو نمازوں کو جمع کیا تھا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ اس سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا غرض تھی؟ تو فرمایا: ''یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت پر حرج نہ واقع ہو'' اس لیے مناسب یہ ہے کہ ہم جملہ دلائل کو ان کے مقام پر رکھیں۔
دیکھیں: اجابة السائل "للشیخ الوادعی: ص ۵۹۹۔ الشیخ الفاضل محمد بن عبدالوہاب الوصابی العبدلی اس پر تعلیقاً کہتے ہیں:۔ "جمع بین الصلوتین صرف ان احوال میں جائز ہے: سفر، بارش، شدید بیماری، بعض حالات میں مستحاضہ، میدانِ عرفہ کا حاجی جو ظہر اور عصر کو ملا کر پڑھے گا۔ مزدلفہ کا حاجی جو مغرب اور عشاء کو ملا کر پڑھے گا۔ رہا سوتا رہ جانے والا، اور بھول جانے والا تو حدیث میں آتا ہے کہ: ''جو نماز سے سوتا رہ گیا یا نماز کو بھول گیا، تو جب بھی اسے نماز یاد آئے، اسے پڑھ لے۔ اس کا سوائے اس کے اور کوئی کفارہ نہیں۔" دیکھیں: فتاویٰ اللجنة الدائمة"۔ (محقق)

ظہر اور عصر) کو اور عشائین (یعنی مغرب اور عشاء) کو جمع کرنے کا ذکر ہے۔① تو وہ روایت مؤول ہے۔ یعنی اس میں ایک نماز کے وقت کو اس کے آخری وقت تک مؤخر کرنے کا بیان ہے، جبکہ دوسری نماز کو اس کے اول وقت میں ادا کرنا مراد ہے۔② واللہ اعلم۔

ایک قول یہ ہے کہ روافض کے ظہرین اور مغربین کو زندگی بھر مؤخر اور جمع کر کے پڑھنے کا اصل سبب یہ ہے کہ یہ لوگ اس ''القائم'' کا انتظار کر رہے ہیں جو غار میں چھپا ہوا ہے،③ تاکہ اس کی اقتداء کریں۔ سو یہ روافض ظہر کو عصر تک مؤخر کرتے ہیں یہاں تک کہ سورج غروب ہونے کے قریب ہوجاتا ہے سو جب یہ اپنے امام کے باہر آنے سے مایوس ہوجاتے ہیں اور سورج زرد ہوجاتا ہے۔ اور سورج شیطان کے دو سینگوں کے بیچ میں آجاتا ہے، تو یہ یوں جلدی جلدی نمازیں پڑھتے ہیں اور سجدے کرتے ہیں جیسے مرغا دانہ چگنے کے لیے جلدی جلدی زمین پر ٹھونگیں مارتا ہے۔ سو یہ دونوں نمازوں کو خشوع وخضوع سے خالی اور سکون و اطمینان سے عاری الگ الگ بغیر جماعت کے ادا کر کے فارغ ہوجاتے ہیں۔ اور خائب و خاسر گھروں کو لوٹ آتے ہیں۔

ہم اللہ سے معافی اور عافیت مانگتے ہیں۔ کہ یہ روافض پہاڑ کے دامن میں جا کر کھڑے ہوجاتے ہیں۔ اونچی اونچی آوازوں سے اپنے تئیں غار میں بیٹھے امام کو پکارتے ہیں، تاکہ وہ ان کی طرف باہر نکلے۔ غرض یہ روافض ان اوچھی حرکات سے لوگوں کا تماشا بن گئے ہیں۔

---

① صحیح مسلم: رقم ۷۰۵۔ (محقق)

② اس کو جمعِ صوری کہتے ہیں۔ نسیم۔

③ یہ روافض کا مزعومہ مہدی محمد بن الحسن العسکری ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ: ''ابھی موصوف کی عمر محض چار برس تھی کہ غار میں جا چھپے تھے۔ اور اب اخیر زمانہ میں ہی اس غار سے نکلیں گے۔ اور زمین کو عدل و انصاف سے بھر دیں گے، بعد اس کے کہ یہ زمین پہلے ظلم و ستم سے بھر چکی تھی۔ یہ ان کا گمان ہے۔ لیکن یہ محض خرافات ہیں۔ کتبِ تاریخ بتلاتی ہیں کہ ان کے گیارہویں امام الحسن العسکری کی ہرگز بھی اولاد نہ تھی۔ (تو یہ بارھواں امام محمد بن حسن العسکری کدھر سے آ گیا؟)۔

دیکھیں: تاریخ الطبری: ۳۰۲ھ کے واقعات۔ اور ذھبی کی "المنتقی من منہاج الاعتدال": ص۲۱ کا حاشیہ۔ (محقق)

اور عقل مند دانا بینا لوگ انہیں دیکھ کر ہنستے ہیں۔ کسی شاعر نے ان کے بارے میں کیا خوب کہا ہے:

ماآن للسرداب ان یلد الذی	کلفتموہ بجھلکم ماآنا

"تم روافض نے اپنے جہل کی بنا پر اس بیچاری غار کو جو کچھ جننے کا مکلف بنادیا ہے، ابھی تک اس کا وقت نہیں آیا۔

فعلی عقولکم العفاء فانکم	ثلثتم العنقاء والغیلانا

تم لوگوں کی عقلوں پر پردہ اور ہلاکت پڑ چکی ہے کہ تم لوگوں نے عنقاء اور غیلان کے بعد یہ ایک تیسری اور انوکھی چیز بنادی ہے۔ ①

19- مطلب: عصمت کا بیان:

ان روافض نے یہ بھی ایک گمراہانہ نظریہ گھڑ رکھا ہے کہ امام کے لیے معصوم ہونا شرط ہے۔ اور یہ کہ اللہ پر یہ بات واجب ہے کہ وہ زمانہ کو امامِ معصوم کے وجود سے خالی نہ رکھے۔ اور ان لوگوں نے ائمہ کو اپنے مزعومہ بارہ اماموں کے درمیان منحصر کر رکھا ہے۔ ②

① عنقاء: ایک خیالی پرندہ جس کا کوئی وجود نہیں۔ "القاموس الوحید: ص ۱۱۳۳۔
عنقاء: سیمرغ۔ ایک فرضی پرندہ۔ نایاب شی۔ "فیروز اللغات اردو جدید: ص ۹۶۰۔
غیلان: یہ غُول کی جمع ہے۔ جن بھوت اور مختلف شکلوں میں ظاہر ہونے والا چھلاوہ۔ غول بیابانی: عربوں کے نظریہ کے مطابق شیاطین کی ایک قسم جو بیابان میں مختلف شکلوں میں آ کر لوگوں کو بھٹکا دیتی اور ہلاک کر دیتی ہے۔ القاموس الوحید: ص ۱۱۹۱۔
یعنی جیسے یہ دو چیزیں محض خیالاتی اور افسانوی ہیں جن کی کوئی حقیقت نہیں اور نہ آج تک کسی نے ان کو دیکھا ہے اور نہ ان کا کوئی وجود ہے، بالکل اسی طرح ان روافض نے یہ ایک تیسری افسانوی اور خیالاتی چیز بنالی ہے۔ یعنی امامِ منتظر۔ کہ اس کا نہ کوئی وجود ہے اور نہ آج تک کسی نے ان کو دیکھا ہے۔ بس یہ ان روافض کے دماغوں کا خرابہ اور وسوسہ ہے۔ نسیم۔

② دیکھیں: الکافی للکلینی: اس کی شرح: ۳۷۱/۱۲ مؤلف مازندانی۔ بحار الانوار: ۱۱۳/۲۵ للمجلسی۔ الغیبة للنعمانی: ص۵۶۔۵۷۔ منقول از "مسئلة التقریب للغفاری: ۳۱۰/۱۔ (محقق)۔

یہ قول جہاں باطل ہے، وہیں متناقض بھی ہے اور رب تعالیٰ کی جناب میں سخت بے ادبی پر مشتمل بھی ہے۔ جس کے بیان کی حاجت نہیں۔ اس باطل قول کو باجماعت نمازوں کے قیام نے باطل قرار دے دیا ہے۔ جو سب سے بڑا شعائر اسلام ہے۔ لیکن افسوس کہ ان بدبختوں کو باجماعت نمازوں میں سے کوئی حصہ نصیب نہیں۔ یہ لوگ اس بلند ترین بزرگی سے محروم ہیں۔

20- مطلب: متعہ کا بیان:

روافض کا ایک دجل یہ ہے کہ یہ لوگ نکاحِ متعہ کو مباح کہتے ہیں۔ بلکہ یہ لوگ متعہ کو ستر دائمی نکاحوں سے افضل قرار دیتے ہیں۔ روافض کے غالی شیخ علی بن العالی نے ان روافض کے لیے یہ بات جائز قرار دی ہے کہ بارہ مرد مل کر بھی ایک ہی شب میں ایک ہی عورت سے تمتع کر سکتے ہیں۔ اور جب اس عورت کا بچہ ہوگا تو قرعہ ڈالا جائے گا۔ سو جس کے نام کا قرعہ نکلا، یہ بچہ اسی کا تصور ہوگا۔

میں کہتا ہوں:۔ یہ جاہلیت کے نکاحوں کے جیسا ہے۔ جس کو شرعِ اسلام نے آکر باطل کر دیا ہے۔ جیسا کہ ایک صحیح حدیث میں وارد ہے۔ ①

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے نکاحِ متعہ کو منع فرمایا۔ ②

اس کو امام بخاری اور مسلم وغیرہ نے بھی روایت کیا ہے۔ ③

---

① دیکھیں: صحیح بخاری: رقم ۵۱۲۷، عن عائشۃ رضی اللہ عنہا۔ یہ ایک طویل حدیث ہے۔ (محقق)۔

② ہمارے شیخ وادعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: متعہ قیامت تک کے لیے حرام ہے۔ یہ روافض جو متعہ کو مباح کہتے ہیں، یہ اس بات کی سب سے بڑی دلیل ہے کہ یہ روافض جنابِ علی رضی اللہ عنہ کے پیروکاروں میں سے نہیں کہ جنابِ علی رضی اللہ عنہ تو اس کے قیامت تک کے لیے حرام ہونے کو روایت فرما رہے ہیں۔ دیکھیں: اجابۃ السائل: ص ۵۳۵۔

علامہ شوکانی رحمہ اللہ "السیل الجرار المتدفق علی حقائق الازہار: ۲/۲۶۸" میں لکھتے ہیں جس میں نکاح متعہ کی تحریم کا بیان ہے کہ: ''متعہ کی حرمت پر مسلمانوں کا اجماع ہے۔ صرف روافض ہی ہیں جو اس کے جواز کے قائل ہیں۔ ان لوگوں کے دلائل کے جواب دینے کی بھی ضرورت نہیں۔ اور نہ یہ لوگ اس حیثیت کے مالک ہیں کہ ان کا قول مسلمانوں کے اجماع کو توڑ دے۔ کیونکہ اکثر روافض کتاب وسنت اور اجماعِ مسلمین کے مخالف ہیں۔"

③ صحیح بخاری: رقم ۵۱۱۵، صحیح مسلم: رقم ۱۴۰۷۔ اس روایت کے الفاظ یہ ہیں: "نبی کریم ﷺ نے خیبر کے دن عورتوں کے ساتھ متعہ کرنے سے اور پالتو گدھوں کا گوشت کھانے سے منع فرمایا۔" (محقق)

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: نبی کریم ﷺ نے پہلے نکاح متعہ کو مباح رکھا، پھر اس کو حرام کر دیا۔"① بخاری و مسلم۔

امام مسلم نے اپنی صحیح میں حضرت سبرہ رضی اللہ عنہ ② سے ایسی ہی حدیث روایت کی ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ہمیں متعہ سے منع فرمایا۔"

اس کو طبرانی نے قوی سند کے ساتھ بیان کیا ہے۔③

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اس کے جواز سے رجوع کرنا منقول ہے۔④

طبرانی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ: ''یہ متعہ، نکاح، طلاق، عدت اور میراث سب (کے احکام) کو ختم کر دیتا ہے۔'' اس حدیث کی اسناد حسن ہے۔⑤

---

① صحیح بخاری: رقم: ۵۱۱۸، صحیح مسلم: رقم ۱۴۰۵ عن ایاس بن سلمة عن ابیه۔ سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''اوطاس کے دن نبی کریم ﷺ نے تین دن تک متعہ کو مباح فرمایا پھر اس سے منع فرمادیا۔"

② صحیح مسلم: رقم ۱۴۰۶۔ اس کے الفاظ یہ ہیں: نبی کریم ﷺ نکاح متعہ سے منع فرمایا۔

③ المعجم الاوسط للطبرانی: رقم ۹۲۹۵۔ اس کو ابو عوانہ نے اپنی مسند: رقم ۴۰۸۳ میں، اور بیہقی نے "السنن": ۲۰۶/۱ میں روایت کیا ہے۔ یہ حدیث صحیح ہے۔

④ سنن ترمذی: رقم: ۱۱۲۴، سنن بیہقی: ۲۰۶/۷، ۲۰۷، یہ روایت ضعیف ہے۔ اس کی سند میں موسیٰ بن عبیدہ ربذی ہے۔ جو ضعیف ہے۔ علامہ البانی رحمہ اللہ "ارواء الغلیل: ۳۱۹/۶" میں حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث کو نقل کرنے کے بعد کہتے ہیں:۔

"خلاصہ یہ ہے کہ متعہ کے بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے تین اقوال منقول ہیں: اول: مطلق اباحت کا، دوم: ضرورت کے وقت اباحت کا، سوم: مطلق حرام ہونے کا۔ البتہ یہ تیسرا قول آپ سے صراحت کے ساتھ ثابت نہیں بہ نسبت پہلے دو اقوال کے۔ کہ وہ دونوں آپ سے ثابت ہیں۔ واللہ اعلم۔''

میں کہتا ہوں: ہمارے شیخ وادعی رحمہ اللہ "اجابۃ السائل": ص ۵۳۴ میں کہتے ہیں: ''مسلمان متعہ کی حرمت پر ایک ہیں۔ بعض صحابہ جیسے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس کو مباح کہا ہے اور یہ گمان کیا ہے کہ ضرورت کے وقت یہ جائز ہے، جبکہ جنابِ علی رضی اللہ عنہ نے ان پر اس بارے انکار فرمایا۔ اور انہیں فرمایا: ''تم ایک سرگشتہ آدمی ہو۔" اور جناب علی رضی اللہ عنہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ پر انکار کرنے میں حق بجانب تھے۔ (محقق)

⑤ سنن البیہقی: ۲۰۷/۷، الاحسان لابن حبان: رقم ۴۱۴۹، سنن دارقطنی: ۲۵۹/۳، مسند ابی یعلی: ۶۶۲۵/۱۱۔ یہ حدیث ضعیف ہے۔ اس کی سند میں مؤمل بن اسماعیل ہے۔ جو عکرمہ بن عمار سے روایت ...... **(بقیہ اگلے صفحہ پر)**

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:۔ اول اسلام میں متعہ (رائج) تھا۔حتیٰ کہ یہ آیت اتری:

(حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ) (النساء: 23)

"تم پرحرام کردی گئیں۔۔۔۔۔"

اور قرآن سے اس کی تصدیق اس آیت سے ہوتی ہے۔

(إِلَّا عَلَىٰ أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ) (المؤمنون: 6)

"مگر اپنی بیویوں سے یا (کنیزوں سے) جواُنکی مِلک ہوتی ہیں" (کہ ان سے مباشرت کرنے میں کوئی ملامت نہیں)۔

اور جو اس کے علاوہ ہے سب حرام ہے۔اس کو طبرانی اور بیہقی نے روایت کیا ہے۔ ①

خلاصہ یہ ہے کہ متعہ پہلے حلال تھا، پھر منسوخ ہوکر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے حرام ہوگیا۔سو اب جو بھی متعہ کرے گا، وہ دراصل اپنے اوپر زنا کا دروازہ کھولے گا۔ ②

(بقیہ پچھلے صفحہ کا) کرتا ہے۔ذہبی "المیزان" میں مؤمل کے ترجمہ میں کہتے ہیں: یہ حدیث منکر ہے۔یہ منکر حدیث والا ہے۔ابنِ حجر "فتح الباری" میں حدیث رقم ۵۱۱۵ میں تحریم متعہ سے متعلق حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث لاتے ہیں۔ اور کہتے ہیں: چونکہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں کلام ہے۔کیونکہ یہ مؤمل بن اسماعیل کی عکرمہ بن عمار سے روایت ہے۔اوران دونوں میں کلام ہے۔(محقق)

① سنن ترمذی: رقم ۱۱۲۴، اور طبرانی: رقم ۱۰۷۸۲، اور بیہقی: ۲۰۶/۷، ۲۰۵" نے بھی اس کو روایت کیا ہے۔ یہ حدیث ضعیف ہے۔اس کی سند میں موسیٰ بن عبیدہ ربذی سے جو ضعیف ہے۔جیسا کہ "التقریب" میں ہے۔علامہ البانی نے "الارواء: رقم ۱۹۰۳" میں اس کو ضعیف کہا ہے۔(محقق)

② امام نووی فرماتے ہیں: "تحریم اور اباحت دو مرتبہ ہوئی ہے۔چنانچہ خیبر سے پہلے متعہ حلال تھا، پھر خیبر کے دن اس کو حرام کردیا گیا۔ پھر فتحِ مکہ کے دن اس کو مباح کردیا گیا۔اور یہی یومِ اوطاس بھی ہے، کیونکہ دونوں متصل ہیں۔پھر تین دن کے بعد اس کو قیامت تک کے لیے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے حرام کردیا گیا۔اور وہ تحریم آج تک باقی ہے۔

قاضی کہتے ہیں: علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ یہ متعہ ایک وقتِ مقرر تک نکاح ہوتا تھا۔جس میں میراث نہ ہوتی تھی۔اور مدت کے پورا ہوتے ہی بدون طلاق کے یہ ختم ہوجاتا تھا۔ بعد میں مسلمانوں کا اس کی حرمت پر اجماع ہوگیا۔اس پر سب علماء قائم تھے سوائے روافض کے۔"

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

20- مطلب: بغیر ولی اور گواہوں کے نکاح کا بیان:

روافض کی گمراہیوں میں سے ایک یہ ہے کہ یہ بغیر ولی اور گواہوں کے اور نکاح کو جائز سمجھتے ہیں۔ لیکن یہ بعینہ زنا ہے۔ چنانچہ مشہور رافضی ابنِ مطہر حلی کہتا ہے:۔ "سمجھ دار خاتون کے نکاح میں ولی کا ہونا شرط نہیں۔ اور کسی بھی قسم کے نکاح میں گواہ تو شرط ہیں ہی نہیں۔ اور اگر عاقدین باہم ساز باز کرلیں کہ ہم اس نکاح کو چھپائے رکھیں گے تو یہ نکاح باطل نہ ہوگا۔"①

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

"نکاح قائم نہیں ہوتا مگر ولی کے ساتھ اور دو عادل گواہوں کے ساتھ۔"

اس حدیث کو شافعی، طبرانی، دارقطنی اور بیہقی نے روایت کیا ہے۔② اگرچہ یہ روایت منقطع ہے۔ لیکن اہل علم کا یہی قول ہے۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "کوئی نکاح نہیں مگر ولی کے ساتھ۔"

(بقیہ پچھلے صفحہ کا)...... صحیح مسلم: ۲/ ۱۰۲۲۔ تعلیق محمد فؤاد عبدالباقی۔

میں کہتا ہوں: روافض کا اختلاف لائق التفات نہیں۔ نکاحِ متعہ کے بارے میں ان روافض کی عجیب وغریب باتیں پڑھنے کے لائق ہیں۔ اس کے لیے دیکھیں ہمارے فاضل دوست محمد مال اللہ کی کتاب "الشیعۃ والمتعۃ"۔ مؤلف لکھتا ہے کہ یہ روافض عورت کی دبر سے استمتاع بھی جائز کہتے ہیں۔ شادی شدہ سے بھی استمتاع کو روا رکھتے ہیں۔ اور تو اور یہ عورت کی شرمگاہ کو عاریۃً دے دینا بھی عیب نہیں جانتے۔ اور یہ سب بدکاریاں متعہ کے پردے کی اوٹ میں کی جاتی ہیں۔ خود انہیں کے گھر کے آدمی حسین الموسوی نے "للہ ثم للتاریخ" لکھ کر ان روافض کو بیچ چورا ہے رسواء کرکے رکھ دیا ہے۔ غرض ابنِ سبا یہودی کی اس روحانی اولاد کے عجیب وغریب شرمناک کرتوت ہیں۔ اللہ ان کا ستیاناس کرے کہ کدھر الٹے پھرے جاتے ہیں۔ (محقق)

① الکافی للکلینی: ۵/ ۳۹۳، طبع دار الاضواء الاستبصار: ۳/ ۳۲۹، طبع دارالاضواء، من لایحضرہ الفقیہ: لابن بابویہ القمی: ۳/ ۲۷۸، شرائع الاسلام فی الفقہ الاسلامی: للجعفری الحلّی: ۲/ ۸۔ (محقق)

② سنن بیہقی: ۷/ ۱۲۵، مصنف عبدالرزاق: رقم ۱۰۴۷۳، سنن دارقطنی: ۳/ ۲۲۵، المعجم الکبیر للطبرانی: رقم ۲۲۹، یہ حدیث ضعیف ہے۔ اس کی سند میں عبداللہ بن محرر الجزری القاضی ہے جو متروک ہے۔ جیسا کہ "التقریب" میں ہے۔ (محقق)

اس کو احمد، ابو داؤد، ترمذی، ابن ماجہ اور حاکم نے روایت کیا ہے۔[1] حاکم کہتے ہیں کہ اس بارے ازواجِ نبی سیدہ عائشہ صدیقہ اور سیدہ زینب بنتِ جحش رضی اللہ عنہا سے بھی روایت ہے۔ اور کہتے ہیں: اس باب میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی روایت ہے، وہ فرماتے ہیں:۔ ”کوئی نکاح نہیں، مگر ولی اور دو عادل گواہوں کے ساتھ۔“[2]

اس حدیث کو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ [3] وغیرہ نے بھی روایت کیا ہے۔ اور تقریباً تیس صحابہ نے یہ پوری حدیث روایت کی ہے۔

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ وہ فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”جس عورت نے بھی اپنے ولی کی اجازت کے بغیر اپنا نکاح کروا لیا، تو اس کا نکاح باطل ہے۔“

---

① مسند احمد: رقم ۷۴۷ ۱۹، سنن ابی داؤد: رقم ۲۰۸۵، جامع ترمذی: رقم ۱۱۰۲، سنن ابن ماجہ: ۱/ ۶۰۵، المستدرک للحاکم: رقم ۲۷۷۶۔ یہ روایت صحیح ہے۔ اس کو شیخ وادعی رحمہ اللہ نے ”الصحیح المسند: ۶/۲“ میں ذکر کیا ہے۔ (محقق)

② سنن بیہقی: ۷/۱۱۱، یہ ”مجالد عن شعبی عن علی“ کے طریق سے ہے۔ ابنِ معین نے مجالد کو ضعیف کہا ہے۔ مصنف عبدالرزاق: ۶/ ۱۰۴۷۔ اس کی سند میں قیس بن ربیع ہے۔ یہ اپنے بیٹے کی وجہ سے ضعیف ہے جو ایسی روایات باپ سے بیان کر جاتا ہے جو اس کی حدیث نہیں ہوتیں۔ بیہقی کہتے ہیں: ہم نے اس حدیث کو عبید اللہ بن ابی رافع کے واسطہ سے جنابِ علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ (محقق)

③ یہ حدیث صحیح ہے۔ بیہقی نے (۷/ ۱۱۲) میں ان الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے:۔ ”نکاح نہیں ہوتا مگر سمجھ دار ولی اور دو عادل گواہوں سے“۔ اس حدیث کی سند میں مسلم بن خالد زنجی ہے۔ امام بخاری کہتے ہیں: یہ منکر حدیث والا ہے۔ ابنِ ابی شیبہ (رقم، ۱۵۹۱۷) نے اس حدیث کو ان الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے:۔ ”نکاح نہیں ہوتا مگر ولی کے ساتھ یا سلطانِ مرشد کے ساتھ۔“ دارقطنی نے (۳/۲۲۱ میں) اس حدیث کو مرفوعاً روایت کیا ہے۔ عقبہ کہتے ہیں: اس حدیث کو عدی بن فضل نے مرفوعاً روایت کیا ہے، کسی اور نے نہیں۔

میں کہتا ہوں۔ عدی بن فضل متروک ہے۔ جیسا کہ ”التقریب“ میں ہے۔ لیکن یہ اثر موقوفاً صحیح ہے۔ شیخ البانی نے اس کو موقوفاً صحیح کہا ہے۔ جیسا کہ ”الارواء: رقم ۱۸۸۴“ میں ہے۔ حاکم نے ”المستدرک: رقم ۲۷۷۶ کے تحت اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے۔ (محقق)

اس کو شافعی، احمد، ابو داؤد، ترمذی، ابن ماجہ، ابو عوانہ، ابنِ حبان اور حاکم نے روایت کیا ہے۔ ①

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:۔ ”کوئی عورت کسی دوسری عورت کا نکاح نہ کرائے اور نہ خود اپنا نکاح کرائے۔ زانیہ وہی عورت ہوتی ہے جو اپنا نکاح خود کرواتی ہے۔“

ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں: ”جو عورت اپنا نکاح خود کراتی ہے، وہ زانیہ ہے۔“ اس حدیث کو ابنِ ماجہ اور دارقطنی نے روایت کیا ہے۔ ②

عکرمہ بن خالد سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں: میں دوران سفر ایک قافلہ سے مل گیا۔

اس میں ایک شادی شدہ عورت نے اپنا امر ایک غیر ولی کے ہاتھ میں دے دیا۔ اس نے اس عورت کا نکاح کرا دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جب اس کی خبر پہنچی تو آپ نے نکاح کرنے والے اور کرانے والے دونوں کو کوڑے لگائے۔“ اس کو شافعی اور دارقطنی نے روایت کیا ہے۔ ③

---

① سنن ابی داؤد: ۲۰۸۳، جامع ترمذی: ۱۱۰۳، مسند احمد: ۲۴۸۷۶، سنن ابن ماجہ: ۱/۶۰۵، الاحسان لابن حبان: ۴۰۷۴، صحیح ابی عوانۃ: ۴۰۳۷، المستدرک للحاکم: ۲۷۶۶، مسند الشافعی: ۱۱۳۹۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ شیخ وادعی رحمہ اللہ نے ”الصحیح المسند: ۱/۴۹۹ میں اس کو ذکر کیا ہے۔ شیخ یحیی حجوری رحمہ اللہ کہتے ہیں: یہ حدیث ان لفظوں کے ساتھ صحیح ہے۔ ”نکاح نہیں مگر ولی کے ساتھ“۔ اس قدر الفاظ شیخ رحمہ اللہ کی ”الصحیح المسند“ میں موجود ہیں۔ رہا ”دو عادل گواہوں“ کا اضافہ تو اس کے سب طرق ضعیف ہیں۔ فیروز آبادی نے اپنے رسالہ ”مالم یثبت فیہ حدیث“ میں جو اس حدیث کو داخل کیا ہے۔ اس کو اسی پر محمول کیا جائے گا۔ (محقق)

② سنن ابن ماجہ: ۱۸۸۲، سنن بیہقی: ۷/۱۱۰، سنن دارقطنی: ۳/۲۲۷، یہ حدیث صحیح ہے۔ سوائے اس کے آخری لفظوں کے۔ کہ یہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ پر موقوف ہیں۔ جیسا کہ عبدالسلام بن حرب کی روایت سے ظاہر ہے۔ بیہقی کہتے ہیں: عبدالسلام کو مسند اور موقوف میں تمیز تھی۔ لہٰذا ہوسکتا ہے کہ انہیں یہ یاد ہو۔ (محقق)

③ سنن بیہقی: ۷/۱۱۱، مصنف عبدالرزاق: ۱۰۴۸۶، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۱۵۹۳۶، سنن دارقطنی: ۳/۲۲۵، الام للشافعی: ۵/۲۲، یہ حدیث منقطع ہے۔ عکرمہ بن خالد نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے نہیں سنا۔ یہ امام احمد نے کہا ہے۔ جیسا کہ ”تہذیب التہذیب“ میں ہے۔ (محقق)

دارقطنی شعبی سے روایت کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں:۔ نکاح کے معاملہ میں اصحابِ رسول ﷺ میں سے سب سے زیادہ سخت جنابِ علی رضی اللہ عنہ تھے۔ آپ اس بارے کوڑے (بھی) مارا کرتے تھے۔

اس کو شافعی اور دارقطنی نے روایت کیا ہے۔①

ابنِ خیثمہ ② مرفوعاً روایت کرتے ہیں:۔ "نکاح نہیں مگر ولی اور دو عادل گواہوں کے ساتھ۔"③

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً اور موقوفاً مروی ہے کہ: "نکاح نہیں مگر چار باتوں سے: نکاح کا پیغام دینے والا، ولی اور دو عادل گواہ۔"④

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں:۔ "نکاح میں کم از کم چار باتوں کا ہونا لازم ہے: جس نے شادی کرنی ہے، جس نے بیٹی بیاہنی ہے اور دو عادل گواہ۔" اس حدیث کو ابنِ ابی شیبہ نے روایت کیا ہے۔ بیہقی نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔ اس کو دارقطنی نے روایت کیا ہے۔ ④ اور سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے بھی ایسا

---

① سننِ بیہقی: ۱۱۱/۷، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۱۵۹۱۶۔ سنن دارقطنی: ۲۲۹/۳۔ اس حدیث کی سند میں مجالد بن سعید ہے۔ حافظ ابنِ حجر "التقریب" میں کہتے ہیں: یہ قوی نہیں۔ اخیر عمر میں اس کا حافظہ متغیر ہوگیا تھا۔ (محقق)

② درست "ابن خثیم" ہے۔ (محقق)

③ یہ حدیث عبداللہ بن عثمان بن خُثیم القاری سے مروی ہے۔ یہ صدوق ہے جیسا کہ "التقریب" میں ہے۔ وہ اس کو سعید بن جبیر سے اور وہ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کرتے ہیں۔ بیہقی "السنن: ۱۲۴/۷" میں کہتے ہیں:۔ اس کو عدی بن فضل نے بھی روایت کیا ہے۔ وہ ضعیف ہے۔ صحیح روایت "موقوف" ہے۔ میں کہتا ہوں:۔ یہ ایسے ہی ہے۔ اس کو دارقطنی: ۲۲۱/۳ اور شافعی نے "الام: ۲۲/۵ میں روایت کیا ہے۔ (محقق)

④ سننِ بیہقی: ۱۴۳/۷ عن ابی ھریرۃ مرفوعاً۔ اس کی سند میں مغیرہ بن موسیٰ البصری ہے۔ بخاری نے اس کو منکر حدیث والا کہا ہے۔ جیسا کہ "المیزان" میں ہے۔ (محقق)

④ سننِ بیہقی: ۱۴۲/۷۔ ۱۴۳، یہ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ پر موقوف ہے۔ اس کے حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ تک دو طریق ہیں: پہلے میں جہالت جبکہ دوسرے میں انقطاع ہے۔ قتادہ نے حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کو نہیں پایا۔ ابنِ ابی شیبۃ نے (۱۵۹۳۲) ان الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے: "نکاح میں کم از کم چار لوگ ہوں: جو بیاہ رہا ہے (یعنی ولی) جو شادی کر رہا ہے (یعنی دولہا) اور دو گواہ۔" اس کی سند میں ایک مجہول راوی ہے۔ (محقق)

ہی مروی ہے۔①

ترمذی نے حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:۔
”بدکار عورتیں وہ ہیں جو بغیر گواہوں کے اپنا نکاح خود کرتی ہیں۔“②

امام مالک نے ابوزبیر سے روایت کیا ہے کہ ”حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے نکاح کا ایک ایسا معاملہ لایا گیا جس کے گواہوں میں صرف ایک مرد اور ایک عورت تھی۔ تو فرمایا: ''یہ خفیہ نکاح ہے۔ میں اس کو جائز نہ کہوں گا۔ اگر یہ میرے سامنے پہلے پیش کیا جاتا تو میں اس کو رجم کر دیتا۔''③

حضرت ابنِ زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:۔ ”نکاح کا اعلان کیا کرو۔“ اس کو احمد اور حاکم نے روایت کیا۔ حاکم اس کو صحیح کہتے ہیں۔④

---

① حدیث عائشہ سنن دارقطنی: ۲/ ۲۲۵ میں ہے۔ یہ حدیث ضعیف ہے۔ اس کی سند میں ابوالخصیف نافع بن میسرہ ہے۔ جو مجہول ہے۔ جیسا کہ دارقطنی کا قول ہے۔ (محقق)

② یہ موقوفاً صحیح ہے۔ سنن ترمذی: رقم: ۱۱۰۴۔ امام ترمذی یہ حدیث روایت کرنے کے بعد کہتے ہیں:۔ یہ حدیث غیر محفوظ ہے۔ ہم نہیں جانتے کہ کسی نے اس کو مرفوع روایت کیا ہو۔ سوائے اُس کے کہ جس کو عبدالاعلی سے، وہ سعید سے اور وہ قتادہ سے مرفوعاً روایت کرتے ہیں۔ اس حدیث کو ”عبدالاعلی عن سعید“ کے طریق سے بھی موقوفاً روایت کیا گیا ہے۔ صحیح وہ روایت ہے جس کو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے موقوفاً روایت کیا گیا ہے۔ ان کا قول ہے کہ: اصحابِ قتادہ نے اسی طرح اس حدیث کو قتادہ سے، انہوں نے جابر بن زید سے اور انہوں نے حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے موقوفاً روایت کیا ہے۔ اسی طرح متعدد لوگوں نے سعید بن ابی عروبہ سے موقوفاً روایت کیا ہے۔“ مصنف ابن ابی شیبۃ: ۱۵۹۶۱ موقوفاً، سننِ بیہقی: ۷/ ۱۲۵ مرفوعاً و موقوفاً۔ حدیث لانے کے بعد بیہقی کہتے ہیں: درست یہ ہے کہ یہ حدیث موقوف ہے۔ المعجم الاوسط للطبرانی: رقم ۴۵۲۰ مرفوعاً۔ اس کی سند میں ربیع بن بدر ہے جو متروک ہے۔ نہاس بن قہم نے اس کو ضعیف کہا ہے۔ جیسا کہ ”التقریب“ میں ہے۔ (محقق)

③ مؤطا للامام مالک: ۲/ ۵۳۵۔ تحقیق محمد فواد عبدالباقی۔ سنن بیہقی: ۷/ ۱۲۶۔ الام للشافعی: ۵/ ۳۵۔ یہ حدیث منقطع ہے۔ ابوزبیر نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے نہیں سنا۔ جیسا کہ امام احمد کا قول ہے۔ دیکھیں ”تہذیب التہذیب“۔ (محقق)

④ مسند احمد: ۱۶۰۷۵، المستدرک للحاکم: ۲۸۰۷، سنن بیہقی: ۷/ ۲۸۸، المعجم الکبیر للطبرانی: ۲۱/ ۱۵، المعجم الاوسط: رقم ۵۱۴۵، الاحسان لابن حبان: ۴۰۶۶، مسند بزار: رقم ۱۴۳۳۔ اس کی سند میں عبداللہ بن اسود قرشی ہے جو مجہول ہے۔ ابو حاتم کہتے ہیں: میں نہیں جانتا کہ عبداللہ بن وہب کے سوا کسی نے اس شیخ سے روایت کیا ہو۔ ”الجرح والتعدیل: ۵/ ۲“۔ (محقق)

بعض سادات کا قول ہے کہ ''جب تمہارے کان ہماری بیان کردہ احادیث کو سنیں تو تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ بغیر ولی اور گواہوں کے نکاح کو جائز کہنے میں ان روافض کا مذہب باطل ہے۔ واللہ اعلم۔

22- مطلب: باندی سے وطی کرنے کو مباح کر دینے کا بیان:

ان روافض کا کہنا ہے کہ اباحت کے طور پر دوسرے کی کنیز سے وطی کر سکتے ہیں۔ ابنِ مطہر حلّی کہتا ہے کہ ''دوسرے کے لیے کنیز کو مباح کر دینا جائز ہے۔ لیکن شرط یہ ہے کہ مباح کرنے والا اس کی رقیّت کا مالک ہو اور اسے اس پر تصرف کرنا بھی جائز ہو۔ اور جس کے لیے کنیز کو مباح کیا گیا ہے، اس کی نسبت وہ باندی مباح بھی ہو۔ ①

اس باطل عقیدہ کے رد میں صرف یہی ارشاد باری تعالیٰ ہی کافی ہے۔

(وَ الَّذِیۡنَ ہُمۡ لِفُرُوۡجِہِمۡ حٰفِظُوۡنَ ۝ اِلَّا عَلٰۤی اَزۡوَاجِہِمۡ اَوۡ مَا مَلَکَتۡ اَیۡمَانُہُمۡ)(المؤمنون: 6-5)

"اور جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ مگر اپنی بیویوں سے یا (کنیزوں سے) جو ان کی مِلک ہوتی ہیں (کہ ان سے مباشرت کرنے میں انہیں کوئی ملامت نہیں)۔"

اور یہ بات قطعاً معلوم ہے کہ مذکورہ صورت میں اس کنیز کے ساتھ وطی نہ تو نکاح کے ساتھ ہے اور نہ ملکِ یمین سے ہے۔ اور ارشاد باری تعالیٰ ہے:۔

(وَلَا تُکۡرِہُوۡا فَتَیٰتِکُمۡ عَلَی الۡبِغَآءِ)(النور: 33)

"اور اپنی لونڈیوں کو بدکاری پر مجبور نہ کرو۔"

---

① وسائل الشیعۃ: ۷/ ۴۶۳۔ ۴۶۴۔ (محقق)

23- مطلب: عورت اور اس کی پھوپی کو نکاح میں جمع کرنے کا بیان:

ان روافض نے بھتیجی اور پھوپی اور اسی طرح خالہ اور بھانجی کو ایک آدمی کے نکاح میں جمع کرنا جائز ٹھہرا رکھا ہے۔①

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "کسی عورت کا اس کی پھوپی پر نکاح نہ کیا جائے۔ اور پھوپی کا اس کی بھتیجی پر، اور نہ کسی عورت کا اپنی خالہ پر اور نہ خالہ کا اپنی بھانجی پر نکاح کیا جائے۔ اور نہ چھوٹی بہن کا بڑی بہن پر اور نہ بڑی بہن کا چھوٹی بہن پر نکاح کیا جائے۔②

اس حدیث کو بزار نے روایت کیا ہے۔③

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ:۔

"کسی عورت کا اس کی پھوپی پر نکاح نہ کیا جائے۔"

یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث کے مثل ہے۔ اس کو احمد، ابو داؤد، ترمذی اور ابنِ حبان نے روایت کیا ہے۔ اس میں حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے یہ زائد الفاظ بھی مروی ہیں کہ:

"بے شک جب تم یہ کرو گے تو قطع رحمی کرو گے۔"④

---

① الکافی للکلینی: ۵/۴۲۵، الاستبصار للطوسی: ۳/۲۵۰۔ (محقق)

② یہاں عبارت میں تسامح ہے کہ اخیر میں "چھوٹی کی جگہ بھی "بڑی" لکھا ہے۔ درست وہی ہے جو ترجمہ کیا گیا ہے۔ جیسا کہ سنن ابی داؤد: رقم ۲۰۶۵ میں ہے۔ (محقق)

③ مسند بزار: رقم ۸۸۸۔ مسند احمد: رقم ۵۷۷، مسند ابی یعلی: ۱/۳۶۰۔ اس کے الفاظ یہ ہیں: "کسی عورت کو اس کی پھوپی پر اور نہ اس کی خالہ پر نکاح کیا جائے۔" اس کی سند میں ابن لہیعہ ہے۔ اس کو اختلاط لاحق تھا۔ لیکن یہ حدیث دوسرے طرق سے صحیح ہے۔ (محقق)

④ مسند احمد: ۱۸۷۸، ۳۵۳۰، سنن ابی داؤد: ۲۰۶۷۔ اس حدیث کی سند میں خُصیف بن عبدالرحمٰن الجزری ہے۔ یہ صدوق ہے۔ حافظہ خراب تھا۔ اخیر عمر میں اختلاط لاحق ہو گیا تھا۔ جیسا کہ "التقریب" میں ہے۔ سنن ترمذی: ۱۱۲۷، ابنِ حبان مع الاحسان: ۴۱۱۶۔ اس کی سند میں ابو حریز عبداللہ بن حسین قاضی سجستان ہے۔ بعض نے اسے ضعیف تو بعض نے عدل کہا ہے۔ یہ حدیث حسن ہے۔ ابنِ حبان کی روایت میں اضافہ ضعیف ہے۔ واللہ اعلم (محقق)

ابنِ ماجہ نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے ایسا ہی حدیث روایت کی ہے۔① ابن حبان نے بھی حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے ایسی ہی حدیث روایت کی ہے۔② ابو داؤد، ترمذی اور نسائی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایسی ہی حدیث روایت کی ہے۔③

احمد، بخاری، ترمذی اور نسائی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے ایسی ہی حدیث روایت کی ہے۔④ اور یہ سب کی سب مرفوع روایات ہیں۔

ابنِ عبدالبر نے اس کے حرام ہونے پر امت اجماع نقل کیا ہے۔⑤ ان باتوں سے صاف پتا چلتا ہے کہ لوگوں میں اللہ کے اوامر کے سب سے بڑے تارک اور اللہ کی منہیات کے سب سے زیادہ مرتکب یہی روافض ہیں۔ کیونکہ ان میں سے اکثر اس خبیث نطفہ کی پیداوار ہیں۔ جس کو کسی کے رحم میں حرام طریقہ سے رکھا جاتا۔ (یعنی ان میں سے اکثر تو متعہ کی اولاد ہیں)۔ اس لیے تمھیں ان میں صرف وہی لوگ نظر آئیں گے جو اپنے عمل وعقیدہ میں بے حد خبیث ہوتے ہیں۔ اسی لیے تو کہتے ہیں کہ: ''ہر شی اپنی اصل کی طرف لوٹتی ہے۔''

① سنن ابن ماجہ: ۱۹۳۰، مسند احمد: ۱۱۵۸، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۱۶۷۵۴۔ اس کی سند میں محمد بن اسحاق کا عنعنہ ہے۔ بوصیری ''الزوائد: ۲/ ۱۰۰'' میں کہتے ہیں: ابنِ اسحاق کی تدلیس کی وجہ سے اس کی اسناد ضعیف ہے۔ ابنِ اسحاق نے اس کو معنعن روایت کیا ہے۔
میں کہتا ہوں:۔ لیکن محمد بن نصر المروزی نے ''السنۃ: رقم ۲۷۷'' میں ابنِ اسحاق کی تحدیث کی تصریح کی ہے۔ المعجم الاوسط للطبرانی: ۴۴۹۲۔ اس کی سند میں عطیہ عوفی ہے۔ جو ضعیف ہے۔ (محقق)

② ابنِ حبان مع الاحسان: رقم ۵۹۹۶، من حدیث طویل۔ اس کی سند میں سنان بن حارث ہے۔ جس کو ابنِ حبان کے سوا کسی نے بھی ثقہ نہیں کہا۔ جیسا کہ ''الجرح و التعدیل'' میں ہے۔ مصنف ابنِ ابی شیبۃ: ۱۶۷۶۴۔ اس میں جعفر بن برقان ہے۔ جو زہری سے روایت کرتا ہے اور جعفر کی زہری سے روایت میں اضطراب ہے۔ جیسا کہ ''تہذیب التہذیب'' میں ہے۔ المعجم الاوسط للطبرانی بسند حسن: رقم ۹۸۲۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے ''الارواء: ۶/ ۲۹۱'' میں اس کو حسن کہا ہے۔ سو یہ حدیث صحیح ہے۔ (محقق)

③ سنن ابی داؤد: ۲۰۶۵، سنن ترمذی: ۱۱۲۸، سنن نسائی: ۳۲۹۶۔ اس کی اصل بخاری: ۵۱۰۹ اور مسلم: ۱۴۰۸ میں ہے۔ (محقق)

④ صحیح بخاری: ۵۱۰۸، مسند احمد: ۱۴۶۸۷، سنن ترمذی: ۱۱۲۷ عن ابنِ عباس رضی اللہ عنہ، سنن نسائی: ۳۲۹۷۔ (محقق)

⑤ التمہید: ۱۱/ ۷۷، طبع الفاروق۔

24- مطلب: عورت کی دبر میں جماع کو مباح کہنا۔ اللہ کی ان پر پھٹکار ہو:

جان لیجیے کہ یہ روافض بیوی اور کنیز کی دبر میں آنے کو بھی مباح کہتے ہیں۔① جبکہ نبی کریم ﷺ اور اصحاب رسول ﷺ سے مروی صحیح حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اس ارشاد باری تعالیٰ سے مراد:۔

(نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ ۖ فَأْتُوا حَرْثَكُمْ أَنَّىٰ شِئْتُمْ) (البقرہ: 223)②

"تمہاری عورتیں تمہاری کھیتی ہیں، تو اپنی کھیتی میں جس طرح چاہو جاؤ۔"

کہ اس آیت میں "حرث" سے مراد عورت کی شرمگاہ میں آنا ہے (نا کہ اس کی دبر میں)۔ اس بات کی طرف لفظِ "حرث" رہنمائی کرتا ہے۔③ جبکہ یہ لفظ اس باب میں نص ہے۔

نبی کریم ﷺ سے وارد ایک حدیث میں عورت کی دبر میں آنے والے پر لعنت کی گئی ہے اور اس پر کفر کا اطلاق کیا گیا ہے۔④ بے شک یہ فعل اسی لائق ہے کہ یہ قطعی حرام

---

① شرائع الاسلام فی الفقہ الاسلامی للجعفری: ۲/۷۔ المختصر النافع: ص۱۹۶۔ (محقق)

② شیخ رحمہ اللہ نے اس حدیث کی طرف اشارہ کیا ہے۔ جو صحیح بخاری: رقم ۴۵۲۸، صحیح مسلم: ۱۴۳۵، میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ "یہود کہا کرتے تھے کہ جب کوئی آدمی اپنی عورت کے پیچھے سے ہو کر اس کی شرمگاہ میں آتا ہے تو اس کی اولاد بھینگی پیدا ہوتی ہے۔ اس پر سورہ بقرہ کی یہ آیت نازل ہوئی:
(نِسَاؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَأْتُوا حَرْثَكُمْ أَنَّى شِئْتُمْ) (البقرہ: 223)
یہ صحیح مسلم کے الفاظ ہیں۔ (محقق)

③ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "الحرث" یہ جائے ولادت ہے، جیسا کہ اس آیت کی تفسیر کے وقت ابنِ کثیر رحمہ اللہ نے لکھا ہے۔ (محقق)

④ شیخ رحمہ اللہ نے اس حدیث کی طرف اشارہ کیا جسے ابو داؤد: رقم ۲۱۶۲ عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ۔ یعنی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: "وہ شخص ملعون ہے جو عورت پر اس کی دبر پر آتا ہے۔" اس حدیث کو ابن ماجہ: ۱/۶۱۹، اور احمد (۱۰۱۵۸) نے روایت کیا ہے۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے "الصحیح الجامع: ۵۸۸۹ میں اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔

نیز شیخ رحمہ اللہ نے سنن ابی داؤد: ۳۹۰۴، ترمذی: ۱۳۵، اور سنن ابن ماجہ: ۶۳۹ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث کی طرف بھی اشارہ کیا ہے۔ کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "جو کسی حالتِ حیض والی عورت پر آیا یا اس کی دبر پر آیا یا کسی کاہن کے پاس گیا، اور جو اس نے کہا، اس کو سچ مانا، تو اس نے ان باتوں سے کفر کیا جو محمد ﷺ پر نازل ہوئیں۔" علامہ البانی ﷺ نے "الارواء: رقم ۲۰۰۶ میں اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔ (محقق)

ہو۔① اور جو اس فعل کو حلال سمجھے اس پر کفر کا اندیشہ ہے۔ اللہ سب کی حفاظت کرے۔

① جی ہاں یہ فعل قطعی حرام ہے۔ اس کی حرمت کے دلائل میں سے، اور یہ کہ ارشاد باری تعالیٰ: (فاتوا حرثكم انّى شئتم) سے مراد عورت کی شرمگاہ میں آنا ہے نا کہ دبر میں، مسند احمد: ۲۴۱۴ کی یہ حدیث ہے جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ: جب یہ آیت نازل ہوئی: (نساؤ كم حرث لكم) تو انصار کے چند لوگ خدمتِ نبوی میں حاضر ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے (اس بارے میں) دریافت کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "تم اپنی بیوی کے پاس ہر طرف سے آسکتے ہو جبکہ آنا سامنے کی شرمگاہ میں ہو۔" یہ حدیث حسن ہے۔
ابنِ ابی حاتم نے اپنی تفسیر میں حدیث رقم ۲۱۳۳ میں بیان کیا ہے، وہ کہتے ہیں: ہمیں یونس بن عبدالاعلی نے، وہ کہتے ہیں، ہمیں ابن وہب نے، وہ کہتے ہیں۔ ہمیں مالک بن انس، ابنِ جریج، اور سفیان بن سعید الثوری نے بیان کیا کہ انہیں محمد بن المنکدر نے بیان کیا کہ انہیں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے بیان، وہ فرماتے ہیں کہ: ''یہود مسلمانوں سے یہ کہتے ہوتے تھے کہ جو بھی اپنی بیوی کے پاس آیا، اس حال میں کہ وہ الٹی لیٹی ہو (اور وہ اس حالت میں اس کی شرمگاہ میں جماع کرے) تو اس کی اولاد بھینگی پیدا ہوگی۔'' اس پر رب تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: (نساؤكم حرث لكم فاتوا حرثكم انى شئتم)۔
ابنِ جریج اپنی روایت کردہ حدیث میں کہتے ہیں:۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''چاہے سیدھی لیٹی ہو یا الٹی لیٹی ہو (دونوں طرح اپنی بیوی کے پاس آنا جائز ہے) جبکہ جماع اس کی شرمگاہ میں ہو۔" یہ حدیث صحیح ہے۔
مسند احمد: ۶/ ۳۰۵ میں ہے کہ ایک عورت نے خدمت نبوی میں حاضر ہو کر عرض کیا:۔ "میرا خاوند چاہتا ہے کہ وہ میرے پاس آئے اس حال میں کہ میں اوندھی لیٹی ہوں۔" تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت کو یہ آیت پڑھ کر سنائی: (نساؤكم حرث لكم، فاتوا حرثكم انى شئتم)۔ یہ حدیث اپنے شواہد کی وجہ سے حسن ہے۔
اس بارے اور بھی متعدد دلائل ہیں جو بتلاتے ہیں کہ عورت کی دبر میں آنا حرام ہے۔ لیکن یہ روافض پرلے درجے کے جاہل ہیں۔ اگر یہ اہلِ سنت کا انہیں کی کتابوں سے رد کرنے چاہتے ہیں تو انہیں بڑے ضعیف اور گھڑنتو قصوں کا سہارا لینا پڑے۔ یا پھر متشابہات کی پیروی کرنی پڑے گی۔
جیسا کہ رب تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔ (فَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ) (آل عمران: ۷) (تو جن لوگوں کے دلوں میں کجی ہے وہ متشابہات کا اتباع کرتے ہیں)۔ میں کہتا ہوں: کج دلوں والے جیسے یہ روافض ہیں، ان لوگوں نے عورت کی دبر میں آنے پر حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے قول سے دلیل پکڑی ہے۔ امام ابن کثیر رحمہ اللہ اپنی تفسیر میں مذکورہ آیت کی تفسیر کرتے ہوئے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے اس قول کو نقل کرنے کے بعد کہتے ہیں: اس قول کو اس بات پر محمول کیا جائے گا کہ اس سے مراد کہ عورت کی شرمگاہ میں اس کی پچھلی جانب سے ہو کر آیا جائے۔"
دوسرے حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے عورت کی دبر میں آنے پر انکار کی تصریح صحیح روایات سے ثابت ہے۔ چنانچہ دارمی نے اپنی "مسند: رقم ۱۱۳۰" میں حضرت سعید بن یسار سے روایت کیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ آپ ان کنیزوں کے بارے میں کیا کہتے ہیں کہ کیا ان کے ساتھ "تحمیض" (بقیہ اگلے صفحہ پر)

25- مطلب: پیروں پر مسح کرنے کا بیان:

ان روافض کی ایک گمراہی یہ ہے کہ یہ لوگ اپنے پیروں پر (وضوء میں) مسح کرتے ہیں جبکہ ان کو دھونے سے منع کرتے ہیں اور موزوں پر مسح کرنے سے بھی روکتے ہیں۔ ①

ایک روایت میں نبی کریم ﷺ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں② کہ

(بقیہ پچھلے صفحہ کا) کی جائے؟۔آپ نے پوچھا: یہ "تحمیض" کیا ہوتی ہے؟ عرض کیا گیا: یعنی دبر میں جماع کرنا۔ تو آپ نے فرمایا: ''کیا مسلمانوں میں سے کوئی ایسا بھی کرتا ہے؟'' ہمارے شیخ مقبل رحمہ اللہ "اسباب النزول: ص ۴۴" میں اس حدیث کو اس کی سند سمیت ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں: اس کی اسناد صحیح ہے اور یہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی اس بات پر صریح نص ہے کہ یہ سب کا سب حرام ہے۔سو آپ سے مروی وہ روایات جن میں احتمال پایا جاتا ہے، ان کو اس محکم روایت کی طرف پھیرا جائے گا۔ میں کہتا ہوں: بعض سے اس فعل کے مرتکب کی تکفیر بھی ثابت ہے۔ چنانچہ عبدالرزاق اپنی مصنف: رقم ۲۰۹۳۵ میں ابنِ طاؤس سے، اور وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے اس شخص کے بارے میں پوچھا جو اپنی بیوی کی دبر میں آتا ہے تو آپ نے فرمایا: یہ شخص مجھ سے کفر (کا باعث بننے والے ایک فعل) کے بارے میں پوچھ رہا ہے۔" یہ حدیث صحیح ہے۔ "مصنف عبدالرزاق: رقم ۲۰۹۷۵" میں ہی حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب ان سے اس بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا کہ "ایسا تو کوئی کافر ہی کرے گا۔"

امام ابنِ کثیر نے اپنی تفسیر میں اس آیت کی تفسیر کے وقت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، وہ فرماتے ہیں: "مردوں کا عورتوں کی دبر میں آنا کفر ہے۔" مصنف عبدالرزاق: رقم ۱۰۹۵۸ میں یہ الفاظ ہیں: "جس نے ایسا کیا، اس نے کفر کیا"۔ اس کی سند میں لیث بن ابی سلیم ہے جو ضعیف ہے۔لیکن علی بن بذیمہ سے بھی یہ روایت ہے۔ جو ثقہ راوی ہے۔ وہ مجاہد سے اور وہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ جیسا کہ ابنِ کثیر نے اس کو موقوفاً اور مرفوعاً دونوں طرح روایت کر کے کہا ہے: ''موقوف روایت اصح ہے۔''

میں نے اس حاشیہ میں طول بیانی سے اس لیے کام لیا ہے کہ میں نے ایک بدکار رافضی صباح البیاتی کا ایک رسالہ دیکھا ہے، جس میں اس نے شیخ محمد بن عبدالوہاب النجدی رضی اللہ عنہ کا رد کیا ہے اور اپنے اس رسواء رسالہ میں عورت کی دبر میں جماع کرنے کا بھرپور دفاع کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا بے حد شکر ہے کہ اس نے ہم اہل سنت کو ان تمام گھناؤنے کاموں سے محفوظ رکھا ہوا ہے جن کو یہ روافض شب و روز کرتے ہیں۔ (محقق)

① دیکھیں: من لا یحضرہ الفقیہ للقمی: ۱/ ۱۱۴۔ ۱۱۷، الکافی للکلینی: ۳/ ۲۳، منہاج الکرمۃ لابن مطہر الحلی: ۴/ ۱۷۰، ۱۷۱، (یہ حوالہ ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ کی منہاج السنۃ کے ضمن میں ہے)۔ الاستبصار للطوسی: ۱/ ۱۲۰، ۱۲۱۔

② امام ابن کثیر رحمہ اللہ سورہ مائدہ آیت رقم ۶ میں آیتِ وضو کے تحت فرماتے ہیں: ''نبی کریم ﷺ **(بقیہ اگلے صفحہ پر)**

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ''ان دونوں (یعنی پیروں) کو وضو میں دھویا جائے۔'' اور آپ ﷺ نے اس کا حکم ارشاد فرمایا ہے۔ یاد رہے کہ آپ ﷺ کی ذاتِ مبارکہ تو وہ ہے کہ جن کے بارے میں خود رب تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا ہے:۔

﴿وَ اَنْزَلْنَآ اِلَیْكَ الذِّكْرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیْهِمْ﴾ (النحل: 44)

"اور ہم نے تم پر یہ کتاب نازل کی ہے، تاکہ جو (ارشادات) لوگوں پر نازل ہوئے ہیں۔ آپ وہ ان پر ظاہر کردیں۔"

اسی طرح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ، حضرت زید بن عاصم رضی اللہ عنہ ①، حضرت معاویہ بن مرہ رضی اللہ عنہ ②، حضرت مقداد بن معدیکرب رضی اللہ عنہ، حضرت انس رضی اللہ عنہ،

(بقیہ پچھلے صفحہ کا) سے قولاً وفعلاً ہر دونوں طرح سے موزوں پر مسح کی مشروعیت تواتر کے ساتھ ثابت ہے۔ جیسا کہ احکام کی کتاب الکبیر میں ثابت اور مقرر ہے۔ لہٰذا یہاں ان باتوں کو ذکر کرنے کی چنداں ضرورت نہیں کہ موزوں پر مسح کرنے کی مدت کتنی ہوتی ہے اور مسح کب ختم ہوتا ہے وغیرہ۔ جیسا کہ اپنے موقع پر یہ احکام مفصل درج ہیں۔ لیکن ان روافض نے بغیر کسی دلیل کے اس سب کی مخالفت کی ہے۔ بلکہ جہل اور ضلالت سے کام لیا ہے۔ حالانکہ صحیح مسلم میں حضرت امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے۔ جیسا کہ صحیحین میں حضرت علی رضی اللہ عنہ یہ بھی ثابت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے نکاح متعہ سے منع فرمایا ہے۔ لیکن یہ روافض اس کو مباح سمجھتے ہیں۔ اسی طرح یہ آیت کریمہ ہے کہ یہ روافض اس سب کے مخالف ہیں۔ اور نفس امر میں ان کے پاس کوئی صحیح دلیل بھی نہیں۔ وللہ الحمد۔ امام نووی شرح صحیح مسلم: ۳/۱۰۷" میں لکھتے ہیں: ''علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ چہرہ، ہاتھوں اور پیروں کا وضو میں دھونا واجب ہے۔ اور دھونے میں ان کا استیعاب بھی واجب ہے۔ صرف ان روافض نے سب علماء سے الگ راہ پکڑی ہے۔ اور کہتے ہیں کہ پیروں میں واجب مسح ہے۔ یہ ان کی خطا ہے۔ نصوص ان دونوں کے غسل کے وجوب کے بارے بڑی کثرت کے ساتھ ہیں۔ اسی طرح جس جس نے بھی نبی کریم ﷺ کے وضو کو نقل کیا ہے، اس کا اس بات پر اتفاق ہے کہ وضو میں پیروں کا دھونا واجب ہے۔ (محقق)

① درست عبداللہ بن زید بن عاصم ہے۔ یہ مازنی ہیں۔ جنہوں نے وضو کا طریقہ روایت کیا ہے۔ یہ وہ صحابی نہیں جنہوں نے اذان کو روایت کیا ہے۔ وہ عبداللہ بن زید بن عبدربہ بن ثعلبہ الانصاری الخزرجی رضی اللہ عنہ ہیں۔ جیسا کہ "التقریب" میں ہے۔ (محقق)

② درست یہ ہے کہ یہ ابن ابی سفیان رضی اللہ عنہ ہیں۔ یہ اس حدیث کے صحابی ہیں۔ جیسا کہ آگے آرہا ہے۔ (محقق)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ ابنِ عمر رضی اللہ عنہ ① اور حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ ② وغیرہ نے بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کو روایت کیا ہے۔

اور ایک صحیح روایت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ ان ایڑیوں کے لیے (جو وضو میں دھونے سے رہ گئی ہیں) جہنم کی آگ سے ہلاکت ہے۔ ③

سو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے وضو میں دونوں پیروں کو دھونے کے بارے میں قولاً اور فعلاً جو بھی مروی ہے، اس سب کا مجموعہ یقینی اور ضروری علم کا فائدہ دیتا ہے۔ اور جو اس کا انکار کرے گا،

---

① درست یہ ہے کہ یہ عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ ہیں۔ (محقق)

② موزوں پر مسح کرنے کی احادیث حدِ تواتر کو پہنچی ہوئی ہیں۔ رہی حدیث علی رضی اللہ عنہ تو اس کو ابو داؤد: (رقم ۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴) نے اور نسائی (رقم ۹۳، ۹۴، ۹۵) نے روایت کیا ہے۔ یہ حدیث صحیح ہے۔

اور رہی حدیث عثمان رضی اللہ عنہ، تو اس کو بخاری (رقم ۱۵۹) اور مسلم (رقم ۲۲۶) نے روایت کیا ہے۔ اور رہی حدیث ابنِ عباس رضی اللہ عنہ تو اس کو بخاری (رقم ۱۴۰) نے روایت کیا ہے، اور رہی حدیث عبداللہ بن زید بن عاصم، تو اس کو بخاری (رقم ۱۸۵) اور مسلم (رقم ۲۳۵) نے روایت کیا ہے۔ اور رہی حدیث معاویہ رضی اللہ عنہ۔ اور یہ معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ ہیں، جیسا کہ تحفۃ الاشراف: ۴۴۸/۸، حدیث رقم ۱۱۴۴۲ میں ہے، تو اس کو ابو داؤد (رقم ۱۲۴، ۱۲۵) نے روایت کیا ہے۔ اس حدیث کی سند میں ابو الازہر مغیرہ بن فروہ شامی ہے۔ یہ مقبول راوی ہے۔ اور یزید بن ابی مالک نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے حدیث نہیں سنی۔ جیسا کہ "جامع التحصیل" میں ہے۔ اور رہی حضرت مقداد بن معدیکرب رضی اللہ عنہ کی حدیث تو اس کو ابو داؤد (رقم ۱۲۱) اور ابن ماجہ (رقم ۴۴۲) نے روایت کیا ہے۔ اور رہی حدیثِ انس رضی اللہ عنہ تو اس کو ابو داؤد (رقم ۱۷۳) ابن ماجہ (رقم ۶۶۵) نے اور بیہقی نے السنن الکبریٰ: ۷۰/۱ میں روایت کیا ہے۔ یہ "جریر بن حازم عن قتادۃ" کا طریق ہے۔ جریر کی قتادہ سے روایت میں ضعف ہوتا ہے۔ جیسا کہ "تہذیب التہذیب" میں ہے۔ ابو داؤد کہتے ہیں:۔ یہ حدیث معروف نہیں۔ اس کو صرف ابنِ وہب نے روایت کیا ہے۔" لیکن صحیح مسلم: رقم ۲۴۳ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت موجود ہے۔ اور رہی حدیثِ عائشہ رضی اللہ عنہا تو اس کو مسلم (رقم ۲۴۰) نے روایت کیا ہے۔ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث بخاری (رقم ۱۶۵) اور مسلم (رقم ۲۴۲) میں موجود ہے۔ اور رہی حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کی حدیث تو وہ بخاری (رقم ۱۶۳) اور مسلم (رقم ۲۴۱) میں موجود ہے۔ جبکہ حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کو مسلم (رقم ۸۳۲) نے روایت کیا ہے۔ یہ آپ کے اسلام لے آنے کے طویل قصہ میں موجود ہے۔ (محقق)

③ متفق علیہ: عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ وعبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ۔ جبکہ صحیح مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی بھی ہے۔ جیسا کہ اس کی تخریج میں گزرا ہے۔ (محقق)

وہ متواتر کا انکار کرے گا۔ اور منکرِ متواتر کا حال سب جانتے ہیں۔ جس کا کم از کم درجہ یہ ہے کہ ایسا شخص فاسق ہوتا ہے۔ بلکہ ایسے شخص کی نماز باطل ہوتی ہے۔ ایسا شخص روزِ محشر ایسا نمازی بنا کر اٹھایا جائے گا۔ جس کی طہارت غیر شرعی ہوتی تھی۔ واللہ اعلم۔

اور تقریباً پچاس یا اسّی یا اس سے بھی زیادہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے صحیح حدیث کے ساتھ موزوں پر مسح کرنا ثابت ہے۔ ① لہٰذا موزوں پر مسح کے جواز کا منکر بدعتی ہوگا۔

بھلا اس قوم میں کون سی خیر ہو سکتی ہے جو اپنے اس نبی کے متواتر فعل کو ترک کر دے جس کی اتباع زندگی کے ہر کام میں واجب ہوتی ہے۔ سو جس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی، وہ مراد کو پہنچ گیا اور جس نے پیروی نہ کی وہ بھٹک گیا اور پچھڑ گیا۔ اے اللہ! تو ہمیں اپنے نبی کی سنت پر زندہ رکھیو، اور اس کی ملت پر موت دیجیو اور اسی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمرہ میں ہمارا حشر کیجیو۔

25- مطلب: ایک لفظ سے تین طلاقیں دینے کا بیان:

ان روافض کا ایک گمراہ عقیدہ یہ بھی ہے کہ جو شخص ایک لفظ میں تین طلاقیں اکٹھی دے دے تو ایک بھی واقع نہیں ہوتی۔ ②

---

① ابن ابی العز کہتے ہیں:۔ موزوں پر مسح اور پیروں کو دھونے کی سنت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے تواتر کے ساتھ منقول ہے۔ اس سنتِ متواترہ کے مخالف صرف روافض ہی ہیں۔" دیکھیں: شرح الطحاویۃ: ص۳۸٦ للالبانی رحمہ اللہ۔ [میں کہتا ہوں: ایک شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

مما تواتر حدیث من کذب   ومن بنی للّٰہ بیتًا واحتسب

جو احادیث متواتر ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ: ''جس نے مجھ پر جھوٹ بولا''۔ اور ایک یہ ہے کہ ''جس نے اللہ کے لیے ایک گھر (یعنی مسجد کو) بنایا اور اس پر اجر کی امید رکھی۔''

ورؤیة شفاعة والحوض   ومسح خفیض وھذی بعضُ

اور ایک روایتِ شفاعت والی حدیث ہے اور ایک حوضِ کوثر والی حدیث ہے۔ اور ایک موزوں پر مسح کرنے کے بارے میں حدیث ہے۔ اور متواتر احادیث میں سے یہ چند ہیں۔ (محقق)

② دیکھیں: وسیلۃ النجاۃ: ۳۸۱/۲۔ ابوبکر کہتے ہیں: ابنِ حجر حدیث رقم ۵۲۵۹ کی شرح میں کہتے ہیں کہ شیعہ کا قول ہے کہ جب کوئی تینوں طلاقیں اکٹھی دے دے تو کوئی بھی طلاق واقع نہیں ہوتی۔ ابن قیم: زاد المعاد: ۲۴۸/۵ میں ایک کلمہ سے تین طلاق پڑنے کے مسئلہ کے بارے میں کہتے ہیں کہ روافض کا قول ہے کہ کوئی طلاق نہیں پڑتی۔ یہ قول باطل اور دلائل و اجماع کے مخالف ہے۔'' (محقق)

بلاشبہ یہ احادیثِ صحیحہ اور اہلِ اسلام کے اجماع کے خلاف ہے۔ کیونکہ اہلِ اسلام کا اس بات پر اجماع ہے کہ طلاق واقع ضرور ہوجاتی ہے، اختلاف ہے تو طلاق کی تعداد میں ہے کہ ایک ہوتی یا تین واقع ہوتی ہیں۔ ①

ابنِ ماجہ نے شعبی سے روایت کیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے فاطمہ بنتِ قیس سے عرض کیا کہ مجھے اپنی طلاق کا قصہ سنائیے! فرمانے لگیں: ''میرے شوہر نے مجھے تین طلاقیں دے دیں۔ اس وقت وہ یمن کی طرف نکلے ہوئے تھے۔ تو نبی کریم ﷺ نے ان کی اس طلاق کو جائز قرار دیا۔'' ②

بیہقی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اس عورت کو تین طلاقیں دینے کے بارے میں جس نے دخول سے قبل تین طلاقیں دی تھیں، روایت کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''اب یہ عورت اس کے لیے حلال نہیں۔ جب تک کہ اس کے علاوہ اور خاوند سے نکاح نہ کرے۔'' ③

ابنِ عدی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ''جب ایک آدمی ایک ہی مجلس میں اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دے، تو وہ عورت اس سے بائنہ ہوجاتی ہے اور اب اس کے لیے حلال نہ ہوگی، یہاں تک کہ اس کے علاوہ دوسرے خاوند سے نکاح نہ کرلے۔'' ④

---

① قول وہی ہے جیسا کہ شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ ایک ہی مجلس میں تین طلاقیں دینے سے ان کے واقع ہونے میں اختلاف ہے۔ جمہور اس پر ہیں کہ تین طلاقیں واقع ہوجاتی ہیں۔ جبکہ دیگر حضرات کا قول ہے کہ ایک ہی طلاق واقع ہوتی ہے۔ تفصیل مسئلہ کے لیے دیکھیں: زاد المعاد: لابن القیم: ۲۴۸/۵ اور سبل السلام: للصنعانی: ۳/۶/۷۳۔ (محقق)

② سنن ابنِ ماجہ: ۱/ ۶۵۲۔ اس حدیث کی سند میں اسحاق بن ابی فروہ ہے جو متروک ہے، جیسا کہ ''التقریب'' میں ہے۔ (محقق)

③ سنن البیہقی: ۷/ ۳۴۳۔ اس کی سند میں محمد بن سعید الکوفی ہے۔ جس کو دارقطنی نے کذاب کہا ہے۔ جیسا کہ ''المیزان'' میں ہے۔ اس حدیث کا ایک اَور طریق بھی ہے جو ''جعفر بن محمد بن علی عن ابیہ عن علی'' کے طریق سے ہے۔ لیکن یہ طریق معضل ہے، کیونکہ محمد بن علی بن حسین نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو نہیں پایا۔ (محقق)

④ سنن البیہقی: ۷/ ۳۳۹۔ اس کی سند میں ایک راوی مجہول ہے۔ (محقق)

بیہقی نے مسلمہ بن جعفر الاحمسی سے روایت کیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے جعفر بن محمد سے پوچھا کہ "بعض لوگوں کا گمان ہے کہ جس نے جہالت سے تین طلاقیں اکٹھی دے دیں، اس کو سنت کی طرف پھیرا جائے گا۔ یہ لوگ ان تین طلاقوں کو ایک سمجھتے ہیں اور اس بات کو آپ سے روایت کرتے ہیں۔" تو فرمانے لگے کہ: ''اللہ کی پناہ کہ میں نے یہ کہا ہو۔ جس نے تین طلاقیں دیں تو یہ تین ہی ہوئیں۔ ①

یہ اور ان جیسی متعدد اور باتوں کو جان لو کہ یہ جھوٹے روافض ان میں حضرات اہلِ بیت پر جھوٹ بولتے ہیں۔ اور یاد رکھیے کہ اہلِ بیت کا مذہب بھی وہی ہے جو اہلِ سنت والجماعت کا مذہب ہے۔ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی ایک جماعت سے بھی ایسی ہی روایت ہے جو اس مذہب کے موافق ہے۔ (کہ تین طلاقیں تین ہی ہوتی ہیں) اور حسن سے مروی روایت بھی اس کی مؤید ہے۔ ②

سو یہ امامیہ ''سنت'' سے بلکہ ملت سے ہی خارج ہیں جو (دن رات) زنا میں پڑے ہوئے ہیں۔ افسوس کہ ان لوگوں نے شرمگاہوں اور دبر میں کس کثرت کے ساتھ زنا کے دروازے اپنے اوپر کھول رکھے ہیں۔ یہ کس قدر احمق ہے کہ زنا کی اولاد بنے پھرتے ہیں۔ اے بھائیو! اللہ ہمیں اور آپ کو شیطان کے قدموں کے چلنے سے بچائے رکھے۔

---

① سنن البیہقی: ۷/۳۴۰۔ اس حدیث کی سند میں مسلمہ بن جعفر ہے جو مجہول ہے جیسا کہ "المیزان" میں ہے۔ (محقق)

② سنن البیہقی: ۷/۳۳۶۔ المعجم الکبیر للطبرانی: رقم ۲۷۵۷، "تاریخ مدینۃ دمشق: لابن عساکر: ۱۳/۲۵۰۔ حسن بن علی سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد کو سنا، وہ میرے نانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "جب ایک آدمی اپنی بیوی کو حیضوں کے وقت میں تین طلاقیں دے دیتا ہے یا اس کو تین مبہم طلاقیں دیتا ہے، تو اس کے لیے اب وہ عورت حلال نہیں، یہاں تک کہ وہ اس کے علاوہ دوسرے خاوند سے نکاح کر لے۔" یہ حدیث ضعیف ہے۔ اس کی سند میں محمد بن حمید الرازی ہے۔ یہ حافظ اور ضعیف ہے۔ اس کی سند میں سلمہ بن فضل بھی ہے۔ جو ضعیف ہے۔ (محقق)

27- مطلب: تقدیر کی نفی کا بیان:

ان روافض کا ایک گمراہ کن عقیدہ یہ بھی ہے کہ یہ اس بات کے قائل ہیں کہ اللہ نے ازل میں کسی بھی چیز کو مقدر نہیں کیا۔ اور یہ کہ اللہ نے شر کا ارادہ نہیں کیا اور نہ کرے گا۔ ①

صحیح مسلم میں روایت ہے کہ یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب مشرکوں نے تقدیر کے بارے میں جھگڑا کیا۔② ارشاد باری تعالیٰ ہے: (إِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنَاهُ بِقَدَرٍ) (القمر: 49)

"ہم نے ہر چیز کو مقرر اندازہ کے ساتھ پیدا کیا ہے۔"

بعض سادات کا کہنا ہے: "تقدیر اور اس متعلق سو سے زیادہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے احادیث مروی ہیں۔ ③

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ: "ہر امت میں مجوس ہوتے ہیں اور اس امت کے مجوس وہ ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ تقدیر کوئی نہیں۔" ④

---

① الکافی للکلینی: ۱/ ۱۵۵۔ ۱۶۰۔ طبع دار الاضواء۔ (محقق)

② صحیح مسلم: رقم ۲۶۵۶ عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مشرکین نے آکر تقدیر کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جھگڑا کیا تو یہ آیت نازل ہوئی:

(يَوْمَ يُسْحَبُونَ فِي النَّارِ عَلَىٰ وُجُوهِهِمْ ذُوقُوا مَسَّ سَقَرَ O إِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنَاهُ بِقَدَرٍ) (القمر: 48-49)

"اس روز منہ کے بل دوزخ میں گھسیٹے جائیں گے۔ اب آگ کا مزا چکھو۔ ہم نے ہر چیز کو مقرر اندازہ کے ساتھ پیدا کیا ہے)۔ (محقق)

③ ہمارے شیخ مقبل رحمہ اللہ نے اپنی قیمتی کتاب "الجامع الصحیح فی القدر" میں روافض وغیرہ اہلِ بدعت واھواء کا جو تقدیر کے منکر ہیں، بھرپور رد کیا ہے۔ (محقق)

④ سنن ابی داؤد: ۴۶۹۲ عن حذیفۃ رضی اللہ عنہ، مسند احمد: ۵۵۸۴ عن ابنِ عمر رضی اللہ عنہ، سنن البیہقی: ۱۰/ ۲۰۳ عن حذیفۃ رضی اللہ عنہ۔ اس کی سند میں عبداللہ مولی غفرہ ہے جو ضعیف ہے۔ جیسا کہ "التقریب" میں ہے۔ اور اس میں ایک راوی مجہول ہے۔ ابنِ جوزی نے "العلل المتناہیۃ: رقم ۲۲۷" میں لکھا ہے کہ یہ صحیح نہیں۔

یہ حدیث ابو داؤد (رقم: ۴۶۹۱) حاکم (رقم ۲۸۶) بیہقی (۱۰/ ۲۰۳) نے "ابو حازم عن ابنِ عمر" کے طریق سے روایت کی ہے۔ اس کے الفاظ یہ ہیں: "قدریہ اس امت کے مجوس ہیں۔" یہ روایت منقطع ہے۔ اور ابو حازم یہ سلمہ بن دینار ہے جس نے حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے حدیث نہیں سنی۔ جیسا کہ تحفۃ الاشراف: حدیث رقم ۷۰۸۸ میں ان کے ترجمہ میں مذکور ہے۔ جیسا کہ "تہذیب التہذیب" میں ہے۔ (محقق)

اس تفصیل کو پڑھ لینے کے بعد اس بات جان لیجیے کہ رب تعالیٰ اشیاء کو ان کے وجود میں آنے سے پہلے ہی اجمالاً اور تفصیلاً کلیۃً اور جزئیۃً ہر دونوں طرح سے جانتا ہے۔ اور ان سے متعلق ہر چیز کو بھی جانتا ہے۔ اور ازل سے ہی ہر چیز کا ایک اندازہ مقرر کر دیا ہے۔ سو اس میں نہ اب اضافہ ہوگا اور نہ کمی۔ نہ وہ متقدم ہوگی اور نہ مؤخر۔ اور یہ بھی جان لو کہ کوئی شی بھی اللہ کے ارادہ اور مشیئت کے بغیر وجود میں نہیں آسکتی۔ اور اللہ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔ جو شی اللہ نے مقدر کر دی ہے وہ ہو جائے گی۔ اور جس چیز کو چاہا، وہ ہوئی۔ اور جس چیز کو نہ چاہا وہ نہ ہوئی۔ یہ بات عقلِ بداہت اور نقلِ متواتر سے ثابت ہے اور یقینی طور پر معلوم ہے۔ سو جو شخص اس بدیہی امر اور ثابتِ متواتر کا انکار کرے گا تو کافر چاہے نہ بھی بنے، لیکن کم از کم فاسق ضرور بنے گا۔

28- مطلب: روافض کی یہود سے مشابہت کا بیان:

روافض کی بداطواریوں میں سے یہی ایک امر بس ہے کہ یہ یہود کے بڑے مشابہ ہیں۔ ذیل میں ان کی یہود سے چند مشابہتوں کی ذکر کیا جاتا ہے:۔

۱۔ روافض کی یہود کے ساتھ ایک مشابہت یہ ہے کہ اُن مردودوں نے سیدہ مریم طاہرہ عفیفہ طیبہ علیہا السلام پر بدکاری کی تہمت لگائی، تو ان بدبخت روافض نے زوجۂ رسول سیدہ طاہرہ طیبہ صدیقہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر وہ بہتان لگایا جس سے وہ بری تھیں۔ اور اسی بنا پر ان روافض کا ایمان سلب کر لیا گیا۔

۲۔ یہود نے یہ کہا کہ دینا بنتِ یعقوب علیہ السلام گھر سے نکلی۔ اس وقت وہ کنواری تھیں۔ لیکن رستے میں ایک آدمی نے ان سے ان کی بکارت چھین لی۔ (یعنی ان سے جبری زنا کر لیا) تو ادھر یہ بدبخت روافض بھی کہتے ہیں کہ جنابِ عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ان کی لختِ جگر سیدہ ام کلثوم بنتِ فاطمہ رضی اللہ عنہا جبری قبضہ کر لی۔ (اور ان سے زنا کیا)۔

۳۔ یہ روافض تاج پہنتے ہیں جو یہود کا لباس ہے۔

۴۔ روافض داڑھیاں کاٹ کر چھوٹی کرتے ہیں یا پھر بالکل منڈوا ہی دیتے ہیں یا پھر مونچھیں بہت بڑھاتے ہیں۔ یہ سب ان کے کفار بھائیوں یہود کا شیوہ ہے۔

۵۔ یہود کو ان کے گناہوں کی پاداش میں مسخ کرکے بندر اور خنزیر بنایا گیا۔① یہ بات منقول ہے کہ مدینہ منورہ اور دیگر بلاد اسلامیہ میں بعض روافض بھی مسخ کرکے بندر اور خنزیر بنادیے گئے۔ اور ایک قول تو یہ بھی ہے کہ موت کے وقت ان روافض کی صورتیں مسخ ہوجاتی ہیں۔ واللہ اعلم۔②

۶۔ روافض نہ جمعہ پڑھتے ہیں اور نہ باجماعت نمازیں۔③ اسی طرح یہود بھی اپنی نماز میں اکیلے ادا کرتے ہیں۔

۷۔ یہ روافض امام کے پیچھے نماز میں آمین نہیں کہتے (نہ سراً اور نہ جہراً)۔ کیونکہ ان کے گمان میں آمین کہنے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے۔

۸۔ یہ آپس میں ایک دوسرے کو سلام نہیں کہتے۔ اور جب دوسروں کو سلام کہتے ہیں تو سنت کے برعکس کہتے ہیں۔

۹۔ یہ لوگ بغیر لفظِ سلام کے نماز کو ختم کرتے ہیں۔ اور کسی بھی فعل سے نماز کو ختم کردیتے ہیں (جیسے اٹھ کھڑے ہونا) سو یہ بغیر سلام کہے نماز سے باہر آتے ہیں۔ اور سلام کہنے کی بجائے ہاتھ اٹھا کر اپنی رانوں پر مارتے ہیں۔ جیسے سرکش گھوڑے اپنی دُمیں جُھلاتے ہیں۔

۱۰۔ روافض کو مسلمانوں سے سخت نفرت و عدوات اور بغض و کینہ ہے۔ ایسے ہی یہود بھی

① دیکھیں: منهاج السنة لابن تیمیہ رحمہ اللہ: ۱/ ۴۸۵۔ (محقق)

② بندہ عاجز مترجم محمد آصف نسیم ایسے چند عبرت ناک واقعات کا چشم دید گواہ بھی ہے۔

③ مکتبۃ الرشید کے نسخہ میں یہاں "مطلب: ترکھم الجماعة والجماعات" کا عنوان ہے، جس کی بظاہر کوئی وجہ نہیں۔ (محقق)

ہیں۔جن کے بارے میں رب تعالیٰ نے یہ خبر دی ہے:

(لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الْيَهُوْدَ) (المائدہ: 82)

"(اے پیغمبر!) تم دیکھو گے کہ مومنوں کے ساتھ سب سے زیادہ دشمنی کرنے والے یہودی (اور مشرک) ہیں۔"

اسی طرح یہ روافض بھی اہلِ سنت والجماعت کے سب سے زیادہ دشمن ہیں۔اور تو اور یہ پلید روافض اہلِ سنت کو نجاست سمجھتے اور شمار کرتے ہیں۔اس باب میں روافض ہوبہو یہود کے مشابہ ہیں۔جس شخص کی ان روافض کے ساتھ اٹھک بیٹھک اور نشت و برخاست ہے، وہ ان کے دلوں میں بھری اس نفرت وعداوت کے وجود سے انکار نہیں کرسکتا۔

۱۱۔ یہ روافض بھتیجی پر اس کی پھوپی کو سوکن بنالیتے ہیں اور بھانجی اور خالہ کو بھی نکاح میں اکٹھا کرلیتے ہیں۔ایسا کرنے میں یہ بالکل یہود کے مشابہ ہیں کہ شرعِ یعقوب میں یہ یہود دو بہنوں کو ایک نکاح میں جمع کرلیا کرتے تھے۔

۱۲۔ روافض لوگ یہ کہا کرتے ہیں کہ امت میں جو بھی روافض کے علاوہ ہیں، وہ جہنم میں جائیں گے اور جنت میں داخل نہ ہوں گے بلکہ ہمیشہ کے لیے جہنم میں پڑے رہیں گے۔ایسا ہی تو یہود و نصاریٰ بھی کہا کرتے تھے۔

(لَنْ يَّدْخُلَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ كَانَ هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى) (البقرہ: 111)

"(اور یہودی اور عیسائی کہتے ہیں کہ) یہودیوں اور عیسائیوں کے سوا کوئی جنت میں داخل نہ ہوگا۔"

۱۳۔ یہ لوگ بھی یہود و نصاریٰ کی طرح حیوانی صورتیں بہت بناتے ہیں۔ ذی روح کی تصویریں بنانے پر شدید وعید آئی ہے۔صحیح بخاری وغیرہ میں نبی کریم ﷺ کا ارشاد

ہے: "تصویریں بنانے والوں پر اللہ کی لعنت ہو۔"①

اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''بے شک روزِ قیامت رب تعالیٰ مصور کو اس بات کا مکلف بنائیں گے کہ جو تصویر اس نے بنائی ہے، اس میں روح پھونکے، پر وہ (اس میں روح) نہ پھونک سکے گا۔ اور فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کسی ذی روح کی تصویر ہو۔''②

۱۴۔ ان لوگوں نے اپنے ائمہ کو بے یار و مددگار چھوڑ دیا، جیسا کہ انہوں نے جنابِ علی رضی اللہ عنہ جنابِ حسین رضی اللہ عنہ اور جنابِ زید رضی اللہ عنہ ③ وغیرہ کو بے آسرا چھوڑ دیا تھا۔

---

① صحیح بخاری: رقم ۵۳۴۷ عن ابی جحیفۃ رضی اللہ عنہ۔ حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے لعنت فرمائی گودنے والی اور گودوانے والی پر، سود کھانے والے اور سود کھلانے والے پر، اور منع فرمایا کتے کی قیمت سے اور رنڈی کی کمائی سے، اور لعنت فرمائی مصوروں پر۔

② صحیح بخاری: رقم ۵۹۶۳، صحیح مسلم: ۲۱۱، عن ابن عباس رضی اللہ عنہ۔ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:۔ "میں نے حضرت محمد ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ ''جس نے دنیا میں کوئی صورت بنائی اسے روزِ قیامت اس بات کا مکلف بنایا جائے گا کہ اس میں روح پھونکے۔ پر وہ نہ پھونک سکے گا۔" صحیح بخاری: رقم ۵۹۶۱ میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت کے یہ الفاظ ہیں: "ان تصویر بنانے والوں کو روز قیامت عذاب دیا جائے گا۔ اور انہیں کہا جائے گا کہ جو تم نے صورت بنائی تھی، اب اس (میں روح پھونک کر اس) کو زندہ کر دکھاؤ۔" اور فرمایا: "جس گھر میں صورتیں ہوں، فرشتے اس گھر میں نہیں داخل ہوتے۔" صحیح مسلم: رقم ۲۱۱۲ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "فرشتے ایسے گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں مورتیاں یا تصویریں ہوں۔"

③ عبدالقاہر بن طاہر البغدادی "الفرق بین الفرق": ص ۳۷ میں کہتے ہیں: ''کوفہ کے روافض غدر اور بخل میں مشہور تھے۔ ان کے بارے ضرب المثل بن گئی ہوئی تھی کہ "فلاں تو کوفیوں سے بھی بڑا بخیل ہے، اور فلاں تو کوفیوں سے بھی بڑا غدار ہے۔" کوفیوں کی غداری کے بارے تین باتیں زیادہ مشہور ہیں:۔

۱۔ ایک یہ کہ جنابِ علی رضی اللہ عنہ کے قتل کے بعد انہوں نے آپ کے بیٹے جنابِ حسن رضی اللہ عنہ کی بیعت کی۔ لیکن جب آپ ساباطِ مدائن میں جنابِ معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ قتال کو بڑھے تو سنان جعفی نے آپ کے پہلو میں نیزا مار دیا اور آپ اپنے گھوڑے سے گر پڑے۔ یہ ان کی غداری تھی۔ اور یہی فعل آپ کے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ صلح کرنے کا ایک سبب بھی بن گیا۔

۲۔ دوسری یہ کہ: ان لوگوں نے خطوط لکھ لکھ کر جنابِ حسین رضی اللہ عنہ کو کوفہ آنے کی دعوت دی' تا کہ جنابِ یزید بن معاویہ کے خلاف آپ کی مدد کریں۔ آپ ان پر دھوکہ کھا گئے اور نکل کھڑے ہوئے۔ لیکن **(بقیہ اگلے صفحہ پر)**

اللہ ان کا ستیاناس کرے کہ ایک طرف تو یہ روافض اہلِ بیت کی مدد ونصرت کے بلند بانگ دعوے کرتے ہیں، جبکہ دوسری طرف ان کی مدد ونصرت کرنے کے معاملہ میں سب سے بزدل ہیں۔ ان یہود نے بھی جنابِ موسیٰ علیہ السلام سے یہی کہا تھا:۔

﴿فَاذْهَبْ اَنْتَ وَ رَبُّكَ فَقَاتِلَآ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ﴾ (المائدہ: 24)

"سوتم اورتمہارا رب جاؤ اور (دشمنوں سے) لڑلو۔ ہم تو یہیں بیٹھے رہیں گے۔"

۱۵۔ روافض کی یہود کے ساتھ ایک مشابہت یہ ہے کہ یہود بھی مسخ کیے گئے۔ چنانچہ ایک روایت میں ہے: "اگر (میری امت میں بھی) دھنسا دیا جانا اور مسخ کردیا جانا ہوگا تو ان تقدیر کے جھٹلانے والوں میں ہوگا۔" ①

سو یہ روافض بھی اس باب میں تقدیر کی تکذیب کرتے ہیں۔ بلادِ عجم میں ایسا بارہا ہو چکا ہے کہ ان کی متعدد بستیوں کو دھنسا دیا گیا۔

۱۶۔ ایک یہ کہ ان یہود پر ذلت اور محتاجی کو چسپاں کردیا گیا ہے۔ چاہے یہ جہاں بھی

(بقیہ پچھلے صفحہ کا) جب کربلاء پہنچے تو ان کوفیوں نے آپ کے ساتھ غداری کی۔ اور عبیداللہ بن زیادہ کے ساتھ ایک ہوگئے یہاں تک کہ جنابِ حسین رضی اللہ عنہ اور آپ کے کنبہ کے اکثر لوگ میدانِ کربلا میں شہید کردیے گئے۔

۳۔ تیسری یہ کہ پہلے یہ لوگ جناب زید بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ساتھ یوسف بن عمر کے خلاف نکلے، لیکن بعد میں ان کے ساتھ غداری کی اور بیعت توڑ دی پھر جب جنگ شدت اختیار کرگئی تو آپ کو دشمنوں کے حوالے کردیا اور آپ شہید ہوگئے۔

اس کی تفصیل کے لیے دیکھیں: البدایۃ والنہایۃ: ۷/ ۲۷۴، ۲۸۰۔ اس میں جنابِ علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ غداری کی تفصیل ہے۔ اور دیکھیں: البدایۃ: ۸/ ۱۴۹۔ اور ذھبی کی "سیر اعلام النبلاء": ۳/ ۲۸۰ کہ اس میں جنابِ حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ غداری کی تفصیل ہے۔ اور البدایۃ: ۹/ ۲۷۳، اور السیر: ۵/ ۳۸۹ کہ اس میں جنابِ زید رضی اللہ عنہ کے ساتھ غداری کی تفصیل ہے۔ (محقق)

① حدیث کے الفاظ یہ ہیں: "میری امت میں (بھی) دھنسا دیا جانا اور مسخ کردیا جانا ہوگا۔ اور یہ تقدیر کی تکذیب کرنے والوں میں ہوگا۔

دیکھیں: سنن الترمذی: رقم ۲۱۵۸، مسند احمد: رقم ۵۸۶۷، سنن ابن ماجہ: رقم ۴۰۶۱۔ یہ حدیث معلل ہے۔ کیونکہ حمید بن زیاد ابوصخر پر انکار کیا گیا ہے۔ جیسا کہ "تہذیب التہذیب" میں ان کے ترجمہ میں ہے۔ (محقق)

ہوں۔ اسی طرح ان روافض کا بھی حال ہے۔ ان پر ذلت کو مسلط کر دیا گیا ہے اور خوف اور محتاجی کی شدت سے یہ صرف تقیہ کر کے ہی جیتے ہیں۔

۱۷۔ ایک یہ کہ یہ یہود چند تحریریں اپنے ہاتھوں سے لکھتے ہیں، پھر کہتے ہیں کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے۔ ایسے ہی یہ روافض بھی ہیں کہ ایک جھوٹ خود لکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اللہ کی طرف سے ہے اور یہ اس کا کلام ہے۔ بے شک یہ اللہ پر اس کے رسول ﷺ پر اور اس کے اہلِ بیت پر جھوٹ افتراء کرتے ہیں۔

29- مطلب: روافض کی نصاریٰ سے مشابہت کا بیان:

۱۔ نصاریٰ سے ان کی ایک مشابہت یہ ہے کہ وہ جنابِ مسیح علیہ السلام کی پوجا کرتے ہیں۔ اسی طرح یہ غالی روافض ہیں جو جنابِ علی اور ان کے اہلِ کی عبادت کرتے ہیں۔

۲۔ ان نصاریٰ نے جنابِ عیسیٰ علیہ السلام کی ذات میں بے حد مبالغہ کیا۔ تو ان روافض نے بھی اہلِ بیت میں مبالغہ کو آخری حد تک پہنچایا اور انہیں انبیاء کرام علیہم السلام کے برابر کر کے دم لیا۔

۳۔ نصاریٰ عورتوں سے ان کی دبر میں بھی جماع کرتے ہیں اور حالتِ حیض میں بھی۔ ایسے ہی یہ روافض بھی ہیں۔

۴۔ اور یہ بھی کہ یہ روافض نصاریٰ کے جیسے لباس پہنتے ہیں۔

30- مطلب: روافض کی مجوس کے ساتھ مشابہت کا بیان:

۱۔ مجوس کے ساتھ روافض کی مشابہت یوں ہے کہ مجوس دو ''اِلہٰ'' کے قائل ہیں: نور اور ظلمت۔ جبکہ یہ روافض کہتے ہیں کہ دو خالق ہیں۔ ایک خیر کا، اور دوسرا شر کا۔ اور شر کا خالق شیطان ہے۔

۲۔ مجوس بھی محارم سے نکاح کر لیتے ہیں تو یہ غالی شیعہ بھی ایسا کر لیتے ہیں۔

۳۔ مجوس تناسخ کے قائل ① ہیں تو یہ روافض بھی تناسخ کے قائل ہیں۔ ②

31- مطلب: روافض کا عاشوراء کے دن کو ماتم کرنا: ③

ان روافض کی قباحتوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ یہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے دن کو ماتم اور سوگ کا دن بناتے ہیں۔ سو اس دن یہ لوگ زینت و آرائش ترک کر دیتے ہیں، بے پناہ غم و افسوس کا اظہار کرتے ہیں۔ نوحہ و گریبان کرنے والی عورتیں اکٹھی کرتے ہیں۔ جو خوب روتی دھوتی ہیں۔ پھر یہ لوگ قبرِ حسین کی شبیہ ④ بناتے ہیں اور اس کو لے کر گلی گلی گھومتے ہیں اور یا حسین یا حسین کے نعرے لگاتے ہیں۔ غرض اس نوع کے متعدد حرام کام کرنے میں حد سے گزر جاتے ہیں۔

یہ سب بدعت ہے۔ رہا ترکِ زینت، تو یہ وہ سوگ منانا ہے۔ جس کو اللہ کے رسول نے حرام کر دیا ہے۔ جیسا کہ ایک صحیح حدیث میں وارد ہے۔ ⑤ اور رہا گریہ و نوحہ تو یہ جاہلیت کے بڑے منکرات میں سے ہے۔ غرض ان لوگوں کے ان افعال پر جو منکرات اور محرمات مرتب ہوتے ہیں وہ حدِ شمار سے باہر ہیں۔

یہ سب کا سب بدعت اور منکر ہے۔ اس کا کرنے والا، اس پر راضی، اس کا معاون وہ

---

① تناسخ: یہ عقیدہ رکھنا کہ ارواح ایک جسم سے دوسرے جسموں میں منتقل ہوتی رہتی ہیں "المعجم الوسیط"۔ (محقق)

② جو شخص اس بات کی تفصیل جاننا چاہے کہ یہ روافض یہود کے بلکہ سب کافروں کے کس قدر مشابہ ہیں، وہ ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ کی، منہاج السنۃ: ۱/۲۲۔۳۸، اور ہمارے شیخ رحمہ اللہ الوادعی رحمہ اللہ کی "الحاد الخمینی فی ارض الحرمین: ص ۱۵۵، اور ہمارے فاضل دوست الشیخ عبدالرقیب الصلابی کی "صدی الزلزال فی مشابهة الرافضة الیهود والنصاریٰ الضلال" کا مطالعہ کرے۔ (محقق)

③ یہ باب ہم نے قائم کیا ہے۔ الرشید کے نسخہ میں نہیں۔ (محقق)

④ مراد تعزیہ بنانا ہے۔ نسیم

⑤ صحیح بخاری: ۵۳۳۴، صحیح مسلم: ۱۴۸۶ عن ام حبیبة رضی اللہ عنہا۔ سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو منبر پر یہ فرماتے سنا ہے: ''جو عورت بھی اللہ اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتی ہو، اس کے لیے جائز نہیں کہ وہ کسی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ کرے سوائے شوہر کے چار ماہ دس دن تک۔''

مددگار اس میں اجرت پر کام کرنے والا، سب اس بدعت میں شریک تصور ہوں گے۔ سو ہر مؤمن پر لازم ہے کہ وہ ان بدعتیوں کو ان بری بدعات سے منع کریں۔ اور جو خالص اللہ کے لیے ان بدعات کے بطلان کے لیے کوشش کرے گا اللہ سے امید ہے کہ وہ اس کو بہت بڑا ثواب دے گا۔

شیخ ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ حنبلی حرانی رحمہ اللہ فرماتے ① ہیں: ''جان لے! اللہ مجھے اور تجھے توفیق سے نوازے کہ جنابِ حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کا واقعہ دس محرم کو جو پیش آیا، یہ رب تعالیٰ کی طرف سے وہ عزت افزائی تھی۔ جس سے اس نے آپ کو نوازا۔ یہ عطائے مزید تھی اور رب کے حضور آپ کے درجات کی بلندی تھی۔ اس کے ذریعے رب تعالیٰ نے آپ کو اپنے اہلِ بیت طاہرین کے مرتبہ تک جاملایا۔ اور اس لیے بھی کہ اس کے ذریعے آپ پر ظلم و اعتداء کرنے والوں کو ذلیل و رسوا کرے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جب یہ پوچھا گیا کہ سب سے زیادہ ابتلاء کن کو پیش آتا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''انبیاء، پھر نیکوکار بندے، پھر جو اُن جیسا ہو اور پھر جو اُن جیسا ہو۔ آدمی کو اس کے دین کے بقدر ابتلاء پیش آیا کرتا ہے۔ سو اگر تو اس کے دین میں پختگی ہو تو اس کا ابتلاء بڑھا دیا جاتا ہے۔ اور اگر اس کے دین میں کمزوری ہو تو اس کے ابتلاء کو ہلکا کر دیا جاتا ہے۔ بندہ مومن کو یہ ابتلاءات پیش آتے رہتے ہیں، یہاں تک وہ زمین پر اس حالت میں چلتا پھرتا ہے کہ اس کی کوئی خطا نہیں رہ گئی ہوتی۔'' ②

ایک مومن عاشوراء کا دن آنے پر جب حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو پیش آنے والے مصائب و بلایا کو یاد کرتا ہے تو انا للّٰہ وانا الیہ راجعون پڑھتا ہے۔ جیسا کہ رب تعالیٰ نے مصیبت کے وقت ایسا کرنے کا حکم دیا ہے، تاکہ وہ اس اجر کو اکٹھا کرے، جس کا وعدہ اس

① دیکھیں: مجموع الفتاویٰ: ۲۵/ ۳۰۲، ۳۰۷، ۳۰۸۔ (محقق)

② سنن ترمذی: ۲۴۰۳، سنن ابنِ ماجہ: ۴۰۲۳، سنن دارمی: ۲۶۸۱ عن سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ (محقق)

ارشاد باری تعالیٰ میں کیا گیا ہے:

(أُولَٰٓئِكَ عَلَيۡهِمۡ صَلَوَٰتٞ مِّن رَّبِّهِمۡ وَرَحۡمَةٞۖ وَأُولَٰٓئِكَ هُمُ ٱلۡمُهۡتَدُونَ)(البقرہ: 157)

"یہی لوگ ہیں۔ جن پر ان کے پروردگار کی مہربانی اور رحمت ہے اور یہی سیدھے رستے پر ہیں۔"

اور وہ آزمائش پر ملنے والے ثمرہ وانعام کو ملحوظ رکھتا ہے، اور اس کے سامنے وہ سب کچھ ہوتا ہے جو رب تعالیٰ نے صبر کرنے والوں کے لیے تیار کر رکھا ہے، کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

(إِنَّمَا يُوَفَّى ٱلصَّٰبِرُونَ أَجۡرَهُم بِغَيۡرِ حِسَابٖ)(الزمر: 10)

"بے شک جو صبر کرنے والے ہیں، ان کو بے شمار ثواب ملے گا۔"

اور وہ مؤمن اس بات کی شہادت دیتا ہے اور اس بات کا مشاہدہ کرتا ہے کہ یہ ابتلاء اس ذات کی طرف سے ہے جس نے یہ مصیبت بھیجی ہے۔ یوں اس وجدانی رؤیت سے اس آزمائش کی تلخی اور اس کی صعوبت جاتی رہتی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:۔

(وَٱصۡبِرۡ لِحُكۡمِ رَبِّكَ فَإِنَّكَ بِأَعۡيُنِنَا)(الطور: 48)

"اور تم اپنے پروردگار حکم کے انتظار میں صبر کیے رہو۔ تم تو ہماری آنکھوں کے سامنے ہو۔"

ایک بدمعاش سے کسی نے پوچھا کہ "(جب تم کسی جرم کی پاداش میں جیل جاتے ہو اور تمہیں سزا ملتی ہے تو) یہ مار پٹائی تمہیں ہلکی لگتی ہے" تو بولا: جب ہم اس کے سامنے ہوتے ہیں۔ جو ہمیں محبوب ہو تو مصیبت راحت، جفا وفا اور مشقت نعمت لگتی ہے۔"

سو ایک دانش مند ایسے وقت میں ایسی ہی بات کو یاد کرتا ہے۔ اور دنیا کی جو مشکلات اور مصائب جو اسے پیش آتے ہیں اس سے وہ سب اس کی نگاہوں میں ہلکا ہو جاتا ہے۔ اور اس صبر کے ذریعے وہ سر پر ٹوٹنے والی مصیبت میں تسلی اور دل جوئی کو پاتا ہے۔ اور اس دن وہ حسبِ توفیق الٰہی ان نیکیوں اور فرمانبرداریوں میں لگ جاتا ہے جن کی نبی کریم ﷺ نے

عاشوراء کے دن ترغیب دی ہے۔ سو ان سب باتوں کے ذریعے وہ اپنا وقت قسم ہا قسم کی ان نیکیوں میں خرچ کرتا ہے جن سے امید ہے کہ وہ محبینِ اہلِ بیت میں شمار کیا جائے۔ چنانچہ ایک مومن عاشوراء کے دن بے جا کے حزن و ملال، رنج وغم، گریہ و بکاء اور جاہلوں کے جیسے نوحہ کرنے میں نہیں مشغول ہوتا۔ کیونکہ یہ سب باتیں اہلِ بیتِ نبوی کے اخلاق میں سے نہیں۔ اور یہ نہ باتیں ان کا طریقہ ہیں۔ اگر یہ سب باتیں اہلِ بیتِ نبوی کا طریقہ ہوتیں تو امت یہ سب باتیں نبی کریم ﷺ کی وفات کے دن اختیار کرتی۔ اور ہر سال نبی کریم ﷺ کی وفات کا ماتم مناتی۔ بلاشبہ یہ سب باتیں اغوائے شیطانی سے ہیں کہ وہ ان باتوں کو مزین کر کے دکھاتا ہے۔''

ان سب باتوں کو ذکر کرنے کے بعد شیخ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:[1] یہ دن جیسا کہ بعض دوسرے لوگوں کے لیے اپنے فعل میں ان کے معارضہ کے طور پر مزین کر دیا گیا ہے، چنانچہ وہ اس دن عید مناتے ہیں، خوشی کا اظہار کرتے ہیں، یا تو اس لیے کہ وہ لوگ ناصبی ہوتے ہیں اور جنابِ حسین رضی اللہ عنہ سے تعصب رکھتے ہیں اور انہیں اہلِ بیت سے کینہ ہوتا ہے۔ یا پھر یہ وہ جاہل لوگ ہوتے ہیں جو فساد کا مقابلہ بھی فساد سے کرتے ہیں اور شر کو شر سے اور بدعت کو بدعت سے مٹانے کی کوشش کرتے ہیں۔ چنانچہ یہ لوگ خضاب لگاتے ہیں، نیا لباس پہنتے ہیں، سرمہ لگاتے ہیں، مال خرچ کرتے ہیں، کھانے پکاتے ہیں اور خلافِ عادت غلے بانٹتے ہیں۔ اور یہ سب زیب و زینت اور خوشی خلافِ عادت کرتے ہیں اور اس عاشوراء کے دن ہر وہ کام کرتے ہیں جو عیدوں کے دنوں میں کیا جاتا ہے۔ اور یہ سب سنت اور عادت سمجھ کر کرتے ہیں۔ حالانکہ سنت تو یہ سب ترک کرنا ہے۔ کیونکہ اس بارے کوئی مستند بات مروی نہیں۔ اور نہ کوئی صحیح بات ہی مروی ہے کہ جس کی طرف رجوع کیا جائے۔

آگے چل کر فرماتے ہیں: ''سو یہ لوگ اپنی جہالت کی وجہ سے عاشوراء کے دن کو گویا

---

[1] دیکھیں: مجموع الفتاویٰ: ۲۵/۳۰۹، ۳۱۰۔ (محقق)

کہ عید کا دن بنا لیتے ہیں اور خوشیاں منانے کا دن بناتے ہیں۔ ان کے بالمقابل دوسرے یعنی روافض، تو انہوں نے عاشوراء کو غم واندوہ اور رونے دھونے کا دن بنایا ہوا ہے۔ بے شک یہ دونوں ٹولے ہی خطا پر ہیں اور سنت سے نکلے ہوئے ہیں اور انہوں نے خود کو حرام کاموں پر پیش کر دیا ہوا ہے۔''

ابنِ قیم فرماتے ① ہیں: ''رہیں وہ احادیث جن میں عاشوراء کے دن سرمہ لگانے، تیل لگانے اور خوشبو لگانے کا ذکر ہے، تو یہ کذابوں کی گھڑی احادیث ہیں۔ جبکہ ان کے بالمقابل دوسرے لوگوں نے اس دن کو غم وافسوس اور حزن وملال منانے کا دن بنالیا ہوا ہے۔ یہ دونوں ٹولے بدعتی اور سنت سے خارج ہیں۔''

اور رہی ان روافض کے بارے میں بیان کی جانے والی یہ بات کہ یہ لوگ اس دن حلال جانوروں کا گوشت اس وقت تک نہیں کھاتے جب تک کہ شہادتِ حسین رضی اللہ عنہ کا واقعہ نہ پڑھ لیں، تو یہ ان لوگوں جہالت اور ٹھٹھوں میں سے ہے۔ اس کے ابطال کے لیے کسی دلیل کی ضرورت نہیں۔ ہمیں اللہ کافی ہے اور وہ بہترین مددگار ہے۔

اس جماعت کی قباحتیں اس قدر ہیں کہ حدِ بیان سے باہر ہیں۔ ان لوگوں کی رسوائیاں اس قدر مشہور ہیں کہ ان کو مزید رسواء کرنے کی حاجت نہیں۔ چنانچہ ان کے کھوٹے مذہب اور فاسد قول کو بیان کرنے کے لیے اس قدر تفصیل کافی ہے۔

32- مطلب: خاتمہ کا بیان: اللہ ہمیں حسنِ خاتمہ کی توفیق نصیب فرمائے:

خاتمہ: ''المطالب العالیۃ'' میں نوف بکالی سے مروی ہے کہ جنابِ علی رضی اللہ عنہ ایک دن مسجد کی طرف نکلے تو جندب بن نصیر، ربیع بن خُثیم اور اس کا بھتیجا ہمام بن خُثیم آپ کے سامنے آ گئے۔ یہ عبادت گزاروں کا اور اصحابِ برانس کا ٹولہ تھا۔ سو جناب علی رضی اللہ عنہ چند لوگوں کے پاس پہنچے۔ جبکہ یہ لوگ بھی آپ کے ساتھ تھے۔ وہ لوگ جلدی سے استقبال کو لپکے اور سلام

① المنار المنیف: ص ۸۹۔ دار العاصمۃ۔ (محقق)

عرض کیا۔ پھر پوچھا: تم لوگ کون ہو؟ بولے: اے امیر المؤمنین! ہم آپ کے شیعہ میں سے ہیں۔ تو آپ نے انہیں خیر کی بات کہی اور پھر فرمایا: ”کیا بات ہے کہ میں تم لوگوں میں اپنے شیعہ کی علامت اور اپنے چاہتے والوں کا حلیہ نہیں پاتا۔“ وہ لوگ مارے شرم کے سمٹ گئے تو جندب اور ربیع آگے بڑھے اور عرض کیا۔ اے امیر المؤمنین! آپ کے شیعہ کی علامت کیا ہے؟ آپ خاموش رہے۔ اس پر ہمام کھڑا ہوا۔ وہ بڑا عبادت گزار اور مجاہدہ کرنے والا آدمی تھا۔ کہنے لگا: میں آپ سے اس ذات کے واسطے پوچھتا ہوں جس نے تم اہلِ بیت کو عزت بخش اور تم لوگوں کو خاص کیا اور چن لیا کہ آپ ہمیں ضرور بتائیے کہ آپ کے شیعہ کی علامت کیا ہے۔

آپ نے فرمایا: ”میں تم سب لوگوں کو بتلاتا ہوں۔ پھر آپ نے ہمام کے کندھے پر اپنا ہاتھ رکھ کر فرمایا:

”تمہارے شیعہ وہ ہیں جو عارف باللہ، اور اللہ کے اوامر پر عمل کرنے والے ہوں۔ فضائل کی اور درست بات کرتے ہوں۔ ان کا کھانا بقدرِ سدِ رمق ہو۔ لباس درمیانہ ہو۔ ان کے اخلاق اللہ کی طاعت کے ساتھ تواضع ہو۔ اور اس کی عبادت کر کے اس کے آگے جھکتے ہوں۔ اللہ نے جو چیزیں ان پر حرام کی ہیں ان سے نظریں جھکا کر چلتے ہوں۔ ان کے کان دین کی باتوں کے علم پر دھرے ہوتے ہیں۔ مصیبتوں میں بھی اللہ کے حضور یوں پورا اترتے ہیں۔ جیسے راحتوں میں پورا اترتے ہیں۔ اللہ کی قضا پر راضی رہتے ہیں۔ اگر موت کا وقت مقرر نہ ہوتا تو رب سے ملنے کے اشتیاق میں اور اس کے اجر کے شوق اور دردناک عذاب کے خوف سے ان کی روحیں کبھی پلک جھپکنے کے بقدر بھی اپنے جسموں میں نہ ٹھہرتیں۔ ان کے نزدیک ان کا خالق سب سے بڑا ہوتا ہے، جبکہ اس کے سوا سب حقیر ہوتے ہیں۔ ان کا جنت کے ساتھ معاملہ یوں ہے کہ جیسے کہ یہ خود کو اس میں تکیہ لگائے دیکھ رہے ہوتے ہیں۔ اور جہنم کے بارے معاملہ یوں ہے کہ جیسے خود کو اس میں عذاب میں جلتا دیکھ رہے ہوتے

ہیں۔ یہ چند دن صبر کریں گے پھر اس کے بعد طویل راحت ہے۔ دنیا نے ان کا ارادہ کیا، پر انہوں نے دنیا کا ارادہ نہ کیا۔ دنیا نے ان کو طلب کیا پھر انہوں نے دنیا کو درماندہ کر دیا۔ راتوں کو رب کے حضور صف بستہ کھڑے ہوتے ہیں۔ اس کی کتاب کی تلاوت کرتے ہیں۔ اس کی مثالوں سے خود کو نصیحت کرتے ہیں۔ اپنے روحانی مرض کی دوا اس کتاب سے لیتے ہیں۔ کبھی ماتھے زمین پر ٹیکتے ہیں۔ ان کے رخسار اشکوں سے تر رہتے ہیں۔ اپنے رب کی بڑائی بیان کرتے ہیں۔ اپنی گردنوں کو عذاب سے چھڑانے کے لیے اس کی پناہ پکڑتے ہیں۔ یہ تو ان کی راتوں کا حال ہے۔

اور رہے ان کے دن، تو یہ دن میں عقل مند، علم والے، نیکوکار، تقویٰ والے ہوتے ہیں۔ اپنے رب کے خوف سے ان کے بدلے گھلے جاتے ہیں۔ اور سوکھ کر تیر کی طرح ہوئے ہوتے ہیں۔ تو سمجھے کہ شاید یہ بیمار ہیں اور شاید انہیں اختلاط ہو گیا ہے۔ لیکن ایسا نہیں بلکہ رب کی عظمت اور اس کی سلطانی کی شدت نے ان کے ہوش اڑا رکھے ہیں۔ ان کے دل ہوا ہیں۔ عقلیں مدہوش ہیں۔ سو جب یہ اس حالت سے باہر آتے ہیں تو پاکیزہ اعمال کے ذریعے اپنے رب کی طرف دوڑتے ہیں۔ اس کے لیے تھوڑے پر راضی نہیں ہوتے اور بہت کو زیادہ نہیں سمجھتے۔ خود کو ہمیشہ متہم سمجھتے ہیں۔ اپنے عملوں سے بھی ڈرتے ہیں۔ تو دیکھے گا کہ یہ لوگ دین میں قوی، نرمی میں محتاط، یقین میں مؤمن، علم کے حریص، فقہ میں دانا، حلم میں علم والے، ارادے میں مدبر، ثروت میں میانہ رو، فاقہ میں خود دار، کمائی میں مستعد، حلال کے طالب، شدت میں صابر، عبادت میں خشوع والے، بے بس پر رحم دل، حق ادا کرنے والے، سکون میں ہشاش بشاش، شہوت کو تھامنے والے ہوتے ہیں۔ جہالت انہیں دھوکے میں نہیں ڈال سکتی۔ اپنے کیے کو شمار کرتے رہتے ہیں۔ عمل میں ہمیشہ خود کو عمل میں سست باور کرتے ہیں۔ اور یہ ڈر کر عمل کرنے والوں میں سے نیکوکار ہوتے ہیں۔ صبح ذکر کرتے ہوئے کرتے ہیں۔ شام کو شک میں رہتے ہیں (کہ دن بھر جو کیا، وہ اللہ کے ہاں مقبول ہوگا یا

نہیں)۔ رات کو نفل بھی ڈرتے ڈرتے پڑھتے ہیں۔ اور صبح اللہ کے فضل و رحمت کو پا کر خوش ہوتے ہیں۔ ان کی رغبت باقی رہنے والی چیزوں میں ہوتی ہے، اور جو چیزیں فنا ہو جائیں ان سے بے رغبتی اور زہد اختیار کرتے ہیں۔ ان کا علم عمل سے اور علم حلم سے ملا ہوتا ہے۔ ہمہ وقت چوکس، سستی سے دور، امیدوں کے قریب، لغزشوں سے محفوظ، موت کے منتظر اور دلوں میں ڈر رکھتے ہیں۔ زبان ذکر سے تر، قناعت پسند، دین کے بارے محتاط، غصہ تھامنے والے ہوتے ہیں اور پڑوسیوں کو اپنے شر سے محفوظ رکھتے ہیں۔ اپنے کاموں اور معاملات میں نرم، تکبر سے بچتے ہیں۔ صبر کرنے والے، بہت ذکر کرنے والے، ریاکاریوں سے پرے رہنے والے اور کسی عمل کو محض حیاء کی وجہ سے نہ چھوڑنے والے ہوتے ہیں۔

سو یہ ہیں وہ لوگ جو ہمارے شیعہ ہیں ہمارے چاہنے والے ہیں، ہم سے ہیں اور ہمارے ساتھ ہیں۔ خبردار! ان کی طرف شوق رکھیے!

یہ سنتے ہی ہمام نے چیخ ماری اور غش کھا کر گر پڑے۔ لوگوں نے ہلایا جلایا، مگر وہ تو اس دنیا کو چھوڑ کر جا چکے تھے۔ انہیں غسل دیا گیا۔ جنابِ امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے اور آپ کے ساتھیوں نے اس کی نمازِ جنازہ ادا کی۔ ①

شیخ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سو یہ اہلِ بیتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے شیعہ کی صفت ہے جو خود ان کے امام نے ان کی بیان کی ہے۔ یہ خواص مؤمنین کی صفت ہے، نا کہ ان کی جو تعصّبات

① دیکھیں: تاریخ مدینۃ دمشق: لابن عساکر: ۳۰۶/۶۲۔ یہ حدیث سدیر نے محمد بن علی سے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے اپنے آباء سے، اور انہوں نے علی رضی اللہ عنہ سے بیان کی ہے۔ سدیر، یہ ابن حکیم ہے۔ ذھبی نے "المیزان" میں ان کا ترجمہ ذکر کیا ہے اور کہتے ہیں: سدیر صالح حدیث والا ہے۔ یحیٰی کہتے ہیں: یہ ثقہ ہے۔ جوزجانی کا قول ہے: اس کا مذہب مذموم ہے۔ نسائی اسے غیر ثقہ کہتے ہیں۔ دارقطنی کہتے ہیں کہ یہ متروک ہے۔ عقیلی کا قول ہے کہ: یہ رفض میں غلو کرنے والوں میں سے تھا۔ بخاری کہتے ہیں:۔ اس نے ابوجعفر سے سنا ہے۔ اس کی سند میں جہالت ہے۔ جیسا کہ "عن آبائہ" کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے۔

سو یہ قصہ ثابت نہیں۔ ہیتمی نے "الصواعق المحرقۃ": ۴۵۰/۲۔۴۵۱ میں اس کو روایت کیا ہے۔ اس کی تحقیق دکتور عبدالرحمٰن الترکی نے کی ہے۔ (محقق)

اور لغویات میں مشغول رہتے ہیں۔ کیونکہ ان مذکورہ صفات کے ساتھ محبت کی علامت ظاہر ہوتی ہے، اور وہ محبوب کی طاعت ہے، اور اپنے محبوب کو سب پر ترجیح دینا ہے اور اس کی مرضیات پر سب کچھ تج دینا ہے۔ اور اس کے اخلاق و آداب کو اپنانا ہے۔

اس بارے جناب علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ میری محبت اور ابوبکر و عمر کا بغض کبھی ایک دل میں جمع نہیں ہوسکتا۔① کیونکہ جب محبت متحقق اور ثابت ہوتی ہے تو وہ محب میں محبوب کے اخلاق اور سیرت کو ضرور پیدا کرتی ہے اور آدمی ضرور اس سے محبت کرنے لگتا ہے، جس سے اس کے محبوب کو محبت ہوتی ہے۔

یاد رہے کہ حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما سے محبت کرنا جنابِ علی رضی اللہ عنہ کی سیرت اور اخلاق میں سے ہے۔②

---

① الشریعۃ: الآجری: رقم ۱۸۱۲۔ الہندی نے اس کو کنز العمال: رقم ۳۶۱۴۱ میں ذکر کیا ہے۔ ہیثمی "مجمع الزوائد: ۵۶/۹ میں کہتے ہیں: اس کو طبرانی نے "المعجم الاوسط" میں ذکر کیا ہے۔ اور اس کی سند میں فضل بن مختار ہے جو ضعیف ہے۔ (محقق)

② اور اس کی دلیل یہ ہے کہ جناب علی رضی اللہ عنہ سیدنا ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی تعریف فرمایا کرتے تھے۔ امام بخاری (۳۶۷۱ میں) کہتے ہیں: ہمیں محمد بن کثیر نے، وہ کہتے ہیں ہمیں سفیان نے، وہ کہتے ہیں ہمیں جامع بن راشد نے، وہ کہتے ہیں ہمیں ابویعلی نے محمد بن حنفیہ سے بیان کیا، وہ کہتے ہیں: میں نے اپنے والد سے پوچھا کہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے بہتر لوگ کون ہیں؟ فرمایا: ابوبکر۔ میں نے پوچھا: پھر کون؟ فرمایا: پھر عمر۔ میں ڈرا کہ ان کے بعد آپ جناب عثمان رضی اللہ عنہ کا نام نہ لے لیں تو میں نے خود سے ہی کہہ دیا کہ: پھر آپ؟ فرمایا: "میں تو مسلمانوں میں سے ایک مسلمان ہوں۔" ابن ابی شیبہ "المصنف: رقم ۵۱۔ ۳۳۲" میں کہتے ہیں: ہمیں محمد بن بشر نے، وہ کہتے ہیں، ہمیں مسعر نے، وہ کہتے ہیں مجھے ابوعون نے محمد بن حاطب سے بیان کیا، وہ کہتے ہیں: "ایک موقع پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ذکر آیا تو جناب حسن بن علی رضی اللہ عنہ فرمانے لگے:۔ یہ امیر المومنین تمہارے پاس بھی آنے والے ہیں تو تمہیں بتائیں گے۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ آئے تو فرمانے لگے: "عثمان ان لوگوں میں سے ہیں جن کے بارے میں رب تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا ہے:

﴿اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ فِيْمَا طَعِمُوْٓا اِذَا مَا اتَّقَوْا وَّ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ثُمَّ اتَّقَوْا وَّ اٰمَنُوْا ثُمَّ اتَّقَوْا وَّ اَحْسَنُوْا ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ﴾ (المائدہ: 93)

"جو ایمان لائے اور نیک کام کیے، پھر پرہیز کیا اور ایمان لائے پھر پرہیز کیا اور نیکوکاری کی۔ اور اللہ نیکوکاروں کو دوست رکھتا ہے۔" یہ حدیث صحیح ہے۔ (محقق)

اللہ ہمیں اور تمہیں ان حضرات کی محبت عطا فرمائے۔ اور ہمیں ان لوگوں میں سے بنائے جو اللہ کے رسول، اس کے اہل اور اس کے سب اصحاب کی بدولت کامیاب ہیں۔ آمین آمین آمین۔ ①

① تنبیہ: الحمد للہ کہ جب میں اس رسالہ کی تحقیق سے فارغ ہوگیا اور یہ رسالہ چھپنے کے لیے بالکل تیار ہوگیا تو میرے فاضل دوست حمود بن محمد الروانی نے مجھے "لاتخونوا اللّٰہ والرسول دراسة نقدیة لا راء الشیخ محمد بن عبدالوھاب فی کتابہ "الرسالة فی الرد علی الرافضة" کے نام سے ایک رسالہ بھیجا۔ یہ رسالہ ایک ہلاکت میں پڑھنے والے رافضی صباح علی البیاتی نے لکھا ہے۔ جب میں نے اس رسالہ کا بالغور مطالعہ کیا اور باریک بینی سے اس کے مندرجات کا جائزہ لیا تو معلوم ہوا کہ اس میں اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ وہ وہ خیانتیں کی گئیں ہیں کہ ایک مسلمان کا سر شرم سے جھک جائے۔ رسالہ میں اصحاب رسول ﷺ پر جابجا طعن وتشنیع ہے۔ اس بدبخت کا گمان ہے کہ سب کے سب صحابہ عدول نہ تھے۔ پھر اس بدبخت نے تہمت کا سب سے بڑا طوفان ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ طاہرہ طیبہ رضی اللہ عنہا پر باندھا ہے۔ جیسا کہ مذکورہ رسالہ کے ص ۱۷۴ پر دیکھا جاسکتا ہے۔ اس ملعون کا دعویٰ ہے کہ سیدہ صدیقہ رضی اللہ عنہا جنابِ رسول اللہ ﷺ کی جنت میں زوجہ نہ ہوں گی۔ اس کا دعویٰ ہے کہ اس بارے سب احادیث موضوع ہیں۔ پھر قصۂ افک میں تشکیک پیدا کرتے ہوئے اس قصہ سے متعلق احادیث میں طعن کیا ہے۔

یاد رہے کہ جو شخص بھی سورۂ نور میں سیدہ صدیقہ طاہرہ طیبہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی براءت کے بیان کے بعد ان پر تہمت لگائے وہ کافر ہوجاتا ہے۔ جیسا کہ گزشتہ میں بیان ہوا۔

اس رسالہ میں ایک رسوائے زمانہ یہ تحقیق بھی دیکھنے میں آئی کہ یہ ملعون بیوی کی دبر میں آنے کے جواز کے دفاع میں دلائل پیش کرتا ہے۔ اور اس بارے ضعیف اور موضوع روایات سے دلیل پکڑتا ہے جن میں یا تو اہلِ سنت پر جھوٹ بولا گیا ہے، یا پھر متشابہ روایات کو لاکر محکم روایات کو ترک کرتا ہے۔

لیکن یہ روافض ایسا اس وقت کرتے ہیں۔ جب یہ اہلِ سنت کا رد کرنا چاہتے ہوتے ہیں، تو ضعیف، موضوع اور جھوٹی روایات کا سہارا لیتے ہیں۔ ان روافض کی کتابیں یہود و نصاریٰ کی کتابوں کے جیسی ہیں، جن میں کوئی اسانید نہیں ہوتیں۔ اور اگر اسانید ہوتی بھی ہیں تو کذاب اور جھوٹی احادیث والوں سے ہوتی ہیں، یا پھر ان سے جو اللہ کی باتوں میں تحریف کرتے ہیں۔ اور متشابہ کے پیچھے چلتے ہیں۔ جیسا کہ ارشاد ہے:۔

﴿فَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَآءَ تَاْوِيْلِهٖ﴾ (آلِ عمران: 7)

"تو جن لوگوں کے دلوں میں کجی ہے، وہ متشابہات کا اتباع کرتے ہیں تاکہ فتنہ برپا کریں اور مراد اصلی کا پتا لگائیں۔"

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

میں بدھ کی رات ایک بجے ذی الحجہ ۱۳۲۵ھ بغداد میں یہ رسالہ لکھ کر فارغ ہوا۔ اللہ اس رسالہ کی ضائع ہونے سے حفاظت فرمائے۔

(بقیہ پچھلے صفحہ کا) سو یہ روافض خبیث باتوں کا یعنی بدکاریوں کا دفاع کرتے ہیں۔ سو یہ عورت کی دبر میں جماع کرنے اور متعہ کرنے کا دفاع کرتے ہیں۔ حالانکہ متعہ کی حرمت پر روافض کے سوا ساری امت کا اجماع ہے، اس لیے صرف روافض کے اختلاف کی کوئی اہمیت نہیں۔ یہ متعہ درحقیقت نرا زنا ہے۔ معاذ اللہ۔ ان عذابوں کا دفاع یہ روافض اس لیے کرتے ہیں، کیونکہ یہ خود دن رات ان گندگیوں اور غلاظتوں میں ڈوبے ہوتے ہیں۔ پھر اس سے بڑھ کر اور زیادہ آفت یہ ہے کہ یہ روافض کفر اور شرک کا بھی دفاع کرتے ہیں۔ اور کفر اور شرک اور ضلالت کی دعوت دیتے ہیں۔ العیاذ باللہ۔

اس کے لیے دیکھیں گنہگار رافضی محسن الامین العاملی کی کتاب "کشف الارتیاب فی اتباع محمد بن عبدالوهاب" یہ کتاب عام مل جاتی ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ یہ مذکورہ رافضی اپنے اس رسالہ میں رافضیت کے مؤسس اور بانی اول محمد بن سبا یہودی کے افکار و نظریات کا بھرپور دفاع کرتا ہے۔

میرے نزدیک شیخ رحمہ اللہ کا یہ رسالہ اس رافضی کے کتابچہ کا کافی شافی رد ہے۔ جبکہ اس پر میری تعلیقات بھی ہیں۔ (جو سونے پہ سہاگہ ہیں)۔ یاد رہے کہ جسے تھوڑی نصیحت کام نہیں آتی، اسے زیادہ بھی کام نہیں آتی۔ اور اس میں ہر بار کی نصیحت سے شر ہی بڑھتا ہے۔ اس لیے مجھے اس رافضی کی باتوں کی مطلق پروا نہیں۔

میں اسی پر اکتفاء کرتا ہوں۔ والحمدللّٰہ رب العالمین۔ وصلی اللّٰہ علی نبینا محمد وعلی آله وصحبه وسلم تسلیما کثیرا۔ (محقق)

ضروری نوٹس

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....